ما شاء اللہ لا قوۃ الا باللہ

مختصر ہے کہ قصہ لاجواب سراپا انتخاب یعنی

مذہب عشق

معروف

گل بکاولی

جس میں شہزادہ تاج الملوک کا اپنے اندھے باپ بادشاہ زین الملوک کی دوا کے
[illegible] بکاولی پری کے باغ سے [illegible] تاج الملوک سے
پھول کو چھین کر بادشاہ کے حضور میں پہنچانے کے واقعات بکاولی اور تاج الملوک
[illegible] و عشق کی داستان۔ بعد طے مشکلات زمانہ تاج الملوک کے
اپنے وطن میں پہنچکر زین الملوک کی خدمت میں حاضر ہونے کے دلچسپ
حالات سلیس اردو میں لکھے گئے ہیں

باہتمام ضعیف بندگان رب العالمین حافظ فیاض الدین

ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں چھاپا گیا

بعون صانع مکین و مکان و فضل خلاق زمین و آسمان

حسب فرمایش برادر مکرم جناب شیخ ریاض الدین صاحب تاجر کتب آگرہ

مذہب عشق

مع تصویرات معروف بہ قصہ

گل بکاولی

باہتمام حافظ فیاض الدین

ابو العلائی اسٹیم پریس آگرہ میں طبع ہو کر شگفتگی بخش دل ہای شائقین ہوا

بسم اللہ الرحمن الرحیم
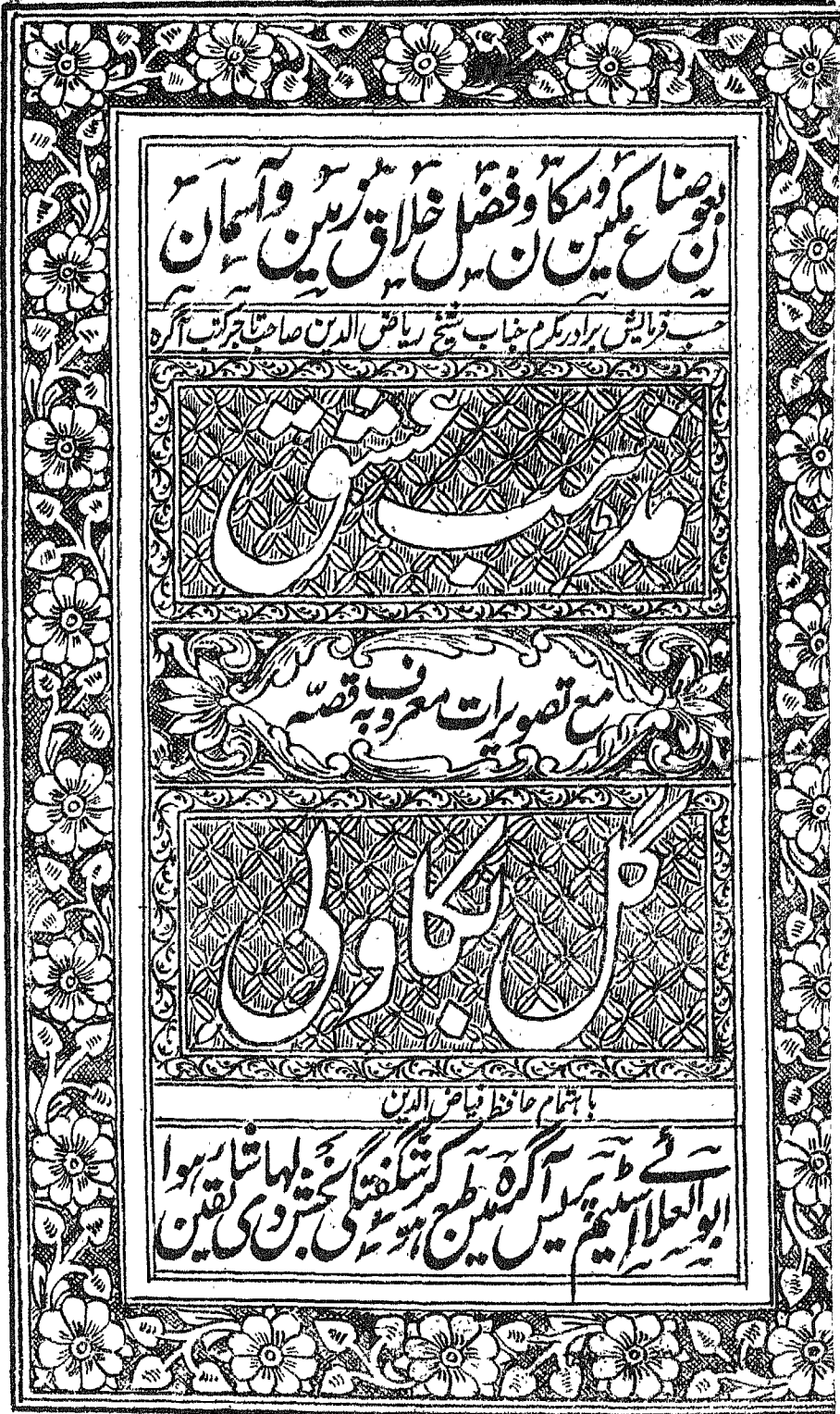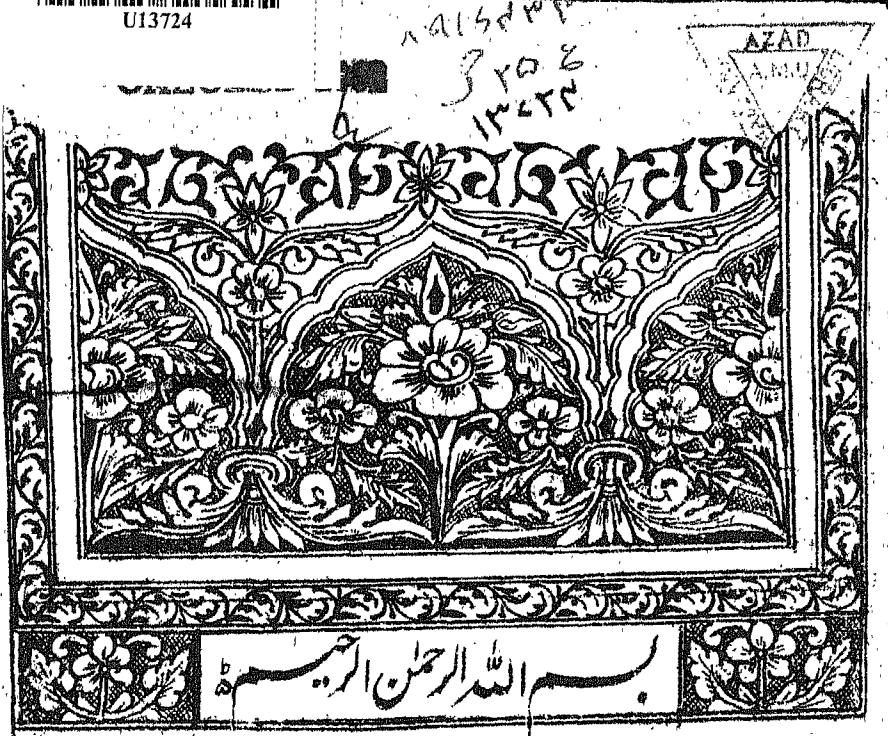
الٰہی کر سخن کو سیر وہ گل
کہ جسپہ مرغ دل ہووے کا بلبل

حمد و ثنا کا گلستان ہمیشہ بہار باغبان حقیقی کو سزا وار ہے کہ اوسکے باغ لطف سے اس طرفہ بوستان جہان نے آب و رنگ تازہ اور لطافت و طراوت بے اندازہ پائی پہولوں کی بہار میں اور زیبا عروسوں کے نقش و نگار میں اوسی کے نور کی تجلی سمائی خامہ خشک مغز کا کیا مقدور اور کتنی طاقت کہ اوسکی حمد و ثنا تحریر کر سکے اور جو حق لکہنے کا ہی لکہ سکے

ابیات

جو ہی سنبل و غنچہ کا چمن میں
جو عکس رخ تجلی گل میں آیا
طراوت پائے اپنی کشت امید

اوسی کا نام لیتا ہی دہن میں
تو ہوئے قیس کو سنبل بنایا
ہری ہو جائے اپنی کشت امید

ہر اک پتہ ہی گل کے جو عیانکی
اوسی کے حکم میں شیرازہ بندی
جو ابر رحمت غفار برسے
اگر دل قہر برا جائی اوسکا

وہی عندلیب بلبل کے فغا نکی
کتاب عارض محبوب میں کی
گنا ہونکو ہمارے دم میں دہو دے
سوائے ظل احمد پہر نہیں جا

جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت مین

ہزار ہزار درود و سلام اوس والا حسب عالی نسب پر جو باعث بنائے زمین و آسمان اور سبب ایجاد کون و مکان ہوا اوسکے براق کے سم کا نقش مہر و ماہ کی پیشانی پر درست بیٹہا اوسکے مجموعہ امکان سے جہان ہے ایک کتاب

اور اس کتاب ہستی ہے ایک باب صفحہ خاک کو جو دلچسپ دیکھا تو بیت افلاک میں پڑ ہا اوس مطلع نور اور
مقطع ظہور نے عناصر کی رباعی اختیار کی سے اس مرحلہ کا نہیں ہے پایاں کہ اب تو ثنائے شاہ مرداں

حضرت علی مرتضی کرم اللہ وجہہ کی منقبت

جب صبح کو آفتاب نے قلم شاعی سے ورق عالم پر آیت نور لکھکر صفحہ جہاں کو روشن کیا مین نے چاہا
کہ دریائے سخن میں غوطہ لگا کے لولوئے آبدار جو سخن کے جوہریوں کو منظور ہوں نکالوں جس طرف غور و
تامل سے نگاہ کی ڈہیر کے ڈہیر نظر آئے سوچا کہ انکو کسپر نثار کرون اس تردد و فکر میں تہا کہ یکایک یہ
مژدہ میرے کان میں پہونچا کہ اے غریق دریائے فکر یہ جواہر درخشان دوسرے کے لائق نہیں حضرت
علیؑ کے قدمون پر نثار کر یعنی اونکی مدح میں زبان کہول وہ شہنشاہ کہ جسکے چہرے کے عکس سے
ماہ کے رخ پر صفائی آئی اور خورشید کے آئینہ نے جلائے وافر پائی اگر ساتوں آسمان کے میدان
میں گھوڑا دوڑائے تو ستاروں کے لشکر میں فتور پڑ جائے اے شہنشاہ تیری درگاہ میں میری یہی التجا
ہے کہ دار وگیر قیامت میں مجھکو بار بڑے سپید اپنے غلامون کی صف میں رکھنا اس کے سوا اور کیا
عرض کرون کہ بندے کو زیادہ عرض کرنی اپنے مولا کی جناب میں کمال گستاخی ہے

وجہ تصنیف کتاب

ناظرین پر روشن ہو کہ شیخ عزیز اللہ بنگالی نے یہ کتاب فارسی میں تصنیف کی تہی اسنے اسکا سبب
یوں لکھا ہے کہ طالبعلمی کے زمانہ میں اس حقیر کو انشا پردازی کے فن میں رغبت کمال تہی اور مسودے
بہی کاغذ پر لکھکر چھوڑتا تہا ایک روز رفیق شفیق نذر محمد کہ نو برس تک اس شوریدہ حال کا مرغ دل
اس شمع جمال پر پروانے کے مانند قربان اور ذرے کیطرح اس خورشید آسمان حسن پر سرگردان تہا
چکور کے مانند خراماں خراماں آیا ابیات غزلوں سے کیا لیتی چشم اسکی باج ؛ طلب کرتی تہی شیر نری خراج
نگاہوں کی تہی عشوہ سازی مدام ؛ کرشمہ میں کرتی تہی عالم کا کام ؛ کبہی مستی میں لہرا تی اگر ؛ کیا صفحہ دل کو
زیر و زبر ؛ عجب خط سے رونق تہی گلزار کی ۔ کہ مصحف میں جدول تہی زنگار کی ؛ رگ لعل
کا جو پاؤں میں قلم ؛ تو کچھ سرخی لب ہو جیسے رقم ؛ اور جس طرح ہماری اوسکی دوستی
تہی ویسی محبت سے ہاتھ میں ہاتھ اور راہ الفت میں قدم ساتھ رکہا آخر ش جام لب کو شراب تکلم سے
بہرکر آتش بیانی سے بحث کا بازار گرم کیا یہ شوریدہ بخت بہی اس فرشتہ خصال سے متکلم رہا پہر سر زانو پہ

سر رکھکر کہنے لگا کہ مجھے نیند آئی ہے جبتک سوؤں تم بیٹھے کوئی کہانی کہو پہلے تو میں نے چاہا کہ میں بھی اوس سے لپٹ کر سو رہوں لیکن یہ خیال آیا کہ شاید آشفتہ خاطر ہو اور یہ سوچے کہ میرا کہنا نہ مانا تو وہ قصہ کہ جسکی داستان عشق سے بھری ہوئی تھی اوس سرمایہ محبت کے آگے کہنے لگا من بعد اوس یار عزیز کی خواہش اس مستمند کو اسپر لائی کہ اس دلچسپ قصہ کو فارسی کی عبارت کا لباس پہنا کر نظم و نثر کے زیور سے آراستہ کر کے مشکل پسند دیکھنے والوں کے لایق کروں اس اثنا میں غرہ ذی الحجہ کو کہ سن ایکہزار ایکسو چوبیس ہجری تھا اوس نوبادہ باغ محبت کو صرصر موت نے جڑ سے اکھاڑ ڈالا اس واقعہ جانکاہ سے مجھ مصیبت زدہ کے ہوش و حواس اوڑ گئے چاہا کہ اوراق مسودات کو اس افسانے کے بھی پرزے پرزے کر ڈالوں لیکن چند دوستوں نے کہ ایک گونہ پاس خاطر اونکا منظور تھا آکر سمجھایا اور کہا کہ آسان بہت لعل بدخشاں توڑنا ہے لیکن بہت محال ہے پھر اوسکا جوڑنا بحکم ضرورت آدھے کو فارسی کیا آدھے کو اوسی طرح رہنے دیا اس کتاب کے ترجمہ کا یہ سبب ہے کہ مستمند نہال چند لاہوری کو کہ اس نحیف کا مولد شاہجہان آباد ہے اشرف البلاد کلکتہ میں کہ بالفعل ہندوستان کا دار الامارة ہے آب و خورش کھینچکر لائی اور یہ خاکسار کپتان ونورڈ صاحب کی خدمت میں سابق سے بندگی رکھتا تھا اونکی دستگیری سے صاحب خداوند نعمت حاتم زمان دستگیر درماندگان منبع الجود و الاحسان سرچشمہ فیض و سخا دریائی عنایت و کرامت بحر احسان و شجاعت صاحب کلکٹر دسٹ بہادر مدظلہ کے دامن دولت تک دسترس پایا **نظم**

ثنا ہیں اسکی بجا ہے اگر صغیر و کبیر	ہزار صفحہ کاغذ کریں سدا تحریر	وہی ہے باغ فصاحت کا نخل عالم میں	گل سخن ہے اوسی کے شگفتہ و لطیف
وہی ہے گوہر بحر سخا و کان عطا	نہیں ہے اسکا جہان میں کوئی عدیل و نظیر	چراغ عقل سے شمع مراد روشن کی	[illegible] مہ انور ہے دیکھو ماہ منیر
سجا ہے قامت موزوں پہ خلعت اخلاق	خدا نے اپنی عنایت سے دی ہے توقیر	ہر ایک خدمت عالی سے فیض پاتا ہے	گواہ دل سے ہے اسبات کا امیر و فقیر
لیاقت اتنی کہاں خاکسار کو [illegible]	کہ اوسکی بخشش و ہمت کی کرسکے تحریر	مگر خدا سے دعا مانگتا ہے یہ دن رات	سپہر میں رہے جبتک ضیائے مہر منیر
	سلامت اوسکو رکھے احتشام دولت سے	عدو کو اسکے کرے دہر میں ذلیل و حقیر	

غرض کہ صاحب بہادر کے تفضلات سے بخوبی اس ضعیف کی اوقات بسر ہونے لگی اور امید زیادہ ہونے لگی کہ اگر بخت مددگار اور یہ دامن دولت اپنے ہاتھ ہے تو حشمت قدم کیساتھ ہی پھر ایک روز خداوند نعمت نے ارشاد کیا کہ تاج الملوک اور بکاولی کا قصہ فارسی میں ہندی ریختے کے محاورہ میں ترجمہ کر کہ تیری یادگار اور سرخروئی کا موجب اور ہماری خوشنودی کا سبب ہو چنانچہ اس نحیف نے حسب الارشاد و فیض بنیاد اپنے حوصلے کے موافق فلاطون فطنت دارا شکوہ عالی حشمت فلک اشتباہ مارکوئیس ویلزلی نواب گورنر جنرل دام اقبالہ کے عہد میں ترجمہ کیا اور نام اسکا **مذہب عشق** رکھا ہر ایک سخن ترس اور نکتہ دان اور

صیحح المفس سے یہ امید ہے کہ جہاں کہیں ہیمدان عبارت میں نشیب و فراز دیکھیں وہاں اصلاح کے قلم سے ہموار کریں اور اس ہیچمدان کو اپنی نوازش سے ممنون فرمائیں

آغاز داستان

کہتے ہیں کہ پورب کے شہروں میں کسی شہر کا ایک بادشاہ زین الملوک نام جمال اوسکا جیسے ماہ منیر عدل و انصاف اور شجاعت و سخاوت میں بینظیر اوسکے چار بیٹے تھے ہر ایک علم و فضل میں علامہ زماں اور جوانمردی میں رستم دوران خدا کی قدرت کاملہ سے ایک اور بیٹا آفتاب کی طرح جہان کا روشن کرنیوالا اور چودہویں رات کے چاند کیطرح دنیا کے اندہیرے کا دور کرنے والا پیدا ہوا **ابیات**

قمر اسکی جبین سے داغ کہائے | ہم لو پیش ابرو سر جہکائے
اگر چین جبین اوسکی ہٹائے | مصور چین کا جبین بول جائے
بلا انگیز آنکھیں جادو آمیز | ہنسی گلرنگ سے دو جام لبریز
کبھی دیکھی اس گلرو کی کاکل | پریشان آجتک ہے حال سنبل
جہاں مجروح ہو تیغ نظر سے | پلک کے پار ہوں خنجر جگر سے
وہ مکھڑا مہر گر دیکھے تو تھرائے | قمر کے چہرہ کا بھی رنگ اوڑ جائے
عجب انداز کا تل گال پر تھا | کہ گنج حسن پر بیٹھا تھا کالا
وہ سینہ تختہ بلور صاف | یہ کیا کہتا ہوں میں ہیرا تھا شفاف
ریاض حسن کا سرو سرافراز | غرض تہا وہ سراپا مایہ ناز

اسکی پیدائش کی مسرت ہر ایک کے قلب محزون کو منبسط کرنے لگی ہر ایک نے اپنے بساط کے موافق خوشی منانا شروع کیا۔ ہر شخص اسکے لقائے زیبا کے دیدار کا متمنی ہوا۔ باوصف ان باتوں کے

بادشاہ نے باغ باغ ہوکر بڑا جشن کیا اور نجومیوں کو بلاکر فرمایا کہ اسکی لگن دیکھو ہر ایک نے لگن کنڈلی
کھینچکر اوسکا نام تاج الملوک رکھدیا اور کچھ اونگلیوں پر گن گناکر عرض کی یہ باغ عالم میں گل تازہ ہے اس
کے نصیبوں میں دولت دنیوی بے اندازہ ہے صاحب ہمت اسطرحکا ابتک نہ کوئی ہوا ہے نہو گا
یقین ہے کہ ا شہریار ہوکہ عالم جنات بھی مطیع اور فرمانبردار ہو مگر ایک قباحت بھی اس کے ساتھ
ہے جب بادشاہ کی نظر اوس پر پڑے تو فوراً بادشاہ کی آنکھوں سے بینائی جاتی رہے بادشاہ
نے کچھ شاد کچھ ناشاد ہوکر اون کو تو رخصت کیا اور وزیر سے فرمایا کہ ایک محل میں بتفاوت تمام
ہماری گذرگاہ سمیت رکھو چنانچہ بموجب ارشاد کے وزیر عمل میں لایا چند سال کے بعد وہ
نونہال باغ سلطنت کا کمال نازو نعمت سے پرورش پاکر ہوائے علم و ہنر سے سرسبز
ہوا ایک روز اوسکو شکار کی خواہش ہوئی سوار ہوکر جنگل میں گیا اور ایک شکار کے پیچھے گھوڑا
اوٹھایا سچ ہے کہ ہونے والی بات بے ہوئے نہیں رہتی مصرعہ تقدیر کے لکھے کو امکان نہیں ہے
دہونا اتفاقاً بادشاہ بھی اوسی روز شکار کو سوار ہوئے تھے ایک ہرن کے پیچھے گھوڑا ڈالے اسیطرف
کو آنکلے مشہور ہے کہ کانے چوٹ کنوڈے بھیٹ جوں ہی شہزادہ پر نگاہ پڑی وہیں آنکھوں کی
بصارت جاتی رہی ارکان دولت نے شہزادے کو دیکھکر بادشاہ کے نابینا ہونیکا سبب دریافت
کیا حضرت نے فرمایا کہ لازم یوں تھا کہ بیٹے کو دیکھکر باپ کی آنکھیں اور روشن ہوں سو یہ طرفہ
ماجرا ہے کہ برعکس ظہور میں آیا پس اب بہتر یہ ہے کہ اوسکو میرے ممالک محروسہ سے نکال دو اور اسکی
ماں کے واسطے خدمت جاروب کشی کی مقرر کرو یہ فرماکر بادشاہ اولٹے پاؤں تختگاہ کیطرف پھر آیا
اور اوسے دیس سے نکال دیا

دوسری داستان چاروں بیٹوں کیجانیکی گل بکاولی کیواسطے

کہتے ہیں کہ جب بڑے بڑے حکیم مسیحا خصلت اور بو علی طبیعت انکھونکے علاج کے لئے بلائے سب نے متفق
ہوکر عرض کی کہ گل بکاولی کے سوا اور کسی دارو سے ممکن نہیں کہ بادشاہ شفا پائے اگر کسی صورت سے گل
بکاولی پیدا ہو تو حضرت کیا بلکہ اندہا مادرزاد بھی آنکھیں پائے یہ سنکر بادشاہ نے اپنے تمام ملک میں منادی
پھرادی کہ جو شخص گل بکاولی پیدا کرے یا اوسکی خبر لادے تو اوسکو بہت انعام و اکرام دیکر نہال کردوں اسطرح
بادشاہ نے ایک مدت تک اوسکے انتظار میں رو رو کر حضرت یعقوب کیطرح اپنی آنکھوں کو سفید کیا اور اس غم
میں مانند حضرت ایوب کے آپکو گھلادیا ہرچند کہ خون جگر پیا لیکن کسی طرف سے کچھ اوسکا سراغ نہ ملا ایک روز چاروں

بیٹوں نے بادشاہ کی خدمت میں دست بستہ عرض کیا کہ سعادتمند وہی لڑکا ہے جو ماں باپ کی خدمت بجا
لاوے اور اگر سعی کوشش میں جاندے سعادت دارین پائے اسواسطے ہم امیدوار ہیں کہ حضور ہمیں رخصت
فرمائے تو گل بکاؤلی کی تلاش میں نکلیں بادشاہ نے فرمایا کہ ایک تو آگے ہی میں اپنی انکھوں کو کھو بیٹھا
ہوں نور چشم کو رو بیٹھا ہوں وہ داغ ابتک جگر سے نہیں گیا اب جو چشم وچراغ ہیں اُن کو یہ بادکس
طرح ہونے دوں یہ صدمہ دیدہ ودانستہ دل پر لوں شہزادوں نے پھر عرض کی تب چار وناچار
بادشاہ نے رخصت دی اور وزیروں سے فرمایا کہ اسباب سفر کا جو چاہئے وہ مہیا کرو چنانچہ وہ ہنون
نے بموجب حکم کے نقد وجنس وخیمہ ولشکر سے جتنا کہ چاہئے تہا موجود کر دیا تب بادشاہ ..
ہو کر شاہزادوں نے اپنا راستہ لیا منزل بمنزل چلے جاتے تھے اتفاقا تاج الملوک
کہ جس کو باپ نے شہر بدر کیا تھا دشت آوارگی کو قدم پریشانی سے ناپ تے ناپتے
ان سے دوچار ہوا اور کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں اور کہاں جاتے ہیں اوسنے حال
بادشاہ کے اندہے ہونے کا اور سبب ان کے سفر کا گل بکاؤلی کی تلاش کے واسطے تاج
الملوک سے بیان کیا شہزادے نے دل میں کہا **مصرعہ** کہ اوٹھ بخت کو تو بہی اب ازما -
مصلحت نیک تو یہ ہے کہ میں بہی بھائیوں کے ہمراہ گل بکاولی کی جستجو کروں اور اپنے
زر قسمت کو محک امتحان پر کسوں اسمیں اگر دامن کو گل مراد سے بہروں تو فہو المراد نہیں تو
اس وسیلہ سے باپ کے ملک سے باہر نکلوں یہ دل میں ٹھان کر ایک سردار کے پاس کہ نام
اوسکا سعید تھا گیا اور با دب تمام سلام کیا اوسکی نظر جو شاہزادے پہ پڑی تو دیکھا کہ اوسکے
گالوں کی چمک خورشید کی روشنی کی ساتھ برابری کر رہی ہے اور چاند سی پیشانی زلف شبرنگ
کے پہلو میں ماہ تمام کی طرح جلوہ گری کر رہی ہے پوچھا کہ تم کون ہو اور کہاں سے آتا ہوا
تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں بیچارہ غریب مسافر ہوں اور بیکس وآشفتہ خاطر ہوں
نہ کوئی غمخواری کرنے کو نہ یار ہے کہ شرط یاری بجا لائے نہ کوئی مددگار ہے کہ مددگاری
کرے سعید نے اوس یوسف ثانی کی شیریں زبانی سے محفوظ ہو کر بصد آرزو وخواہش کی اپنی
رفاقت میں رکھا اور ہر روز الطاف ونوازش کرنے لگا کہتے ہیں کہ شاہزادے ایک مدت
کے بعد شہر فردوس میں کہ تخت نشین وہاں کا رضوان شاہ تھا پہونچے اور شام کے وقت
دریا کے کنارے اس ارادے سے کہ چند روز یہاں ٹہریں خیمے استادہ کئے جب مسافر آفتاب
مغرب کی سیر کو گرم رفتار ہوا اور سیاح ماہتاب رات کے مشکی گھوڑے پہ سوار ہو کر مشرق کیطرف

سے باگ اوٹھاکر چلا تب چارون شاہزادے اپنے اپنے سمند باد رفتار پر سوار ہوکر بطریق سیر شہر میں
آئے اور ادہر ادہر گشت کرنے لگے اسمین ایک محل منقش اور مکلف کہ جسکے جا بجا دروازون پر
کے پردے پڑے ہوے تھے نظر آیا وہاں کے باشندوں میں سے ایک سے پوچھا کہ یہ مکان
عالیشان کسکا ہے اوسنے جواب دیا کہ اسکی مالک دلبر لگا بیسوا ہے شہزادون نے کہا
اللہ اکبر یہ محل شاہی اسنے کہان سے پایا وہ شخص پھر کہنے لگا کہ یہ رنڈی اس زمانے میں یکتا
ہے اور ملاحت میں بے ہمتا ہے شہرہ آفاق اپنے کام میں طاق رعنائی اور زیبائی میں نہایت
دل جو خوبی اور دلربائی میں بغایت خوبرو چشم خورشید مدام اوسکے شمع جمال پر پروانہ کیطرح شیدا
اور چہرہ ماہتاب دوام اوسکے مکھڑے پر فدا **ابیات** کسی نے راہ میں اوسکی اگر قدم مارا
تو اپنی عقل کی فہرست پر قلم مارا + اوسی نے تیج دیا ناموس وننگ کو اپنے + کہ جسنے ذرہ بہی خواہش
میں اوسکی دم مارا + صاحبان مباشرت کیواسطے ایک نقارہ مع چوب اوس نے اپنے دروازے
پر رکھا ہے جو کوئی اوسے جا کر بجائے وہ عیار زمانہ کی گھر میں اوسے بلائے اور لاکھہ روپے
لے تب ایک بار اوس سے ملے شہزادے کہ اپنے مال و دولت پر نہایت مغرور تھے نشۂ بادۂ
نخوت سے چور تھے نشان ہمت اسکے میدان شوق ملاقات میں بلند کرکے دروازے پر گئے اور
جاتے ہی بے تحاشہ نقارہ بجادیا سنتے ہی اوس مکارہ نے دل میں کہا کہ الحمد للہ مدت مدید
کے بعد کسی ایسے نیک بخت نے میرے گھر کا قصد کیا چاہئے کہ میرے حجرے کو روشن کرے۔ اور
ہوئے تازہ شکار نے میرے جال میں آنیکا ارادہ کیا اغلب ہے کہ دام میں پہنسے پھڑک
پھڑک کر مرے نقل مشہور ہے کہ یہ طایفہ اسی تردد میں رہتا ہے کہ کوئی عقل کا اندہا اور
گانٹھ کا پورا ملے سو خدا نے ویسے ہی شخص بھیجدیے جھٹ پٹ بناؤ سنگہار کرکے زیور مرصع لعل
موتی ہیرا زمرد جابجا پہنکر بڑی آن بان سے بن ٹھن کر بیٹھی اتنے میں یہ بھی آپہونچے چند قدم استقبال
کرکے ہر ایک کو سونے کی کرسی پر بٹھایا اتنے میں کچھہ رات گئی کہ ساقیان گلعذار شیشۂ شراب اور ساغر زر
نگار لئے حضور میں آئے اور جام کو گردش میں لائے اسیطرح آدہی رات گئی تب اوس عیارہ
نے کہا کہ اگر اجازت ہو تو تختہ نرد منگواؤں باقی رات اس شغل میں بسر ہو کہ سحر ہو شاہزادے نے کہا
کہ منگواؤ اس سے کیا بہتر ہے مکارہ نے ایک بلی کے سر پر چراغ رکھا اور لاکھہ روپیہ کی بازی بدکر
کہیلنے لگی۔ لکھنے والے نے یون لکھا ہے کہ شاہزادے اوسی آدہی رات کے عرصہ میں پچاس لاکھہ روپے
ہارے اس اثنا میں خورشید جہان گرد زمردی تختہ پر نمودار ہوا اور سیمین چہرہ ماہ اپنے گھر گیا اسمیں

مکر ہائی کے بھی بساط بازی لپیٹی شہزادے اپنے اپنے مکانوں کو گئے دوسرے روز جب آفتاب
سیاہ جو نکی طرح مغرب کی منزل میں پہنچا اور ماہتاب بادشاہ ہونکی صورت سپاہ انجم لئے تخت فیروزرنگ
پر دلق بخش ہوا شاہزادے اوسی آن بان سے اوسکے مکان میں گئے اور بدستور سونیکی چوکیوں پر جلوہ
فرمایا حور لقا رنڈیان خدمت میں آکر حاضر ہوئیں اور طرح طرح کا کھانا سونے چاندی کے خوانوں میں لاکر
دسترخوان پر چن دیا بعد تناول طعام تختہ نرد منگوا کر دس لاکھ روپیہ کی بازی بدکر کھیلنے لگے غرض
اس رات کو سب مال ومتاع نقد وجنس ہاتھی گھوڑے اونٹ وغیرہ جسقدر کہ رکھتے تھے ہار گئے
تب اوس مکارہ نے بازی سے ہاتھ کھینچکر کہا اے جوانو تمہارا سرمایہ آخر ہوچکا اب بساط
بازی لپیٹو اپنے گھر کی راہ لو شاہزادوں نے کہا کہ ایکی بار ہم زر طالع کو ترازوئے امتحان میں
تولیں اگر ہمارے بخت کا پلہ جھکے تو اپنی ہاری ہوئی سب نقد وجنس کہ گرہ میں تو نے باندھی کھول
لیں نہیں تو چاروں تیری فرمانبرداری میں غلام ہوکر رہیں کچھہ نہ بولیں جب یہ قول وقرار ٹھیرا تب
اوس اچھال چھکا نے طرفۃ العین میں وہ بھی بازی جیت لی اور بہت اسباب نقد وجنس اونکا بھی
اپنی سرکار میں داخل کیا انکو قیدیوں کے سلسلے میں کہ ویسے سینکڑوں تھے بھیجدیا اور سپاہ رفیق انکے گل
خزاں دیدہ کے پتوں کی طرح درہم وبرہم ہوگئے تاج الملوک نے دل سے مصلحت کی کہ اب کچھہ ایسی
حکمت کیا چاہئے جو انکی خلاصی کا سبب ہو مجھسے جو یہ کام نمایاں ہوں تو دنیا میں نام اور آخرت
میں اجر فراوان ہو یہ دل میں سوچکر شہر میں ایک امیر کے در دولت پر جاکر دربان سے کہا کہ
مسافر ہوں بے خانماں کسی امیر کو ڈھونڈھتا ہوں تمہارے صاحب کے اوصاف حمیدہ اور
اخلاق پسندیدہ سنکر آیا ہون اگر بندے کو اپنی غلامی میں لے لیں اور بندہ نوازی فرمائیں بدل
وجان خدمت بجا لاؤں ان میں سے ایک نے جاکر امیر کی خدمت میں شہزادے کی کیفیت عرض کی
فرمایا اوسے حاضر کرو وہ لے گیا امیر نے اوسکے منہ کو دیکھکر کہا یا الٰہی کیا آفتاب چوتھے آسمان
سے انسان کے قالب میں آیا یا کوئی غلمان بہشت بریں سے شعر پیشانی نازنیں پہ اوسکی زچمکیگا
ستارۂ بلندی۔ غرضکہ امیر نے اوسکو اپنی خدمت میں سرفراز کیا

تیسری داستان تاج الملوک کے تختہ نرد کھیلنے کی دلبر لکھا بیسوا سے اور جیتنے مین تمام مال و اسباب کے تصویر تاج الملوک اور دلبر بیسوا اور تختہ نرد کھیلنے کی

جب تاج الملوک کو امیر کی خدمت میں کئی مہینے گذر گئے اور اوسنے اپنی وجہ مقرری سے کچھ روپیہ جمع
کئے ایک روز اوسکی خدمت میں عرض کی کہ ایک فدوی کے آشناؤں میں سے اس شہر میں تازہ وارد
ہے اگر حکم ہو تو ہر روز چار گھڑی کے واسطے اوسکے پاس جایا کروں دل بہلایا کروں امیر نے کہا بہتر
پس شہزادہ ہر روز تختہ نرد کھیلنے والوں کے پاس جا بیٹھتا جب اوسکے قانون دریافت کر لئے
اور ہر ایک سے بازی ہاتھ آنے لگی یہ تجویز کیا کہ اب اوس عیارنی سے کھیلئے اور اپنے طالع کے
قرعہ کو تختہ امتحان پر پھینک کر خدا کی قدرت کا تماشہ دیکھئے کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے
پھر تو ایک روز شاہزادہ اوسکے دروازہ پر گیا دیکھا کہ ایک بڑھیا اندر سے باہر آتی ہے کسی سے
پوچھا یہ کون ہے اوسنے کہا کہ یہاں کا مدار المہام ہے بے مشورہ اسکے وہ کچھ کام نہیں کرتی
ہے تاج الملوک نے دل سے کہا کہ اب کچھ مکر پھیلانا چاہئے دام محبت میں اسکو لانا چاہئے
اسکے ہاتھ سے میرا کام نکلے تو نکلے اوس دن شاہزادہ چلا آیا پھر ایک روز وہی بڑھیا اوسکو
دکھائی دی وہ پاؤں سر پہ رکھکر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا بڑھیا نے پوچھا تو کون
ہے اور کہاں سے آیا ہے مگر دیوانہ یا مظلوم ہے کہ اسطرح پھوٹ پھوٹ کر روتا ہے شہزادہ نے کہا
بیت
ایا - کیا مجھسے پوچھتے ہو میں ہوں کمال مضطر دنیا میں مجھسا کوئی ڈھونڈو تو پاؤ کمتر آتش سے غم کی میرا سینہ جلا بھنا ہے

دو دن کی زندگانی مجھپر عجب بلا ہے گردش سے آسماں کی کیا کیا ستم ہی مجھپر ہے سایہ بغیر ساتھی اپنا نہیں رہا ہے
اے ماماسا فرہون بےسروپا اس شہر بیگانے میں نہ کوئی یار نہ آشنا بجز باری تعالیٰ کی ذات کے
نہ کوئی اپنا پشت پناہ نہ کسی کا آسرا پورب دیس میں میرا وطن ہے ایک میری دادی تھی وہ بھی
قضائے الٰہی سے کئی برس ہوئے کہ اس عالم فنا سے ملک بقا کو کوچ کر گئی اوسکے تمام آثار تجھمہ
میں پائے اسواسطے بعد آرزو تیری پابوسی کی اگر میرے حال زار کو الطاف کی نظر سے تو دیکھے
اور اس عاجز کی غریبی وبیکسی پر رحم فرمائے تو میں تیرا ہو کر رہوں اور دادی کی جگہ تجھکو تصور
کرون **بیت** نظر سے اپنی جو کرتے ہیں خاک کو اکسیر۔ کبھی تو گوشہ چشم اسطرف کریں للہ
ایسی چکنی چپڑی باتیں کیں کہ اوس پیرزال کا دل پھسل گیا بلکہ آواز سے موم کی مانند پگھل گیا بولی
اے جوان میرا بھی اس جہان میں اپنا کوئی نہیں رہا آج سے میں تیری دادی اور تو میرا
پوتا پھر تاج الملوک نے کہا دادی صاحب کئی روز سے میں ایک جگہہ نوکر ہون اوس کی
فرمابرداری لازمی ہے ہر روز تمہاری قدمبوسی کے واسطے نہ پہونچ سکونگا مگر کبھی کبھی بڑھیا
نے کہا بیٹا کیا مضائقہ ہے اگرچہ شاہزادے نے ہر روز کے آنے کا عذر کیا لیکن اوس
غمخوار کے گھر روز جاتا اور چاپلوسی اور تملق کی باتیں بناتا آخرش رفتہ رفتہ محرم راز ہوا اسیطرح
سے کچھہ روز گذرے ایک دن شہزادہ کچھہ روپے اوس کے پاس لے گیا اور کہا دادی صاحب
یہ روپیہ رکھہ چھوڑو اگر کسی کام میں ضرورت ہو تو خرچ کرو وہ بولی بیٹا میں تیرے روپے لیکر
کیا کرونگی خدا کا دیا میرے گھر سب کچھہ ہے کسی چیز کی کمی نہیں اگر تجھے کسی کام کے لئے درکار ہو
تو یہ نقد وجنس تیرا ہے بے وسواس اپنے تصرف میں لا **ع**

کھانے کے لئے یہ زر ہے اے نور بصر   رکھنے کے لئے تو سنگ وزر یکسان ہے

غرض شاہزادے نے جب اوسکو اپنے حال پر مہربان پایا ایک روز ادہر اودہر کا تذکرہ کرکے
کہنے لگا کہ اے دادی صاحب تمکو کچھہ معلوم ہے کہ جو کوئی اس عیارنی کے ساتھہ تختہ نرد کھیلتا ہے اوس
سے بازی نہیں پاتا اوسنے جواب دیا بیٹا یہ راز بہت نازک ہے خبردار کسی سے نہ کہیو ایسا نہو کہ یہ
بات طشت ازبام افتادہ ہو اور اوسکی بھنک اوس خام پارہ کے کان میں پڑے جو میرے زوال کا
باعث ہو شہزادے نے کہا استغفر اللہ یہ کیا بات ہے بڑھیا بولی کہ اوسنے ایک بلی اور چوہے کو
پرورش کرکے یہ سکھایا ہے کہ بلی کے سر پر چراغ رکھے تو وہ لئے رہے اور چوہا چراغ کے
سایہ میں بیٹھا رہے جب اوسکے خاطر خواہ پانسہ نہ پڑے تب بلی چراغ کو ہلا کر نردوں پر سایہ

کرے اور چوہا پانسہ اوسکے حسب دلخواہ اولٹ دے پس جو کوئی اوس سے کہیلنے آتا ہے وہ
بیچارا بازی ہار جاتا ہے اور یہ بلی چوہے کی مدد سے بازی جیت لیتی ہے لیکن کسی کہلاڑی پر
یہہ بہید آجتک نہیں کہلا اور جو کوئی اس ارادے سے آیا اوسنے داغ ندامت کا
اپنی پیشانی پر کہایا تاج الملوک جب یہ بات دریافت کرچکا بازار میں گیا اور نیولے کا بچہ مول
لیکر اوسے آستین میں رکہکر یہ سکہانے لگا کہ جونہی وہ چٹکی کی آواز پائے وہیں بچہ پلنگ کیطرح
آستین سے کود کر باہر آئے جب اسطرح سیکہ سکہا کر وہ طاق ہوا تب ایک روز شہزادے نے بڑہیا
سے یہ مکر پہیلایا کہ میں اب اس نوکری سے اوداس ہوں اگر تو ہزار روپے سے میری مدد
کرے تو تجارت کرون بڑہیا نے کوٹہری میں لیجاکر کہا کہ دیکہو بیٹا یہ سب روپے حاضر ہیں جتنا
جی چاہے اوتنا لے لے تب شاہزادہ ہزار روپیہ اوس سے لیکر امیر کی خدمت میں گیا او عرض
کیا کہ میرے آشناؤں میں سے ایک شخص کا آج بیاہ ہے اگر سرکار سے ایک خلعت فدوی کو مرحمت
ہو تو اوس مجلس میں جائے ہچشموں میں عزت پائے امیر نے اپنا ملبوس خاص شہزادے کو
عنایت کیا اور فرمایا گہوڑوں میں سے بہی جو تیرے پسند آوے لیجا تب تاج الملوک حضور کے
خاصے پر سوار ہو کر اس بیسوا کے دروازے پر گیا اور گہوڑے سے اوتر کر بیبا کانہ قدم اندر رکہا
اس ہیئت سے اوسے دیکہکر اوسکے منہ کا رنگ اوڑ گیا گہبرائی ہوئی استقبال کے لئے
دوڑی آئی شاہزادے نے کہا کہ تو ایک مدت سے اس شہر میں مسافروں کی دمساز رہتی
ہے اور عاشق مزاجوں کی ہمراز رہتی ہے اور میں کہ اس شہر کے والی کا خواص ہوں کبہی مجہہ سے
رجوع نہیں ہوئی بہرحال لا کچہہ تحفہ یاروں کے بہی   نذر کر اوس نے شہزادے کو باعزاز
تمام جڑاؤ کرسی پر بٹہایا اور آپ ہٹ کر پیچہے بیٹہی اسمیں شاطر فلک کجباز نے آفتاب کی مہری
نرد کو مغرب کے گہر میں چہپا دیا اور فرقدان کی روپہلی گوٹوں کو تخت طلوع پر بٹہایا شہزادے
نے کہا میں نے سنا ہے کہ تجہکو تختہ نرد کہیلنے سے بڑا شوق ہے آ ایک بازی کہیلیں اسنے
مکر حیلے سے پہلے تو انکار کیا آخرش شہزادے کے کہنے سے تختہ نرد منگوا کر بدستور قدیم بلی کے
سر پر چراغ رکہا اور لاکہہ روپے کی بازی بد کر پانسہ پہینکدیا پہلی بازی تو شہزادے نے جان
بوجہہ کر ہار دی اور اوسنے بلی چوہے کی مدد سے جیت لی پہر دوسری بازی رکہکر کہیلنے بیٹہے
جو ایک پانسہ اوسکے خاطر خواہ نہ پڑا اوہیں بلی نے سر ہلایا چوہے نے چاہا کہ پانسے کو اولٹ دے
تاج الملوک نے چٹکی بجائی نیولا بچہ پلنگ کیطرح جست کر کے آستین سے باہر نکلا چوہا تو اوسکی

صورت دیکھتے ہی کافور ہوگیا اور بلی پر بھی دہشت غالب ہوئی چراغ سر سے پھینک کر ہوا
ہوئی شہزادے نے برہم ہو کر کہا کہ اے عیارنی تو نے یہ کیا ڈھنگ نکالا ہے باوجودیکہ تیرے گھر گوہر
شبچراغ تک ہیں ایک شمعدان بھی نہیں رکھتی وہ اس گفتگو سے نہایت خجل ہوئی غیرت سی پسینے
پسینے ہوئی اوسیوقت چوڑا اور شمعدان منگوا کر رکھا اور دونوں پھر اوسی کام میں مشغول ہوئے کہنے
والے نے یون کہا ہے کہ شہزادے نے اوس رات میں سات کروڑ روپے جیتے اسمیں صبح صادق ہوئی
تاج الملوک نے کہا کہ اب حضرت جہاں پناہ کے ناشتے کا وقت عنقریب آپہونچا ہے اگر میں اسوقت
حضور اعلیٰ میں حاضر نہونگا تو موجب قباحت کا ہوگا یہ کہکر اوٹھ کھڑا ہوا اور وہ روپے شام کے وعدہ پر
اوسکے پاس چھوڑ کر امیر کی خدمتمیں آکر حاضر ہوا شام کے انتظار میں تمام دن جوں توں کاٹا سورج کے
ڈوبتے ہی سج سجا کر ایک بادر فتار گھوڑے پر کہ جسکی تیز روئی کی رشک سے باد صبا بھی ہر دم سرد بھرتی
تھی سوار ہو کر اسکے گھر پر پہونچا یہ خبر سنکر اوسنے چند قدم چار ناچار استقبال کیا اور شاہزادہ کو بدستور کرسی پر
لا کر بٹھایا کھانا کھانیکے بعد کروڑ روپے کی بازی بدکر کھیلنے لگے کہتے ہیں کہ اوس کھلاڑن نے آدھی رات کے
عرصہ میں قریب سو کروڑ کے جو اوسکے خزانہ میں نقد تھے ہار دئے تب ششدر ہو کر ششِ و پنج کرنے لگی
آخر اثاث البیت کی نوبت پہونچی وہ بھی تاج الملوک کے ہاتھ لگا پھر اوسنے کہا اب تو تیرے
پاس کچھ باقی نہیں رہا اتنی رات کس شغل سے کٹیگی اب پورب پچھم کے شہزادے تو نے قید کئے ہیں
اون پر بھی ایک بازی کھیل اگر تو جیتے تو لاکھ روپے دو ن نہیں تو اونکو بھی لیلوں اور چاہوں سو کروں
اس بات پر وہ راضی ہوئی پلک مارتے ہی شہزادے نے وہ بھی بازی جیت لی تب وہ بولی اے
جوان بخت ایک بار اور میں اپنا نصیب آزماؤں اگرچہ یہ بازی میرے ہاتھ آئے تو اپنی سب جنس
ہاری ہوئی تجھسے پھیر لوں نہیں تو تیری لونڈی ہو کر رہوں شہزادے کے طالع کا ستارہ آسمان
ترقی پر چمک رہا تھا بات کی بات میں وہ بازی بھی جیت لی تب وہ سرو قد اٹھ کھڑی ہوئی اور
ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی کہ اے جوان خدا کی مدد سے تو نے مجھے اپنی لونڈیوں میں ملایا غرضکہ جس شکار کے
واسطے روئے زمین کے بادشاہوں نے تمام عمر صرف کی بخت بلند کی مدد سے اوسکو تو نے ہاتھوں
ہاتھ پکڑ لیا اب یہ بہتر ہے مجھکو اپنے نکاح میں لا اور باقی عمر دولت و حشمت کیساتھ بسر کر
تاج الملوک نے کہا کہ یہ مجھسے نہو سکیگا مجھے ایک بڑی مہم درپیش ہے اگر حقتعالیٰ کے فضل و کرم سے میں
اوسپر فتحیاب ہوا تو البتہ تو بھی کامیاب ہوگی اب تجھے لازم ہے کہ بارہ برس تک میرے انتظار میں نیک
بختی کا لباس پہنکر حقتعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہ اور اپنے کسب سے ہاتھ اوٹھا۔ اوسنے کہا ای بوستان

سرداری کے نونہال ابتک تیرے گلشن جوانی کا شگوفہ نہیں پہولا اور بہار شباب کے چمنوں پر صرصر پیری کا
جہونکا بہی نہیں لگا کیا لازم ہے جو تو سفر کرکے آتشکدۂ محبت میں عمداً آپکو گرائے اور آتش سرگردانی
قصر شادمانی میں قصداً لگائے مجھکو بہی اس کیفیت سے مطلع کر کہ میں بہی تیرے ساتھ جبتک میرے
قالب میں جان رہے اور وہ مہم سر نہو سعی اور تردد کروں کہ اب مجھکو تیرے بغیر یہ گہر بندی خانہ ہی

شعر اے فصیحی گہر بغیر از یار کے زندان ہے — ہر در و دیوار پہ لکھدیجئے ابیات کو

جب اوس علامہ نے اس راز سربستہ کے کہولنے میں حد سے زیادہ مبالغہ کیا تب شہزادہ نے کہا کہ سن
میرا نام تاج الملوک ہے اور زین الملوک شرفستان کے بادشاہ کا بیٹا ہوں قضا کار میرے باپ کی
آنکہیں جاتی رہیں حکیموں اور طبیبوں نے بالاتفاق گل بکاؤلی کے سوا اور کچھہ دوا تجویز نہ کی اوسی روز
سے میرے چار بہائی جو چند روز سے تیری قید میں ہیں گل مذکور کی تلاش میں نکلے ہیں میں بہی خفیہ اونکے
ساتھہ تھا وہ تو تیرے مکر و فریب میں پہنسگئے ہیں سینکڑوں حیلہ سے تجھہ تک پہونچا اور تجھپر غالب ہوا
اب اوسکی تلاش میں جاتا ہوں اگر گل مقصود ہاتھہ آیا تو خیر نہیں تو اوسکے پیچہے جان لے کہ میں نے بہی اپنی جان
سے ہاتہہ اوٹھایا اوسنے کہا اے شاہزادے یہ کیا خیال باطل تیرے دلمیں سمایا اور اندیشہ فاسد تیرے
جی میں آیا ذرّے کو کیا مجال کہ آپ کو آفتاب کی منزل تک پہونچائے پرندے کی کیا طاقت کہ آپکو ہمدم
صبا بنائے سن گل بکاولی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے اوسکے باغ میں وہ گل ہے اوسکی چار دیواری
کو آفتاب بہی نظر اوٹھا کر نہیں دیکہہ سکتا ہے ہزاروں دیو اوسکی نگہبانی کے واسطے چاروں طرف
مستعد رہتے ہیں کسی ذی روح کو طاقت نہیں کہ بے اجازت اونکے وہاں تک پہونچے اور بیشمار
پریاں پاسبانی کے لئے ہوا پر مقرر ہیں کہ کوئی پرندہ پر نہ مارے اوسکے سوا زمین پر سانپ اور بچہو لا
لا انتہا آٹہہ پہر چوکی دیتے ہیں کہ کوئی شخص اس راہ سے بہی اسکے پاس نہ پہونچ سکے اور زمین کے نیچے
جو ہونکا بادشاہ ہزاروں چوہوں کے ساتھہ رات دن خبرداری کرتا ہے کہ سرنگ کی راہ سے بہی کسی
کی رسائی نہو سکے سچ تو یہ ہے کہ اگر چیونٹی بہی چاہے کہ رینگتی ہوئی کسی حیلہ سے اوس تک پہونچے
ممکن نہیں ہے اے شہزادے تو اس خرابی میں زنہار گرفتار نہو قرآن شریف میں آیا ہے کہ نہ ڈالو
تم اپنے ہاتہہ ہلاکت کی طرف اور شیخ سعدی شیرازی نے فرمایا ہے جسکا ترجمہ یہ ہے **بیت**
کوئی مرتا نہیں بن آئے پر لیک تو منہ میں اژدہے کے نہ جائے شہزادے نے کہا فی الحقیقت
یہی بات ہے مگر حق تعالیٰ نے اپنی مہربانی سے خلیل اللہ پر آگ کو گلزار کر دیا تھا اگر میں عاشق
ثابت قدم ہوں اور میرے عشق کا جذبہ صادق ہے تو البتہ شاہد مراد کے دامن تک

میرا دسترس ہوگا مصرعہ کیا کرسکے دشمن جو دوست مہربان ہو - تو میرے چھوٹے سے قد پر نہ جا اگرچہ بنی آدم قوت میں دیو سے کمتر ہیں لیکن فہم و فراست میں زیادہ تر ہیں چنانچہ حقتعالی فرماتا ہے کہ ہر حالت میں بزرگی دی ہے میں نے آدم کو

حکایت برہمن اور شیر کی

آہ تو نے سنا ہے یا نہیں کہ کسی جنگل میں ایک روز برہمن کا گذر ہوا کیا دیکھتا ہے کہ ایک شیر بوٹی رسی سے جکڑا ہوا پنجرے میں بند ہے وہ اوسکو دیکھکر نہایت غریبی سے گڑگڑانے لگا کہ اے دیوتا اگر تو میرے اس حال زار پر رحم کرے اور اس قید سے مجھکو نجات دے تو اس جان

بخشی کے عوض ایک نہ ایک دن میں بھی تیرے کام آؤنگا برہمن سادہ لوح کا دل شیر کے بلبلانے پر بھر آیا مگر عقل کے اندھے کو یہ نہ سوجھا کہ دشمن ہے اسکی بات کا اعتبار نہ کیا چاہئے بے تامل قفس کا دروازہ کھولکر اوسکے ہاتھ پاؤں کھولدئے بند سے خلاص ہوتے ہی اُس خونخوار نے اوس کوتہ اندیش کو گردن سے پکڑ کر اپنی پیٹھ پر ڈال لیا اور وہاں سے چل نکلا بیت

نیکی کرنی بدوں سے ایسی ہے ؛ جیسے نیکوں سے کی بدی تو نے ؛ برہمن نے کہا اے شیر میں
نے تجھہ سے بھلائی کی نیکی کی امید کی اور تو ارادہ بدی کا رکھتا ہے مصرعہ میں نیکی سے گذرا بدی ہی
نہ کر شیر بولا ہمارے مذہب میں نیکی کی جزا بدی ہے اگر میرے کہنے کا اعتبار نہو تو چل کسی دوسرے
سے پچھوا دوں جو وہ کہے سو صحیح ۔ اس بات پر وہ گو ہر گنتیش راضی ہوا اسی جنگل میں بڑا پرانا برگد کا
درخت تھا شیر اور برہمن اوسکے نیچے گئے شیر نے اپنی درخواست اوس سے ظاہر کی اوس نے
اوسکے جواب میں کہا شیر سچ کہتا ہے اسوقت میں نیکی کا بدلہ بدی کے سوا اور کچھہ نہیں اے
برہمن سن کہ میں بر سر راہ ایک پاؤں سے کہڑا ہوں اور سب چھوٹے بڑے مسافروں پر
سایہ کرتا ہوں لیکن جو مسافر گرمی کا مارا ہوا میرے سایہ میں آکر دم لیتا ہے بیٹھکر ہوا کھاتا ہے
وہ چلتے وقت اپنے سر پر سایہ کرنے کو میری ڈالی توڑکر لیجاتا ہے کوئی میری شاخ کی لاٹھی
بناتا ہے کہہ بھلائی کا عوض برائی ہے یا نہیں شیر نے کہا کہو اب کیا کہتے ہو اوسنے کہا کسی اور
سے بھی پوچھہ شیر نے چند قدم جاکر راستہ سے اس بات کو پوچھا اوس نے کہا شیر سچا ہے
سنو شہر جی مسافر مجھے بھول کر ادہر اودہر بھٹکتا پھرتا ہے جب میں اوسے ملتا ہوں تب وہ
بآرام تمام اپنی منزل مقصود کو پہونچتا ہے لیکن اسکے بدلے وہ میری چھاتی پر پیشاب کرتا ہے
جانے ضرور بھی پھرتا ہے برہمن بولا تیسرے سے اور بھی دریافت کر پھر جو تیری مرضی ہو وہے
بہتر ہے شیر آگے بڑھا سامنے سے ایک گیدڑ ٹیلے پر بیٹھا نظر آیا اوسنے ارادہ بھاگنے کا کیا شیر للکارا
کہ : اے گیدڑ تو کچھہ اندیشہ نہ کر ہم ایک بات تیرے پاس پوچھنے آئے ہیں وہ بولا کہ حضرت کو
جو کچھہ ارشاد کرنا ہے دور سے فرمائیے کہ خود مابدولت کے رعب سے اس ناچیز کا طایر ہوش و حواس
اڑا جاتا ہے شیر نے کہا کہ اس برہمن نے مجھسے نیکی کی اور میں اس سے ارادہ بدی کا رکھتا ہوں
تو کہہ اس مقدمہ میں کیا کہتا ہے عرض کی یہ بات جو آپ ارشاد کرتے ہیں اس خاکسار کے خیال میں
نہیں آتی آدمی کی کیا مجال جو قوی ہیکل جانوروں کے شاہنشاہ سے کہ جسکے روبرو الشان پشہ سے حقیر
تر ہے کچھہ نیکی کر سکے مجھکو اس بات کا ہرگز اعتماد نہیں آتا جبتک کہ اپنی آنکھوں سے نہ دیکھوں شیر نے کہا
آ ہم دکھادیں پھر شیر برہمن کو لئے آگے آگے اور گیدڑ آہستہ آہستہ پیچھے پیچھے روانہ ہوا ایک آہنی
پنجرے کے پاس تینوں آکر پہونچے برہمن نے کہا اے گیدڑ شیر اسی پنجرے میں بند تھا میں نے خلاص کیا کہہ تیرا کیا
فتوی ہے گیدڑ بولا کہ اتنا بڑا شیر اس چھوٹے سے پنجرے میں کیونکر تھا اب میرے روبرو پھر اسمیں جا کے
اور اسیطرح اسکے ہاتھہ پاؤں بندہے تھے اوسیصورت سے باندہکے پھر تو کہو لے تو میں جانوں شیر اندر گیا اور

برہمن اوسکے ہاتھہ پاؤن باندہنے لگا گیدڑ نے کہا کہ اگر آگے سے اسکے باندہنے میں کچھہ فرق کریگا تو باللہ مین ہرگز اس بات کا جواب ندیکونگا اوسنے گیدڑ کے کہنے سے شیر کو خوب مضبوط باندہا اور پنجر لگا دروازہ بند کرکے کہا اے گیدڑ دیکھہ اسطرح یہ گرفتار تہا جو مینے کہولا گیدڑ بولا پتھر پڑیں تیری عقل پر اے نادان ایسے دشمن قوی سے نیکی کرنی اپنے پاؤں میں کلہاڑی مارنی ہے تجھے کیا ضرور ہے کہ دشمن کو قید سے چھڑائے جا اپنی راہ لے دشمن تیرا مغلوب ہوا اے عزیز سچ ہے جو کوئی فریاد اور بیصبری اپنے نفس کی جو مثل شیر کے جسم کے پنجرہ میں بند ہے اور اُسکے حال پر رحم کرکے صبر و توکل کی رسی اوسکے ہاتھہ و پاؤن سے بیجا کہولدے تو بہر صورت آپکو اوسکا لقمہ بنائے مگر خضر رہنمائی دستگیری سے بچے تو بچے۔ اے بیسوا یہ ذکر اسواسطے میں نے کیا جو تو جانے کہ طاقت جسمانی قوت روحانی نہیں رکہتی اب تجھے یہہ لازم ہے کہ پورب پچھم کے شاہزادونکو جو تو نے اپنے مکر و فریب سے قید کیا ہے چھوڑدے حقتعالی تجھکو بھی دوزخ کی آگ سے نجات دیگا لیکن اپنے بھائیوں کے واسطے بہت تاکید سے کہا کہ جبتک خدا مجھے پھر یہاں لائے انکی حفاظت قرار واقعی کیجیو یہ کہکر رخصت چاہی تب اوسنے باچشم خونبار چند اشعار پڑہے

اشعار۔

آتش سوزاں میں تو اک شوخ بے پروانہ جا ٭ نقد جان بیکسان کو چھوڑ کر تنہا نہ جا

تشنہ لب ای ابر نیسان اس صدف کو چھوڑ کر ٭ جانب ویرانہ ظالم اسقدر دوڑانہ جا
چل رہی ہی چار سو باد حوادث تیز و تند ٭ کلبۂ اخزان سے تو اے شادی دلہا نجا
تو نہیں واقف ہے حیلے سے زنانہ کر الٰہی ٭ یوسف دوراں یہ زندان ہی تو پھر آنجا
جسمیں تو جاتا ہی وہ ہے بحر ناپید اکنار ٭ مان میری باتوں کو ظالم یہیں رہ جا نہ جا
حشر میں پروانہ کو ظالم تو کیا دیگی جواب ٭ چھوڑ کر انکو کہیں اے شمع نور افزا نجا

اے عزیز تو نے معلوم کیا کہ میں نے کیا کہا اس باتکا حاصل یہہ ہے کہ دل عرش منزل تیرا جو رونق بخش تخت شاہی کا اور دیکھنے والا مادے اور مجرد کا تہا جب اوسکی آنکھہ اس خلقت ناپاک پر پڑی اور سکی بصارت کو زنگ لگا اور دیدہ روشن تاریک ہوگیا اب اوٹھ اور سرمہ بینائی ڈہونڈہ یعنی گل مراد کی تلاش میں کوشش کر لیکن راہ میں دنیائے عیارہ کی بازی میں کہ تختہ فریب کا دہرا ہے مشغول نہونا مباداوہ فاحشہ تجھکو فریفتہ کرکے بنا دے اور بعد اوسکے مکر کی بلی اور فریب کے چوہے کی مدد سے اچھا پانسہ اپنے حسب مرضی پھینکے اور اچانک تیرے توکل کا سرمایہ آخر ہوجاوے تب تجھکو دائم الحبس کر رکھے اگر تو جہ کے نیولے کی اعانت سے اس مکارہ کی بازی طلسم کو درہم و برہم کردے تو وہ فاحشہ جو بادشاہوں اور گردن کشون کی ہمنشین ہے تیری فرمانبردار لونڈی ہوکر چاہی کہ تجھکو اپنے حسن و جمال پر لبھائے پھر اگر تو اوسکے منہ پر الفت سے نگاہ نہ کرے تو یقین ہے کہ گل مراد کے دامن تک تیرا دسترس ہو

چوتھی داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاؤلی کی سرزمین میں دیو کی مدد سے

راوئی شیرین بیان یہ داستان یوں بیان کرتا ہے کہ تاج الملوک نے ٹھاٹھ قلندرانہ کیا اور چہرہ پر راکھہ مل پھر خدا کا نام لیکر چل نکلا بعد کئی روز کے ایک ایسی وادی پرخار میں کہ جسکی انتہا نہ تھی تاریکی سے ہرگز دن و رات میں فرق معلوم ہوتا تھا سپیدی اور سیاہی میں ذرا بھی امتیاز نہ کیا جاتا تھا جاکے وارد ہوا اور اپنے دل کو ڈہارس دیکر کہنے لگا کہ اے عزیز یہ پہلی ہی بحر مصیبت کی لہر ہے تجھکو تو ابھی سار اور یا تیرنا ہے ہمت کی کمر چست باندہ اور سمندر کی مانند آپکو آتشکدہ میں ڈال دیکہہ تو خدا کیا کرتا ہے۔ بیت

غواص کرے خوف جو گہڑیالوں سے ٭ تو ایک بہی موتی نہ لگے ہاتہہ اوسکے ٭ یہ سوچ کر آخرش اوس صحرا میں جا نکلا جو قدم پڑتا تھا کانٹا گڑتا تھا ہر گام پر آہ و نالہ کرتا تھا غرض اوس دشت پرخار میں جو جہلا کے دل سے تاریک تر تھا درندوں کا مسکن پر خطر تھا اگر ایک دم وہاں آفتاب آئے تو اپنا نور کہو جائے ہر طرف اژدہے بہوکے پیاسے منہ کہولے پڑے تھے گویا خالی گہروں کے دروازے تھے پہالوں کے سوا نہ کہیں وا پہولوں کے سوا نہ کوئی آبشار مدت تک شاہزادہ داہنے بائیں چاروں طرف دوڑتا پہرا جہاڑیوں کے رگڑوں سے بدن چہل گیا ہر ایک عضو سے لہو ٹپکنے لگا یہانتک کہ پہول سے تلوے اوسکے ببول کے کانٹوں سے چہد گئے کہتے ہیں کہ شاہزادے نے ایسی مصیبت اور محنت اوٹھا کر بارے اس جنگل کو طے کیا اور لاکہوں سجدے شکر الہی کے بجا لاکر آگے بڑہا سامنے سے ایک دیو پہاڑ سا بیٹھا نظر آیا اور وہ سمجھا یہ پہاڑ ہے جب نزدیک پہونچا دفعتاً اوس ظالم نے اپنے سر کو بلند کیا ہمسر فلک ہو گیا اور مارے خوشی کے گرج کر بولا کہ تصدق جاؤں میں اپنے رزاق کے اور قربان ہوں اوس خالق کے کہ جسنے ایسا لقمۂ لطیف مجھ دیو کثیف کیواسطے گہر بیٹھے بہیجا یہ کہکر شاہزادے سے مخاطب ہوکر بولا کہ اس ایام جوانی میں تجھے کسنے عروس اجل کا مشتاق کیا اور حلاوت زندگانی کو تجہپر شاق کیا جو تو شہر حیات کو چہوڑ کر پائے خواہش سے ویرانۂ موت میں آیا شہزادہ اسکی ہیبت سے تہرایا چہرہ کا رنگ پتنگ سا اوڑ گیا منہ پر ہوائیاں چہوٹنے لگیں کہا اے دیو تو میرا حال کیا پوچھتا ہے کہ زندگانی اس دنیائے فانی کی مجہپر وبال ہوئی ہے اگر مجھے اپنی جان عزیز ہوتی تو میں ہرگز آپ کو موت کے پنجہ میں نہ ڈالتا اور تجہہ سے خونخوار کے دام میں گرفتار نہوتا اب مجھکو زندگانی کی صعوبت سے چہڑا اور بلا توقف میرا کام تمام کر کہ ایک ساعت کی زیست مجہپر سو برس کی مشقت کے برابر ہے بیت

کٹی خوشی سے تو ہے زلیست خضر کی تھوڑی :: نہیں تو نیم نفس ہی بہت ہے جینے کو - دیو کو اوس کی
درد انگیز باتون پر رحم آیا حضرت سلیمان علیہ السلام کی قسم کہاکہ یہ بات زبان پر لایا کہ اے آدمزاد
مین تجھے ہرگز رنجیدہ خاطر نہ کرونگا اور سر مو تصدیعہ نہ دونگا بلکہ اپنی پناہ میں رکھکر جس مطلب کے
واسطے نکلا ہے اسمیں کوشش اور مدد کرونگا پس ہر روز دیو شہزادے پر شفقت زیادہ کرتا اور بار ہا
دلاسا دیا کرتا تاج الملوک میٹھی میٹھی باتیں کر کے اوس سے شیر و شکر کی مانند مل گیا اور چاپلوسی اور
تملق سے اوسکو محبت کے شیشہ میں اتارا القصہ ایک روز دیو نے مہربان ہو کر کہا تیری غذا کیا ہے
میں لاؤں تاج الملوک نے عرض کی آدمیون کی غذا شکر - گھی - میدہ - گوشت وغیرہ یہی چیزین ہیں یہ
سنتے ہی دیو چلا گیا اور ایسے قافلہ کے پاس پہنچا کہ جسکے لوگ شکر اور گھی اور میدہ اونٹوں پر لادے ہوئے
کہین لئے جاتے تھے وہ لدے لدائے اونٹ شہزادہ کے پاس اوٹھا لایا اور کہا اپنی خورش لے اور اسمیں
سے کھا تاج الملوک نے وہ سب سامان اونٹوں پر سے اتار لیا اور اونکو جنگل میں چھوڑ دیا پھر ہر روز
اپنے کھانیکے موافق کچی پکی روٹی پکاکر کھانے لگا اسیطرح چند دن گذرے ایک دن شہزادہ نے
کئی من میدہ لیکر اوسمیں گھی شکر ملاکر بڑی بڑی پتھر کی چٹان پر ڈالکر ہاتھ پاؤں سے خوب روند کر گوندہا
پھر ادہر اودہر سے سوکھی لکڑیاں جمع کر کے روغنی روٹ سینک کر اور اونٹ کے کباب بھی خوب
نمکین ہوئے دیو نے پوچھا کہ آج تو نے اتنی تکلیف کیوں اوٹھائی اور کسواسطے نصف پھرچی پر کمر
باندہی تاج الملوک نے کہا یہ سب تمہارے لئے ہے کہ تم بھی ایک لقمہ اسمیں سے کھاکر آدمیون کے
کھانیکی لذت دریافت کرو دیو نے یکبارگی سب کا سب اوٹھاکر منہ میں ڈال لیا اس سے پہلے ایسے
کھانیکی اوسنے لذت نہ چکھی تھی مارے خوشی کے اوچھل اوچھل کر کھاتا تھا اور بار بار شاباش کہکر تعریف
کرتا تھا اور کہتا تھا اے آدمزاد تو نے مجھے ایسی چیز کھلائی کہ میرے باپ دادا نے بھی کبھی نہ کھائی ہوگی بلکہ
آجتک کسی دیو نے اس کھانیکی لذت نپائی ہوگی اس کھانیکا احسان میں ابد تک مانونگا اور دل سے
تیرا ممنون رہونگا جب شاہزادہ نے اوسکی رغبت دیکھی تو ہر روز نئی قسم کی روٹی اور کباب تیار
کر کے کھلاتا دیو نہایت محظوظ اور خوش ہوتا یہانتک کہ ایک روز خود کہنے لگا کہ اے آدمزاد تو ہر
روز اس لقمۂ لذیذ سے مجھے ایسا خرسند کرتا ہے کہ اگر میرے بدن پر ہر رونگٹے کی جگہ زبان پیدا ہو اور
ہر زبان سے شکر تیرے احسان کا ادا کروں تو بھی نہو سکے لیکن ابتک کوئی تیرا کام میرے ہاتھ سے
نہیں نکلا اگر کچھ مطلب ہو تو بیان کر تاج الملوک نے عرض کی کہ میں نے سنا ہے کہ دیولوگ کہا کرتے
اکثر جھوٹ کیطرف راغب ہوتا ہے اور اپنی بات پر قائم نہیں رہتے اگرچہ حضرت سلیمان علیہ السلام

مین اپنا راز تمپر ظاہر کرون تب دیو بولا مین اس بزرگ کی قسم سے ڈرتا ہون خدا جانے تو کیا کہے ہے
اگر وہ مجھسے نہو سکے تو مرنا پڑے آخرش چار و ناچار قسم کھائی اور پوچھا کہو کیا مطلب ہے تاج الملوک
نے کہا کہ مجھکو ایک مدت سے ملک بکاولی کی سیر کا سودا ہے اوس سرزمین مین پہونچا دے یہی اب
میری آرزو ہے یہ بات سنتے ہی او سنے ایک آہ سرد سینہ سے کھینچی اور دو ہتڑ اپنے سینہ پر مارکر
بیہوش ہوگیا بعد ایک ساعت کے جو ہوش آیا تو ہائے ہائے کرنے لگا اور ماتم زدونکی صورت بنا
کہنے لگا اے آدمزاد حقتعالی نے تیری اجل کا رشتہ میرے ہاتھ مین نہ دیا بلکہ میرے حیات کی
باگ تیرے ہاتھ مین دی۔ سن بکاولی پریوں کے بادشاہ کی بیٹی ہے اٹھارہ ہزار دیو بلکہ اس سے
بھی زیادہ اوسکے باپ کے غلام ہین وہ ہرطرف اوسکے ملک کی پاسبانی کرتے ہین تو ایک طرف
وہاں کے چوکیدار جو اس ملک سے نزدیک ہین اونہوں نے بھی اوس ملک کی چار دیواری کو
نہ دیکھا ہوگا کسی ذی حیات کی کیا طاقت بلکہ صرصر بھی اون دیوؤں کی بلا اجازت چھ برس روز کی
راہ تک نگہبان ہین ممکن نہیں کہ پہونچ سکے اور پریاں دن رات نگہبانی مین مشغول ہین کہ کوئی پرندہ
اوس سرحد مین پر نہ مارسکے اور زمین کے نیچے چوہوں کا بادشاہ بے انتہا فوج سے اور سانپ
و بچھوؤں کا لشکر زمین پر حفاظت کیواسطے مقرر ہے تاکہ کوئی سرنگ لگا کر بھی نہ پہونچے پھر مین
تجھے وہاں کیونکر پہونچاؤں اور جو نہ پہونچا تو یقین ہے کہ بسبب اسکے جان سے جاؤن اب تو ایک
کام کرکہ آج پھر اسیطرح سے کھانا پکا اور دیکھہ کہ پردہ غیب سے کیا ظاہر ہوا اور میری سعی و کوشش
سے ہاتھہ کیا بن پڑے۔ تاج الملوک نے وہی کیا جب کھانا دیو نے تیار دیکھا تو چنگھاڑ اور فوراً
شمال کی طرف سے ایک اور دیو پہاڑ سا پہونچا اور دونوں دست بوسی کرکے بیٹھ گئے پھر
تاج الملوک پر دوسرے دیو کی نظر پڑی شاہزادہ نے اوسیوقت جھک کر سلام کیا اوسکے
سلام کرنیسے دیو نے حیران ہوکر صاحب خانہ سے پوچھا کہ اے بھائی یہ تعجب کا مقام ہے کہ اب تک
کسی نے نہ دیکھا نہ سنا ہوگا کہ دیو اور آدمی سے موافقت ہو اور دونون ایک جگہ ہمنشین رہیں
اسکے یہان رہنے کا کیا باعث ہے دیو نے کہا کہ اے بھائی اس آدمزاد سے مجھکو کسیطرح بدی
کرنی اس سبب منظور نہیں اور تجھکو اسواسطے بلایا ہے کہ تو بھی اسکے ہنر سے واقف ہو۔ یہ کہکر صاحبخانہ
نے سامان مہمانی کا لاکر مہمان کے آگے رکھا وہ دیو اس لقمۂ شیرین کو منہ میں ڈالتے ہی نہایت
متلذذ ہوکر خوشی کے مارے ناچنے لگا آخر کھا پی کر مہمان نے کہا کہ کہو بھائی تم نے بھی آج تک
آدمی کا کچھہ کام ہوا یا نہیں گھر کے مالک نے جواب دیا کہ یہ شخص ایسے کام کے واسطے تکلیف دیتا

ہے کہ میری حد امکان سے باہر اور سعی اور تردد کے احاطہ سے خارج ہے اگر تو مہربانی کرے تو
شاید یہ کامیاب ہو پھر اوسنے پوچھا کہ یار ایسی کونسی بات ہے جسمیں تم عاجز ہو میزبان نے کہا کہ اسکو
سیر ملک بکاولی کی خواہش ہے مہمان بولا کہ جو جان بوجھ کے پوچھے تو پھر خطا ہے سوال۔ صاحبجی
نے کہا کہ میں نے حضرت سلیمان کی قسم کھائی ہے مگر تو توجہ کرکے اسکو شاید مراد سے ملائے تو
فی الحقیقت میری جان بخشی کرے۔ القصہ اوس دیو کی بہن حمالہ نام اٹھارہ ہزار دیو جو بکاولی کے
ملک خاص کے چوکیدار تھے وہ ونکی سردار تھی اوسکو ایک خط اس مضمون کا لکھا کہ اے خواہر
عزیز مجھکو ان دنوں میں ایک سفر درپیش ہوا ہے کہ بغیر اوسکے کسی صورت سے مجھے رہائی نہیں اور
ایک مدت سے میں نے ایک آدمزاد کو بجائے فرزند کے پرورش کیا ہے اب میرے جانیکے
بعد گھر خالی رہیگا بہر صورت اسے خوف و خطر ہے اسواسطے اس نور دیدہ کو تمہاری خدمت
میں روانہ کیا چاہتا ہوں کہ اسکے حال پر شفقت کی نظر رکھو کسیطرح سے یہ تصدیعہ نہ اوٹھاوے والسلام
اور قاصد کے ہاتھ میں دیا پھر تاج الملوک کیطرف منہ پھیر کر اشارہ کیا کہ اسکے ساتھ جا میں نے
تو گیند سعی و تردد اپنے بازو کے زور سے میدان مطلب میں پھینکی اگر تیرا چوگان بخت مدد کرے
تو شاید اپنے مطلب کو پہونچے یہ کہکر قاصد کے بائیں ہاتھ پر بٹھا دیا اوسنے داہنے ہاتھ کا سایہ
کیا اور راستہ پکڑا بخیریت تمام منزل مقصود میں جا پہونچا اور دوسرے حمالہ کو سلام کرکے شہزادے
کو نامہ سمیت حوالہ کیا وہ دیکھکر نہایت خوشی سے غنچہ کے مانند کھل گئی بہت سمائی تھی نہ اپنے پیرہن
میں نہ خوشی سے روح پھولے تھی بدن میں غرض قاصد کیطرف متوجہ ہو کر کہنے لگی اگر بھائی
مجھکو سرخ گندھک کی کان بھیجتا یا انگوٹھی حضرت سلیمان کی تو میں اتنا خوش نہ ہوتی جیسا کہ اسکے
آنے سے ہوئی اوسکے بعد خط کا لفافہ کھولکر اوسکا احوال دریافت کرکے جواب لکھا کہ اے برادر
مجھکو ایکدن بستی کی سیر کا اتفاق ہوا تھا وہاں ایک بادشاہ کی بیٹی نہایت خوبصورت ولاثانی میرے
ہاتھ لگی اوسکو بیٹی کی طرح میں نے پرورش کیا ہے محمودہ نام رکھا اب وہ چودہ برس میں چودھویں
رات کا چاند ہوئی کارساز نے اوسکا جوڑا اس تقریب سے بھیجا الحمدللہ کہ یہ بات خاطر خواہ بن پڑی
زیادہ شوق ملاقات والسلام۔ اور خط دیکے نامہ بر کو رخصت کیا اور محمودہ کو تاج الملوک کیا تھہ
بیاہ دیا اے عزیز روشنی چشم ظاہر بین کی سات پردوں میں ہے اور تجلی باریتعالی کی کہ نور دیدہ اولیا کی
ستر ہزار پردہ میں ہے اگر یہ ارادہ ہو کہ وہ پردے درمیاں سے اوٹھیں تو پہلے اس بڑے نگہبان دیو
نفس کا حجاب بیچ سے اوٹھا کر اوسکو بس میں کر کہ وہ لعین اپنی کجروی چھوڑ کر محمودہ کے مقام میں پہونچائے

لیکن یہ بات یاد رکہہ اگر دیو سے اولٹا کیجئے تو سیدہا پڑے القصہ تاج الملوک چند مدت محمودہ کی صحبت
میں رہا لیکن اوس غنچہ کا دل اوسکی باتوں سے نہ کہلا اوس گل کے پاس شگفتہ ہو کر نہ بیٹھا ایک رات
محمودہ نے شہزادہ سے کہا اے مایۂ نشاط شاید آدمیوں کی یہی وضع ہے جو رات کو اپنی ہمخوابہ کے
گلے لگکے نہ سوئیں الگ پڑے رہیں بوس و کنار نہ کریں اور صبح کو جیسے کے تیسے اوٹھہ کہڑے
ہوں تاج الملوک بولا کہ عیش و عشرت کی ہوس انسان میں اس سے بہی کچہہ زیادہ ہے مگر یہاں
کسی کتھے بیٹھے کو جی نہیں چاہتا بلکہ جان شیرین بہی تلخ ہے کیونکہ ایک بڑی مہم در پیش ہے اور میں نے عہد کیا
ہے کہ جبتک وہ سر نہو دنیا کی تمام لذتوں کو حرام سمجہوں کسی سے اختلاط نہ کروں محمودہ بولی وہ کیا ہے
بیان کر کہا کہ میں ملک بکاؤلی کے دیکہنے کی خواہش رکہتا ہوں محمودہ نے جواب دیا خاطر جمع رکہو

پانچویں داستان تاج الملوک کے پہونچنے کی بکاؤلی کے باغ مین لینا گل کا اور عاشق ہونا بکاؤلی پر
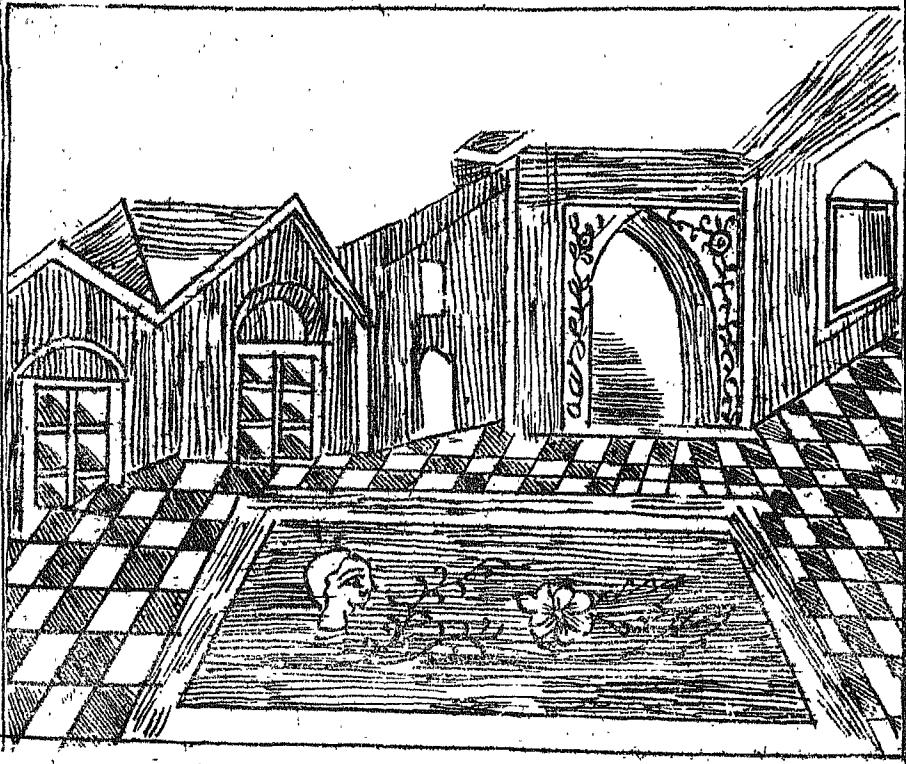
انشاء اللہ تعالی کل رشتہ امید کی گرہ ناخن تدبیر سے کہولونگی اور وہ ملک تجہے دکہادونگی خیر وہ رات جون تون گذری جب ماہتاب چہپا اور آفتاب نکلا حمالہ دونوں کو خوابگاہ سے باہر لائی اور اپنے داہنے بائیں زانو پر بیٹہا کر شفقت اور الطاف مادرانہ کرنے لگی محمودہ بہی سرو قد اوٹہکر آداب بجا لائی اور عرض کی اماں جان میں کچہہ گذارش کیا چاہتی ہون اگر قبول ہو تو کرون حمالہ نے سر و آنکہیں چوم کر کہا کہو محمودہ بولی کہ یہ ملک بکاؤلی کے دیکہنے کا ارادہ رکہتے ہیں جسطرح تم سے ہوسکے انکو وہاں پہونچاؤ حمالہ نے ہرچند حیلہ اور عذر کئے آخرش دیکہا کہ لڑکی کسیطرح اسکا خیال نہیں چہوڑتی ناچار قبول کیا اور چوہوں کے بادشاہ کو بلاکر فرمایا کہ اسیوقت یہان سے بکاؤلی کے باغ تک سرنگ کہود کر اس شہزادہ کو کہ میری حیات کا سرمایہ ہے اپنی گردن پر سوار کرکے اوس باغ میں پہونچاؤ مگر خبردار سرمو اسے آسیب نہ پہونچے ہرگز اسے اپنے اوپر سے نیچے نہ اترنے دیجیؤ اور سنتے ہو جب حکم ویساہی کیا باغ میں پہونچکر شہزادہ نے آہستہ آہستہ چاہا کہ اترکر نیچے جائے چوہے نے نہ چہوڑا اور ارادہ پہرنے کا کیا تاج الملوک بولا کہ اگر تو مجہے اس باغ کی سیر کو جانے دے تو بہتر ورنہ میں آپ کو ابہی ہلاک کرتا ہون چوہا ڈرا کہ اگر یہ اپنی جان پر کہیل جائیگا تو میں بہی حمالہ کے ہاتہہ سے نہ بچونگا ناچار جانے دیا تاج الملوک جاکر کیا دیکہتا ہے کہ سونے کی زمین پر زر خالص کی چاردیواری میں لعل بدخشانی اور عقیق یمنی نیچے سے اوپر تک جڑے ہیں زمرد کے چمنوں کے آس پاس فیروزے کی نہریں گلاب سے معمور دیکہکر خدائی نظر آئی سبحان اللہ کیا سہانا باغ ہے کہ دیکہنے والون کے منہ پر جسکے چمن کی سیر سے شفق پہولی ہوئی نظر آئے اور پہولوں کی رنگت کی سرخی سے گل سرخ آفتاب شرمندگی کے مارے پسینہ میں ڈوب جائے وہاں کے انگور کا خوشہ زمردین عقدہ پر دین کا رشک بڑہاتا ہے اور سنبل کا عالم ہر ایک زہرہ جبین کے گہونگروالے بالونکو پیچ و تاب میں لاتا ہے اگر اوسکے گلزار کی شبنم کا ایک قطرہ سمندر میں پہونچے تو مچہلیون میں گلاب کی بو آنے لگے جو وہاں کے پرندون کی صدا آسمان کے کان میں پڑے تو گردش سے باز رہے اور اگر زہرہ سنے تو فی الفور وجد میں آکر ناچتی ہوئی ماہتاب کی سمت سے زمین پر گر پڑے معشوقوں کی فندقوں سے وہاں کے عناب رنگین تر اور سرگردانی میں قامت خوبان سے کہیں بہتر اوسکے ایوان کی شمع اگر مرغ زرین فلک پرواز ہو تو بجا ہے اور ماہتاب اوسکی صفائی پر دیوانہ ہو تو روا ہے طرفہ تر یہ کہ لعل کے درختوں پر موتیوں کے گچہے ایسے درخشان ہیں جیسے خورشید کے شجر میں ستارون کے خوشے آویزان گلاب کے جڑاؤ حوضوں پر زمرد کی ڈالیان ہوا سے جہک جہک کر گریں اور لطیف گوہر شب چراغ کی آگین

تیرتی پھرتی شہزادہ یہ رنگ دیکھتا بھالتا قدم بڑھائے چلا جاتا تھا کہ ایک دالان صرف یاقوت کا اور اسکے سامنے زبرجد کا اور بیچ میں اُن کے ایک حوض مرصع پاکیزہ گلاب سے بھرا ہوا اوسکی اطراف کی ناندوں میں جواہر خوش آب کے گنٹے دئے ہوئے اور اوس میں ایک پھول نہایت لطیف و نازک خوشبودار کھلا ہوا نظر آیا تاج الملوک نے اپنے ذہن کی رسائی سے دریافت کیا کہ ہو نہو گل بکاؤلی یہی ہے فوراً کپڑے اتار کر حوض میں کودا اور گل مقصود لیکر کنارے پر آیا پوشاک پہنی اور اوسکو کمر میں باندھ لیا پھر محل کی سیر کو متوجہ ہوا آگے بڑھتے ہی ایک قصر لعل یمانی کا نظر آیا دروازے اوسکے ہم پہلوئے آسمان نئے طور کے تھے اوسکے ہر مکان کی چمک کے آگے دھوپ پھیکی اور چاندنی دھندلی یہ پروانہ کی مانند شوق کے بال و پر کھولے ہوئے اسکے اندر بید سڑک چلا آیا پھر ایک دالان نہایت خوش اسلوب عقیق کا اوسکا بہت خوب اوسکی ساخت کے نئے ٹین اور خوش قطع ہر ایک شہ نشین منظر پڑے پردے اُسکے کارچوبی کے جابجا سلمے کی بیل ستاروں کے بوٹے سب پر چھوٹے ہوئے تھے شہزادہ اوسمیں بھی در آیا مگر کھٹکا لگا سا کھڑا رہ گیا ایک جڑاؤ پلنگ پر ایک پری دبلی پتلی مست خواب بیحجاب نظر آئی بال بکھرے ہوئے آنچل پھیلا ہوا انگیا مسکی ہوئی کرتی سرکی ہوئی پائجامہ چڑھا ہوا ازبند لٹکا ہوا زانو سے ہاتھ ملائے رکھے ہوئے جوانی کی نیند میں بیخبر سوئی ہے اوسکے رخسار آتشناک سے زمین و آسمان روشن و نورانی آئینہ مہر و ماہ کو ہمیشہ حیرانی اور اسکی چشم سیہ مست سے نرگس کو مدام پشیمانی لب نازک کے رشک سے لالہ خون میں غلطان اور ابرو کی چاہ سے ہلال زار و ناتوان معلم بہار اوسکے غنچہ دہن سے کوئی حرف نہ سنے تو اطفال شگوفہ کو پہولنے کا سبق دے نہ سکے اگر زنگی شب اوسکی زلف مشکیں کے سایہ میں نہ آئے تو آفتاب کیطرح تیغ شعاع سے مارا جائے سرو قد گلعذار وہ ہو شکرین لب عزیز دل مہرو کہیں پردہ سے گروہ باہر آئے ۔ چاند و سورج کی جوت یکسر جائے ۔ سلک دنداں سے گر خبر پاتا ۔ تو ثریا کو پردہ ہی بہاتا ۔ وصف کرتا ہے کیا تو اس گل کا ۔ اوسکی بلبل کو اس چمن سے ملا ۔ تاج الملوک دیکھتے ہی بیخود ہوگیا اور گر پڑا ایکساعت کے بعد جب ہوش آیا تو آپ کو سنبھال کر جوں توں اوسکے سرہانے تک پہونچا اور ایک آہ سرد دل پر درد سے بھر کر یہ اشعار پڑھے **اشعار** جب اوٹھا کر نقاب ہو تو عیاں کھینچے شرمندگی مہر تاباں ۔ لیلۃ القدر رہتی ہے پنہاں مست ہر دم شراب حسن سے ہے کسکی پروا ہے اے مہ تاباں ہمیہ کیا کیا گذر گیا لیکن ہنوز تجھے خبر جاناں ۔ القصہ شہزادہ نے اپنے دلمیں تجویز کیا کہ یہاں اپنے آنیکی کچھ

نشانی چھوڑ جانی چاہیئے اوس پری کی انگوٹھی باآہستگی و نرمی اوتار لی اور اپنی اوسے پہنادی پھر انگھیں پھیر کر یہ شعر پڑہتا ہوا وہاں سے چلا ٭ لالہ ساں اس باغ سے ہم داغ ہجران لیچلے ٭ خاک سر پر داغ دلپر سینہ بریان لیچلے ٭ باغ دنیا میں نہوگا کوئی ہمسا بدنصیب ٭ آکے ایسے باغ میں اور خالی دامان لیچلے ٭ آخر حالت خواب میں اوس سے وداع ہوکر اور سرنگ کی راہ سے چوہے پر سوار ہوکر اپنے مکان میں آپہونچا حمالہ اوسکے انتظار میں حیران اور خون جگر آنکھوں میں بھرے بیٹھی تھی اسکو دیکھتے ہی اوسکا غنچہ خاطر کھل گیا دن ہنسی خوشی سے کٹا اتنے میں عروس روز نے شفق کے گھونگھٹ میں اپنا منہ چھپالیا اور محبوبہ شام نے طرہ مشکفام دکھایا تاج الملوک اپنی اُ ننگ سے محل میں گیا اور اس رات محمودہ سے ہمکلام و ہمکنار ہوا بلکہ اسیطرح چندروز عیش و عشرت میں کاٹے

چھٹی داستان تاج الملوک اور محمودہ کے رخصت ہونیمیں حمالہ سے اور دلبر کے پاس پہنچنا

کہتے ہیں کہ ایک رات تاج الملوک محمودہ سے خلوت میں ادہر ادہر کی باتیں کرتے کرتے کہنے لگا اے مایہ عیش و شادمانی اگرچہ اسجگہہ سب طرح کی خوشی ہے اور کسی طرح کا رنج نہیں ہر وقت جو اسباب نشاط چاہیئے وہ موجود ہے لیکن کبتک ہموطنوں اور ہمجنسوں سے دور رہئے اور کہانتک دوستوں کی جدائی کا غم سہیئے کچھہ ایسی ترکیب کرنی چاہیئے کہ اس مجلس ناجنس سے رہائی پایئے اور دشمنوں کے پنجہ سے چھوٹ جایئے ٭ ہے عزیزوں ہی کی صحبت سے تو جینے کی بہار ٭ ورنہ کیا فائدہ ہے خضر سا تہار رہنا ٭ محمودہ نے کہا خاطر جمع رکھہ کل رخصت لونگی جب عطار گردوں نے مشک تاتار شب سے شیشۂ ماہ بھر کر طاق مغرب میں دہرا اور خوان زرین آفتاب کا گاؤں مشرق پر رکھہ کافور صبح سے بھرا حمالہ نے دو بہاری خلعت اور کئی خوان میوے کے تیار کر کے دونوں کو خوابگاہ سے باہر نکالا اور خلعت پہنا کر اور میوہ کہلا کر دونوں کو داہنے بائیں زانو پر بٹہالیا اور سر و منہ چومنے لگی اس اشفاق پر بہی دونون کا غنچۂ دل نہ کہلا تب بولی اسے دختر باتمیز و اے داماد عزیز جو تمنا تمہارے دل میں ہو سو کہو آسمان کے تارے بھی مانگو تو اوتار لاؤنگی محمودہ نے اوٹھکر عرض کی کہ تمہاری توجہات اور عنایت سے کوئی آرزو ہمارے دل میں باقی نہیں اگرچہ تمہاری آتش جدائی بھی چمن عشرت کو جلا یگی اور تمہاری مجلس سے جانا گویا جان کی رخصت ہے لیکن ہر ساعت ہمجنسونکا

شعلہ فراق میرے سینہ میں بہڑکتا ہے اوسنے دل وجگر جلاکر خاک سیاہ کردیا ہے اگر حکم ہو تو چند
دن کے واسطے ہمجنسو نکی صحبت میں جاؤن اور انکے آب وصال سے اس آگ کو بجہاؤن مگر سچ ا
کہیں رہوں میں پرستار رہون مگر تیری ۔ حمالہ نے اسبات کے سنتے ہی ٹہنڈی سانس بہر کر کہا کہ بیٹے
اسواسطے تجہے پرورش کیا تہا کہ اپنی آنکہوں کو صبح وشام بلکہ مدام تیرے سر سہ دیدار سے روشن
رکہوں پہر تو کیا کرے حق بجانب تیرے ہے میں خوب جانتی ہون کہ یہ فتنہ سویا ہوا شاہزادہ نے
جگایا ہے اگر آگے سے میں ایسا جانتی تو ہرگز تیرا بیاہ اوسکے ساتھ نہ کرتی سچ یہی گناہ میرا کچہ نہیں
خطا تیری ۔ قصہ مختصر حمالہ نے جب دیکہا کہ انکا دل یہان ہرگز نہیں لگتا تو ایک دیو کو بلاکر کہا کہ شہزادہ
کی جہاں کہیں مرضی جانے کی ہو باحتیاط تمام وہان پہونچا دے اور اونکی رسید مجہے لادے تو تیری جان
کی خلاصی ہوگی اسکے بعد حمالہ نے دو بال اپنے سر سے اکہیڑ کر ایک تاج الملوک کو دوسرا محمودہ کو
دیا اور کہا کہ جسوقت تجہکو کوئی مہم درپیش ہو تو یہ بال آگ پر رکہنا اور مجہکو اٹہارہ ہزار دیوون سمیت
بات کی بات میں وہاں پہونچا جاننا پہر تاج الملوک کے ہاتہ میں محمودہ کا ہاتہ دیکر یہ شعر پڑہا ع
سپردم بتو مایۂ خویش را   تو دانی حساب کم و بیش را + کہنے والے نے یوں کہا ہے کہ اس وقت وہ
دیو پہاڑ کی مانند بجلی سا تیز رو دوڑا آیا اور پوچہا جہاں پناہ کہاں پہونچا دوں شہزادہ بولا شہر فردوس
میں دلبر لکہا بسیوا کے باغ میں یہ سنکر دلون کو اپنے کاندہے پر بٹہاکر ایک پل میں وہاں جا اوتارا اور
رسید مانگی تاج الملوک نے کہا ذرا تامل کر میں لکہے دیتا ہوں یہ آواز شہزادہ کی جو بسیوا کے کان میں
پڑی تو سنتے ہی دوڑی آئی اور اوسکے قدمونپر گر پڑی اور سجدۂ شکر بجا لائی اور کہا ع
ہر موکی جگہ تن پہ اگر میرے زبان ہووے۔ تو بہی نہ تری بندہ نوازی کا بیان ہو ۔ شہزادہ نے اپنے پہونچنے
کا حال لکہکر دیو کو دیا اور رخصت کیا اسکے بعد بیابان کی صعوبت دیو ستم کی شفقت حمالہ کی مروت
محمودہ کے نکاح کی کیفیت گل بکاؤلی کے ہاتہ آنیکی حقیقت مفصل اوس سے بیان کی پہر وہ اٹہ کر
محمودہ سے ملی اور بہت سی اوسکی دلداری و مہمانداری کی شاہزادہ نے وہان چند روز توقف کیا پہر
اپنے ملک سے جانے پر مستعد ہوا اسواسطے کہ گل پہنچنے سے اوس بلبل منتظر کی آنکہیں روشن ہون
فرمایا کہ اسباب سفر کا تیار کریں کشتیوں پر بار کریں اہلکار وہی عمل میں لائے اتنے میں بندیخانہ
کے داروغہ نے آکر عرض کی کہ پورب کے شہزادون کے حق میں کیا حکم ہوتا ہے تاج الملوک
صاحب خانہ کیطرف متوجہ ہوا کہ ہرچند میں بہائیوں کی سفارش کروں لیکن قبول نہ کیجیو جبتک وہ
تیری مہر کا داغ اپنے اپنے چوتڑون پر نہ کہائیں جو ہی زندان بان اونکو لایا تاج الملوک نے

بہت سی سفارش کی کہا کہ اگر شہزادے پورب پچھم کے تو لے چہوڑ دئے ان بیچارون کو بہی اس
گرفتاری سے نجات دے کہ خلق مین تیری نیکنامی اور خالق کے آگے سرخروئی ہو وہ بولی آپ
اسمین دخل نہ کیجئے مین ہرگز نہ چہوڑوں گی مگر ایک صورت سے کہ اپنے چوتڑوں پر میری مہر کا
داغ کہائیں شہزادوں نے اسکے سوا اور کچہہ اپنی رہائی کی صورت نہ دیکہی ناچار قبول کیا چوتڑ
دغواکے وہانسے چہوٹ اور جان سلامت لے گئے تاج الملوک نے چلتے وقت ایک خلعت اور لاکہہ روپے
خرچ کیواسطے دلوا دئے اُنہوں نے اور کسی شہر مین جمعیت بہم پہونچائی پہر وطن کی راہ لی اور تاج الملوک
نے بہی دلبر اور محمودہ کو معہ اسباب لیکر اپنے ملک کیطرف تری کی راہ سے رخصت فرمایا اور ارشاد کیا
کہ فلانے شہر مین پہونچکر مقام کرنا مین بہی عنقریب خشکی کی راہ سے پہونچتا ہوں کہتے ہین کہ تاج الملوک
فقیری بہیس مین بہائیوں کے پیچہے پیچہے چلا آتا تہا کہ اونکا ارادہ کما حقہ معلوم کرے الغرض وہ جہان
اوترے ہوئے تہے آن پہونچا اور ایک گوشہ مین بیٹہکر انکی لنترانیان اور جولانیان چیوتی بٹولی سننے
لگا آخر نہ رہ سکا سامنے آکر دو بدو کہنے لگا کہ آپس مین کیا کہہ رہے ہو اپنا منہ دیکہو گل بکاولی میرے

ساتوین داستان راہ مین تاج الملوک کے ملنے کی بہائیون سے اور چہین لینا گل بکاولی کا

پاس ہے اور اوسیوقت کمر سے کہولکر اُن دغابازون کے سامنے رکہدیا شہزادے طیش کہا کر بولے

بہلا اسکو آزمائیں اگر تیری بات سچی ہو تو جو ہم چاہیں تجھکو سزا دیں تاج الملوک نے کہا سانچ کو آنچ
کیا بہت بہتر ہے پہر اندہے کو بلا کر پہول اوسکی آنکھون سے ملا فوراً وہ نابینا بینا ہوگیا وہ
اس تماشہ کو دیکھکر حیران ہوئے اور نادم ہوکر پہول زبردستی اوس سے چہین لیا
اور مارے طمانچوں کے منہ اوسکا لال کیا پہر گردن میں ہاتھ دیکر وہاں سے نکال دیا
اور خرم و شادان وطن کی راہ لی چندروز بعد اپنے ملک کی سرحد میں پہونچے اور
ایک پیک کو آگے بہیجا کہ ہمارے آنے کی خبر جلد پہونچا وہ ان کا حکم فی الفور بجا لایا
جب زین الملوک نے یہ خبر فرحت افزا سنی تو باغ باغ ہوکر یہ قطعہ پڑہا **قطعہ**

کہ دردکھونے کو پہونچا ہے صاحب درمان — بنا دلا تجھے آیا یہ قاصد جانان
نسیم لائی مگر بوئے یوسف کنعان — ہر ایک غنچہ خاطر کہلا ہے کنعانیں

حاصل کلام بادشاہ خود کئی منزل استقبال کے واسطے تشریف لے گئے جب دوچار ہوئے
شہزادون نے قدمبوسی کی اور بادشاہ نے انکا ماتہا چوما ایک ایک کو چہاتی سے
لگا کر الطاف فرمایا پہر شہزادوں نے گل بکاؤلی نذر کیا حضرت جون ہی آنکہوں
میں ملا دونوں ہی تارا سی روشن ہوگئین تب کہا الحمدللہ دیدۂ ظاہری کو اس
پہول نے نورانی کیا اور دیدۂ باطن کو بیٹون کے دیدار نے منور کیا اس کے بعد بادشاہ
نے جشن شاہانہ شروع کیا اور شہر میں منادی پہرادی کہ ہر ایک فقیر و امیر عیش و عشرت
کا دروازہ برس دن تک کہلا رکہے اور غم و الم کو دور کرے

آٹھوین داستان بکاؤلی کے جاگنے کی اور گلاب کے حوض میں گل نہ دیکھنے کی اور اسکے چور کی تلاش میں نکلنے کی

مخمانۂ سخن کا ساقی اس پورانی شراب کو نئے پیالے میں یوں بہرتا ہے کہ جب بکاؤلی نے جادو بہری
آنکہہ کہولی اور خواب راحت سے چونکی انگیا کرتی درست کرکے پشواز پہنی کنگہی سے
بالون کو سلجہایا اور دوپٹہ اوڑہا پہر آہستہ آہستہ جہومتی اٹہکہیلیوں سے حوض کیطرف چلی ہر
ہر قدم پر وہ گل اندام اپنے نقش قدم سے زمین کو پائیں باغ بناتی تہی اور گرد راہ سے چشم بلبل
میں سرمہ لگاتی تہی جب حوض کے کنارے پر پہونچی دست نگارین سے گلاب اپنے رخسار پر ڈالنے لگی

اور چہرے پر کا غبار کہ خضر کے مانند تہا دہو دہو کر گلاب میں ملانے لگی اور حوض کو جادو نظر چشم مست ناز سے دیکہنے بہالنے لگی ناگاہ گل بکاؤلی کی جگہ نظر جا پڑی ہر چند بغور و تامل نگاہ کی مگر اسکا نشان نظر نہ آیا تب سونے کیطرح اوس سیمتن کے منہ پر زردی چہا گئی اور غنچہ کے مانند سموم غم سے کمہلائی اتنے میں انگوٹھی پر نظر جا پڑی حیرانی زیادہ بڑہی گہبرا کر دونوں ہاتہون سے آنکہیں ملنے لگی اور دلمیں کہنے لگی یا الٰہی خواب دیکہتی ہوں یا عالم طلسم پہر بولی اگر خواب ہوتا علامتیں ظاہر نہوتیں پس اس صورت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کام انسان کا ہی نہیں تو دوسرے کی کیا طاقت کہ اٹھارہ ہزار دیو کے ہاتہ سے بچکر یہانتک سلامت پہونچے اور گل مقصود لیکے لیجائے پہر جسوقت اپنی برہنگی کی حالت اوسکو یاد آتی دریائے شرم میں ڈوب جاتی اور یہ اشعار اپنے حسب حال پڑہتی (اشعار)

اے چور تو اپنا نام بتلا
ہے چور کو مال سے سروکار
پہر جنس یہاں اودہر اودہر تہی
دیکہا تو نہیں نگاہ بہر کر
جو نقد تہا اوسکو لیگیا ہے

چوری کا سبب تمام بتلا
تکتا ہی وہ سیم و زر کو اکبار
پہرا اور کہیں تری نظر تہی
پر آنکہ پڑی ضرور لب پر
صندوق فقط یہاں پڑا ہے

دنیا میں نہیں ہے کوئی تجہسا
میں دیکہوں جو تیرے دست گلگوں
سینے میں سرنگ تو لگا کر
گو سیر ہوا نہ تو یہ مانا

انسان سے ہو نہ کام تیرا
آنکہوں سے لگاؤں ملکر چوموں
دل مفت لیگیا چرا کر
اس شہد کا یہ مزہ تو جانا

الغرض افسوس کرتی ہوئی حوض کے کنارے سے اوٹہکر یاقوت کے مکان میں جا بیٹہی اور پریوں کو بلا کر اس بیخبری کی سزا ہر ایک کو دینے لگی مگر یہ نہ سمجہی کہ جسوقت تیر تقدیر پر چہوٹے سپر تدبیر سے کوئی نہ روکے سچ ہے تقدیر کے آگے کچہہ تدبیر نہیں چلتی پہر پریوں سے جہنجلا کر کہنے لگی اگر تم اپنی زندگی چاہتی ہو تو میرے چور کو بجنسہ لا کر حاضر کرو یہ سنکر سات سو پریاں چاروں طرف تلاش کے واسطے ہل ہانکتی کو دون پہانکتی دوڑیں لیکن کہیں اوس بے نشاں کا نشان کسی نے نہ پایا سچ ہے کہ بے نشان کا وہ نشاں پائے جو آپ کو بے نشان بنائے بیت جو پیچہے گم شدہ کے کوئی جائے ٭ کرے گم آپ کو جب اوسکو پائے ۔ بکاؤلی کا دل اسکا تیر عشق سے چہد گیا تہا درد کی شدت سے بلبلاتی تہی کمان کیطرح چلاتی تہی آخر بیتابی کے مارے گوشہ چہوڑ کر رشتہ شرم و حیا کو توڑ کر چور کی تلاش مین کمر ہمت باندہکر سر بصحرا نکلی جہان جاتی اوسے کوئی نہ دیکہتا اور وہ ہر ایک کو دیکہکر جانچتی اور پرکہتی غرض اسیطرح پہرتے پہرتے پورب دیس میں جا نکلی کہتے ہین کہ جب شاہ زین الملوک کے دیس میں وارد ہوئی جس کوچہ و بازار میں دیکہتی وہاں اسباب عیش کا مہیا پاتی پہر ایک دروازہ پر خوشی کی نوبت بجتی دیکہی یہ رنگ ڈہنگ دیکہہ حیران ہو آخر ایکو پندرہ سولہ برس کا ایک جوان شکیل دیدار بنا کر کسی سے پوچہا کہ اس شہر میں بڑے چہوٹے کی خوشی کا

سبب اور خاص و عام کی شادی کا باعث کہ برخلاف آئین حکمت ہے کیا ہے اوسنے کہا کہ یہاں کا بادشاہ
قضا الہی سے اندہا ہوگیا تہا اوسکے بیٹے مدت مدید کے بعد بہت سی مصیبت اور رنج اٹھا کر گل بکاؤلی
لائے کہ بادشاہ کی آنکہیں روشن ہوئیں تب ارشاد کیا کہ برس دن تک اسیطرح پر اعلیٰ
وادنیٰ اپنے دروازون پر نوبت دہرین اور عیش کرین بکاؤلی نے یہ مژدہ جان بخش سنکر کہا الحمد للہ
پائے مطلب نے منزل مقصود پائی محنت ٹہکانے لگی یہ ملک اوسی فتنہ انگیز کا ہے اغلب ہے کہ
وہ بہی ہاتہہ آئے اور خلش مرتے جائے پہر دریا کے کنارے جاکر کپڑے اوتارے پانی میں نہاد ہو
راہ کی ماندگی کلفت دور کر ایک جوان حسین بنکر پوشاک مردانی بدلکر شاہی محلون کیطرف
متوجہ ہوئی بازار میں ناز سے آہستہ آہستہ چلتی تہی جسطرف چشم سرمہ سا اٹہاتی اوسے نقش پا کیطرح
اور جسدم تیغ ابرو یا خنجر مژگان دکہاتی اہل نظر کو بسمل کیطرح لٹاتی اور جسوقت زلف پرپیچ کو تاب دیتی
تماشائیوں کے دلوں کو پیچ و تاب میں لاتی غرضکہ جو اوسکے سامنے آتا اوسکو سکتہ ہوجاتا آخر تمام شہر
میں اوسکے حسن و جمال کا غل پڑگیا رفتہ رفتہ بادشاہ کے بہی گوش گذار ہوا چنانچہ حضور سے ارشاد ہوا
کہ اس جوان رعنا کو ہمارے پاس لاؤ قصہ کوتاہ حضور ہی میں لیگئے حضرت نے پوچھا کہو کہانسے آنا
ہوا اور کیا نام ہے اور کسواسطے آئے ہو جوان نے عرض کی کہ وطن تو غلام کا پچہم ہے اور نام فرخ نوکری
کی تلاش میں آیا ہوں جہاں پناہ کے تفضلات سے امید یہ ہے کہ حضور کے ملازموں میں سرفراز ہوں
اور اوسکے دولت میں بخاطر جمع مشغول ہوں زین الملوک نے کہا بہت بہتر حاضر رہو اور خواصوں میں
بعزت تمام سرفراز کیا بلا قید کی پروانگی دی تہوڑے دن اوسے گذرے تھے کہ چارون شہزادے
ایک روز بارگاہ سلطانی میں آئے بادشاہ نے شفقت سے ہر ایک کو چھاتی سے لگا کر سر و آنکہیں
چومیں پہر کرسی پر بیٹھنے کو ارشاد کیا وہ تسلیم کر کے بیٹھہ گئے بکاؤلی نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں
اوسنے کہا تم نہیں جانتے بادشاہ کے بیٹے ہیں تب اوسنے ہر ایک کے قیافے کے سونے کو امتحان
کی کسوٹی پر کسا لیکن کہرا نپایا کہوٹا ہی نظر آیا پوچھا کہ بادشاہ کا کوئی اور بہی بیٹا ہے جوان کے ساتہہ
گل بکاؤلی لینے گیا تہا اوسنے کہا اور کوئی نہیں جب اوسپر ثابت ہوا کہ بادشاہ اور کوئی بیٹا نہیں
رکھتا نہایت گھبرائی اپنی طالع سے لڑنے لگی اور اشعار پڑہنے لگی

نہ کھولے ناخن تدبیر اوسکو
مگر میرا معمہ ہے یہ لا حل

یہ وہی کہتے ہیں تقدیر جسکو
کسی مخلوق سے ہووے یہ کیا حل

ارے بخت زبون تونے کیا کیا
یہ عقدہ کام میں کیون میرے ڈالا

اگر دیکھے کوئی خواب پریشان
تو ہو تعبیر دینی اوسکو آسان

کرون کیا خواب کی میں اپنی تقریر
نہیں تعبیر اسکی ہے یہ تعبیر

یہ کونسا عیار تہا جو اس باغ سے گل لیگیا اوس نیرنگ سازی کے افسون نے میرے شیشہ

ناموس کو پھوڑا اور غائبانہ تیر عشق سے میرے سینہ کو توڑا میں نے اوسکی کسقدر جستجو کی کیا کیا محنت اور مشقت کھینچی بارے یہاں اوس گل کا نشان نہ ملا نہ میرا غنچہ دل کھلا بیت

نہیں کچھہ شبہہ بیشک میں نے جانا یہی ہے چور کا میرے ٹھکانا

لیکن فلک دغاباز نے میرا کھیل بگاڑا آبادی کی صورت دکھلا کر میرا گھر اوجاڑا بیت

نہیں بس کرتی ہوں میں دادبیداد کہاں جاؤں کروں اب کس سے فریاد

القصہ بکاولی نے اپنے دل میں ٹھہرایا کہ البتہ بادشاہ کا اور کوئی بیٹا ہے کیونکہ ان نادانوں کے قیافہ سے یہ نہیں معلوم ہوتا کہ اس دشواری کی تحصیل ان سے ہوئی ہو بہرحال چندے اور بھی صبر کیا چاہئے دیکھوں تو پردۂ غیب سے کیا ظاہر ہوتا ہے سبحان اللہ کیا اولٹی بات ہے کہ معشوق طالب عاشق کا اور عاشق اسکا مطلوب. لیکن تحقیق سے جو غور کرے تو سیدہی لگے کیونکہ جبتک معشوق کو خواہش عاشق کی نہو اوسکی چاہت اکارت ہے اور کوشش بیفائدہ آتش طلب کی جو عاشق کے گریباں سے شتعل ہے فی الحقیقت لگائی ہوئی معشوق کی ہے

عشق اول دردل معشوق پیدا میشود گر نسوزد شمع کے پروانہ شیدا می شود

بات بڑھگئی اب قلم کہتا ہے اے شخص بس کر میں نے لکھنے میں بہت سی کوشش کی اور ہاتھہ اپنی سعی کے دعوی کرتے ہیں کہ قلم نے کیا کیا ہم نے لکھا بازو اپنے تردد کا دم مارتا ہے کہ دست اور قلم سے کیا ہوا جو کچھہ کیا سو میں نے کیا غرض اسیطرح اسباب تحریر کے بڑھے اور ایک کو ایک پر فوقیت ہوتی گئی دفعتاً ایک ایسا سبب پایا گیا کہ وہ محتاج کسی کا نہ تہا یس العزیز اگر تو بتائے کہ فی الحقیقت لکھنے میں کسکی سعی ہے اور ظاہر میں کسکی تو میں بہی عاشق اور معشوق کا جوابدوں

نوین داستان حمالہ کے پہونچنے کی تاج الملوک کے پاس دیوون سمیت اور بکاؤلی کی سی حویلی اور باغ تیار کرنے میں

پیچ وتاب کہا کر رہ گیا مثل ہے کہ قہر درویش برجان درویش پہر کج فہمون کے پیچھے پیچھے چلا بعد چند روز کے اپنے باپ کی سرحد میں ایک جنگل جو درندونکا مسکن تہا اوس میں جا پہونچا اور چقماق سے آگ جہاڑ کر حمالہ کے دے ہوئے بال کو اوسپر رکہدیا پہو تہائی بہی نہ جلا تہا کہ

تاج الملوک کو فقیروں کے بھیس میں دیکھکر آگ ہوگئی

وہ اٹھارہ ہزار دیوؤں سمیت آن پہونچی اور تاج الملوک کو فقیروں کے بھیس میں دیکھکر آگ ہوگئی
اور بولی کہ اے شہزادے میری بیٹی کو کیا کیا اور تو نے اپنا یہ کیا حال بنایا تاج الملوک بولا کہ
آپ کی توجہ سے سب خیریت ہے لیکن ایک کام مجھے نہایت ضروری ہے اور اسکی تدبیر مجھ سے
نہیں ہو سکتی اسواسطے آپ کو تکلیف دی ہے حمالہ نے کہا اے عیار باتیں نہ بنا وہ کونسا کام
ہے کہیں جلدی کہہ تاج الملوک نے عرض کیا کہ میں چاہتا ہوں کہ اس جنگل میں ایک محل اور ایک
باغ ہو بہو بکاؤلی کے قصر اور باغ سا تیار ہو جاوئں تم جسطرح سے مناسب جانو جلد بنوادو
وہ بولی اے بیٹا یہ کتنی بڑی اور مشکل بات ہے مگر دقت یہ ہے کہ میں نے تو آج تک وسکے
باغ اور عمارت کو دیکھا نہیں بھلا میں دیکھے کسطرح بناؤں اور بنواؤں تاج الملوک بولا
آپ پریشان نہو جسطرح کہوں اوسی طرح آپ بنوادو حمالہ نے اسی وقت کئی سو دیو لعل
بدخشانی کے واسطے اور سیکڑوں عقیق یمانی کے لئے اور ہزاروں سونے روپے اور

جواہر بیش قیمت کے واسطے ہر چہار طرف بھیجے دیوؤن نے تین روز کے عرصہ مین جواہرات وغیرہ کے جا بجا تو دے لگا دیے پہر شاہزادہ جسطرح بتانے لگا اوسی طرح وہ بنانے لگے پہلے تو وہ دو دو نیزے مٹی کہود کر پہینکدی اور وہان زر خالص بہر دیا اور اوسی قطعہ طلائی پر جڑاؤ عمارتون کی بنیاد ڈالی غرض تہوڑے دنون مین ویسا قصر اور اسیطرح کا باغ جواہر نگار جڑاؤ سنہری درختون سمیت اور زبرجد اور یاقوت کے دو دالان عالیشان آمنے سامنے بیچ مین اُنکے ایک حوض مرصع اوسی قطع کا گلاب سے معمور بنایا پہر ہر ایک مکان مین فرش اوسی رنگ کا بچھایا حاصل یہ ہے کہ جتنا جواہر سونا روپیہ دیوؤن لائے اسمین سے آدہا مکانات کے بنانے مین خرچ ہوا چوتھائی کارخانجات کی تیاری کو دیا باقی خزانہ مین داخل کیا جب عمارت سب بن چکی اور تاج الملوک کے پسند پڑی تب حمالہ نے اوسے کہا کہ تو ہی جانتا ہے کہ مین نے تیرے واسطے کسقدر رنج اوٹھایا دکھہ سہا اسکے سوا دیوؤن کو آدمیون سے کمال مخالفت ہے برعکس مین نے تجھسے محبت کی اور کس شفقت سے پالا اور پرورش کیا علاوہ اسکے بکاؤلی کے ملک میں کہ آجتک کوئی نہین گیا تجھے پہونچایا پہر بسبب اس حرکت کے جو تجھہ سے وہان ہوئی اوسکے ہاتہہ سے مین نے کیا کیا صعوبت اور زحمت اوٹہائی سو یہ محمودہ جان کی خاطر ہے ایسا نہو کہ اوس کا دامن ہوائے روزگار سے غبار آلودہ ہو یہ کہکر رخصت ہوئی اسکے بعد جس مقام میں محمودہ اور دلبر کو استقامت کے لئے فرمایا تہا اوسی طرف شاہزادہ بڑے ٹہاٹہہ سے گیا اور انکو جڑاؤ عماری میں سوار کیا پیچھے پیچھے خواصون کے مجانے رتھین جنپر کارچوبی کے سلطانی بانات کے پردے پڑے ہوئے آگے آگے غلام خوش پوشاک سونے روپے کے عصے ہاتہون مین لئے گہوڑون پر سوار اہتمام کرتے ہوئے غرض اسی تجمل سے اوس قصر عالی میں دونون کو داخل کیا اور عیش و عشرت سے اوقات بسر کرنے لگا۔

دسوین داستان خبر پہونچنے مین عمارت بنانے تاج الملوک کی زین الملوک کو

معمار سرائے کارخانۂ سخن اس داستان کی بنا کا حال اسطرح کہتا ہے کہ تاج الملوک کے غلامون میں ساعد نام اوس بیابان میں سیر کرتا پہرتا تہا ناگاہ اُسکی نظر کئی لکڑہارون پر کہ لکڑیون کے بوجہہ لئے جاتے تہے جا پڑی اوس نے پوچھا کہ تم کون ہو اور یہ لکڑیاں کہان لئے جاتے ہو اونہون نے جواب دیا کہ ہم شہر شرقستان کے لکڑہارے ہیں یہی ہمارا کسب ہے اسی سے ہمارے لڑکے بالے جیتے ہیں دانہ پانی پاتے

پیتے ہیں اوس نے کہا کہ آج تم یہ کہتے میرے آقا کے باورچیخانہ میں لیچلو دولت خانہ اوس کا
نزدیک ہے اوس نے اس ویرانہ میں ایک شہر آباد کیا ہے واجبی قیمت ملیگی بلکہ انعام پاؤگے
کہ پھر کہیں اور لکڑیاں بیچنے نجاؤگے انہوں نے کہا ہماری تمام عمر اسی کام میں اور اسی بیابان سے
لکڑیاں لیجاتے گذری ہے لیکن آبادی کا یہاں نشان نہ دیکھا نہ سنا ساعد نے کہا ذرا تم آگے بڑھکر دیکھو اگر
میرے کہنے کا کچھہ اثر ظاہر ہو تو بہتر نہیں تو تمہارے پھر آنیکا کوئی مانع نہوگا لکڑہارے انعام کے لالچ سے ساعد
کے آگے ہولئے پھر تھوڑی سے دور جاکر سب ایکبارگی پکار اوٹھے کہ نعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ایمان

تم ہمکو آگ میں جھونکنے کو لئے جاتے ہو چولہے میں جائے انعام اور بھاڑ میں جائے انعام واکرام بس
ہمیں معاف کرو ہمنے بھر پایا ساعد نے کہا یہ شعلہ آتش نہیں حویلی کے جواہرات چمک رہے ہیں
تم ہرگز اندیشہ نکرو اور میرے ساتھہ چلے آؤ اوسکے کہنے سے کچھہ اور بھی بڑھے آگے ساری زمین سونے
کی نظر آئی سب نے اوسکی بات سچی پائی قدم اوٹھائے بیدھڑک چلے آخر وہ حضور میں انکو لے گیا

تاج الملوک نے ایک ایک تہان بیش قیمت ہر ایک کو دیکر رخصت کیا اور فرمایا کہ اگر تم یہاں آیا کرو تو
اس سے دونا ہر روز پایا کرو لکڑہاروں نے جب پہلے دن ایسا انعام پایا اور آیندہ کی بہی امید بندہی تو اپنا
وطن چہوڑ کر ہر ایک وہان آر ہا یہ خبر اوسکے ہمسایہ میں پہیلی اور جا بجا مشتہر ہوئی غرض جو کوئی شہر کے دیکہنے
کو جاتا ہرگز وہان سے پہر کر گہر نہ آتا اور وہیں رہتا اور کوتوال شہرستان کا رعیت کے بہاگنے کی خبر روز
حضور میں کہتا چنانچہ ایک دن اوس نے خبر دی کہ آجکی رات ہزار گہر اہل حرفہ کے خالی ہوئے
اور وہ بہاگ گئے وزیر نے کہا کہ کچہہ یہہ بہی جانتا ہے کہ کہاں جاتے ہیں تب وہ بولا کہ غلام نے سنا
ہے کہ کسی نے درندوں کے جنگل میں دس کوس تک سونے کی زمین بنا کر اوس پر اس طرح کا
شہر آباد کیا ہے اور ایک قصر اور باغ بہی جواہر کا ایسا بنایا ہے کہ روے زمین پر ویسا دوسرا نہیں ہے
جو دیکہتا ہے یہ مطلع پڑہتا ہے ؎ اگر فردوس بر روے زمین است ٭ ہمین است و ہمین است و ہمین است
اور اوسکے دریاے سخاوت کی لہر دور نہیں کہ نام حاتم طائی کا آبجوے زمانہ سے لیجاے اور پانی بحر
عدالت کا بعید نہیں کہ نقش دل نوشیرواں کا لوح جہان سے مٹاے وزیر نے اس بات کو باور نہ
کیا کہا کہ جو کام طاقت بشری سے باہر ہو انسان کی کیا مجال کہ کر سکے کوتوال نے مکرر عرض کیا کہ
متواتر خبر پہونچی ہے جہوٹ کیونکر ہوگی جو قادر کریم عورت کو مرد بنا سکتا ہے اور مرد کو عورت وہ اگر
دولت دنیوی کو کہ بمنزلہ ایک عورت شکیلہ ہے کسی مرد کے مطیع کر دے تو عجب کیا ہے **شعر**
ہنو چہ چرخ ہوا اپنے کینہ پرور کو ٭ وہا نہ بے سببی بس ہے اسکے دینے کو ٭ کیا آپ نے اس شہزادی
کا قصہ جس نے ایک دیو سے علامت مردی کی لیکر اپنی شادی کی تہی نہیں سنا وزیر نے کہا وہ کیونکر ہے
حکایت کوتوال نے عرض کیا کہ اگلے وقت میں ایک بادشاہ تہا اوسکی محلسرا میں سو زنیان
صاحب جمال بیمثال تہیں پر کسی کے اولاد نہوتی تہی خدا کی قدرت کاملہ سے ایک حسین اور نوجوان
کو اوس میں سے حمل رہا نو مہینے کے بعد اوسکے لڑکی پیدا ہوئی اسیطرح تین بار جنی مگر لڑکا پیدا
نہوا جب چوتہی بار حمل رہا بادشاہ نے قسم کہائی کہ اگر اس مرتبہ بیٹی جنی تو اوس کو اوس کی ماں
سمیت جان سے مار ڈالونگا تقدیر کی نیرنگی سے اس مرتبہ بہی لڑکی پیدا ہوئی لیکن نہایت
خوبصورت پری طلعت ، اوس کی ماں نے جان کے خوف سے لڑکا مشہور کیا اور نجومیوں کو بہی
تاکید کی بادشاہ کو سمجہا دو کہ دس برس اس لڑکے کا منہ دیکہنا آپ کو اچہا نہیں چنانچہ منجموں نے
بادشاہ کی خدمت میں اسطرح عرض کی حضرت نے بہی مانا اور ویسا ہی کیا القصہ جب لڑکی
ہوشیار ہوئی اور اس کے دیدار کی مناہی کے تہوڑے دن رہے تو اوس نے

بیٹا کہوانے کی وجہ اوس کو سمجھادی اور کہا کہ اے بیٹی تو بادشاہ کے حضور مین مردانی
وضع سے آیا جایا کیجو کہ میری تیری زندگی رہے اور جان بچے چنانچہ لڑکی ایام معہودہ کے
بعد بادشاہ کی خدمت مین آتے جاتے مجرا کرکے جلدی سے چلی آتی اور دیر تک نہ رہتی
آخر اوس دختر پیر کی نسبت دوسرے بادشاہ کی بیٹی سے کی جب شادی کے دن نزدیک آ
پہونچے بادشاہ نے اوس کو لباس شاہانہ پہنایا اور سونے کے ہودے پر بٹھا کر تجمل شاہی سے
دولہن کے ملک کو روانہ ہوا لڑکی کبھی اس حالت پر ہنستی اور کبھی روتی تھی ایک رات کسی ویرانے
مین اتفاق رہنے کا ہوا لڑکی مارے شرم کے کہ آخر کار زندگی وبال جان ہو گئی چپکی اوٹھکر اوس
بیابان مین چلی گئی اس ارادے سے کہ کوئی درندہ کہا جائے جاتے جاتے ایک درخت کے
تلے کہ وہ دیو کے رہنے کا مکان تہا پہونچی وہ اوس کے حسن پر دیوانہ ہو گیا اور آدمی کی صورت بنکر
لڑکی کے آگے آکر اوس کا حال پوچھنے لگا اوس نے ساری حقیقت بیان کی یہ سنکر دیو کا دل بہر آیا
اور بولا اگر تو امانت مین خیانت نکرے اور اس پر قول دے تو اپنا آلت کسی حکمت سے تیرے
لگادون اور تیری علامت آپ اختیار کرون لڑکی دیو کے کہنے کے موافق عمل مین لائی اوس نے
وعدہ پورا کیا پہر وہان سے خرم وخندان وہ اپنے ڈیرے مین آئی کئی روز کے بعد برات اپنی منزل
مقصود کو پہونچی اور شادی سے فراغت کرکے بادشاہ اپنے ملک کو پہر آیا شاہزادہ نقلی چند مدت
وہین رہا جب اوس کا ایک لڑکا پیدا ہوا تب قصد وطن کا کیا اور منزلین طے کرنے لگا جب وہ اوس
جنگل مین پہونچا اوسی درخت کے نیچے گیا کیا دیکہتا ہے کہ دیو بڑہیا کے بہیس مین رولی شکل بنائے
بیٹہا ہے شاہزادے نے کہا اے دیو مین نے تیری مہربانی سے اپنے دل کی مراد بہر پائی اب
اپنی چیز لے اور میری مجھے دے دیو نے کہا اب مین اس کام سے گذر گیا میری تقدیر مین یہی
لکہا تہا تب اوس نے پوچہا وجہ اسکی کیا ہے مفصل بیان کر وہ بولا کہ مین اسی صورت سے تیرا
منتظر یہان بیٹہا تہا ناگاہ ایک دیو پہاڑ پر آیا اوسکے دیکہنے سے مجہپر شہوت غالب ہوئی اور
مارے مستی کے رہ نہ سکا اوس نے بہی دوڑ کر مجھے چہاتی سے لگا لیا آخر شربت وصل پلایا
اگر اب علامت مردی کی لگاؤن تو جننے کے وقت جینے سے ہاتھ اوٹہاؤن اس کے سوا
یہ عقدہ مجہپر کہلا کہ مردون سے رنڈیان شہوت مین زیادہ ہین اب جا اپنی راہ لے مین
نے اپنی چیز بہی کو بخشی وزیر نے کہا خدا کی قدرت معمور اور برحق ہے مجھے کچھ اس مین شک
نہین لیکن محال چیزون کا آدمی سے موجود ہونا عقل مین نہین آتا کوئی دانا اسکو نہین مانتا

توسنے چڑے اور فقیر کی کہانی نہین سنی کو توال سے عرض کیا فرمائے
حکایت ۔ وزیر نے کہا حضرت سلیمان کے عہد مین ایک چڑیا کا جوڑا ایک روز راہ مین بیٹھا
دانہ کہاتا تہا ایک فقیر جبہ پوش کو دور سے آتا دیکہا مادہ نے نر سے کہا خبردار دشمن آتا ہے ایسا
نہو کہ پنجۂ بلا میں گرفتار کرے نر بولا کہ اس خدا دوست سے کچہہ اندیشہ نہیں جو خدا کی راہ پر چلتے ہیں
وہ کسی کی ایذا کے روادار نہیں ہوتے انہیں باتوں میں تہے کہ فقیر آپہونچا اور بغل سے ایک سونٹا نکالکر
ایسا پہینک کر مارا کہ نر کا ایک بازو ٹوٹ گیا بہر حال اُس ظالم کے ہاتہہ سے بچکر گرتا پڑتا حضرت
سلیمان کے پاس گیا پہلے تو جا کر دعا دی پہر عرض کی کہ فلاں درویش نے بے تقصیر میرا بازو توڑ ڈالا ہے
بادشاہ نے فرمایا اُسکو حاضر کرو چنانچہ حضور میں اوسے لے آئے تب حضرت نے غضب سے فرمایا کہ تو نے
اسکو کیوں مارا ہے عرض کی کہ اگر میں نے اوس کو مارا ہے تو کیا ظلم کیا کیونکہ انسان کی خوراک ہے
یہ سُنکر چڑا بولا کہ اگرچہ میں بیچارہ ایک چہوٹا سا جانور ہوں پر اسقدر مجہکو شعور ہے کہ اپنے دوست
سے شیر و شکر کی طرح ملجاتا ہوں اور دشمن سے کڑی کمان کے تیر کی طرح بہاگتا ہوں تیری پیوندی
گدڑی دیکہکر میں سے جانا تہا کہ تو خدا کی راہ پر ہے کسی کے حق میں بدی نکریگا لیکن اب کہلا کہ
تیرا رہنما شیطان ہے اور گدڑی میں فقط مکر و دغا بہرا ہے اب اسکو اُتار کر رکہہ تاکہ اور کوئی میری
طرح سے فریب نکہائے اور تیرے دام مکر میں نہ آجائے چڑے کی باتیں حضرت کو نہایت پسند
آئین فقیر کو لعنت ملامت کرکے نکالدیا بعد چند روز کے وہی چڑا کہیں پہگتا تہا کسی درویش نے
کسیطرح اوسکو پنجرے میں پکڑ کر بند کیا چڑا سمجہا کہ ایکے تو جان پر آبنی یہ سوچکر یون کہنے لگا اے مرد
خدا بیچنے سے میرے تجہکو چندان نفع نہوگا اور کہانے سے بہی میرے معلوم رکہنا علی ہذا القیاس
بیفائدہ ہے بس چند سخن کہ ہر ایک بے بہا ہے اگر مجہکو چہوڑے تو کہوں یہ سنکر فقیر بہت خوش
ہوا پنجرے سے نکالکر پاؤں پکڑ کر ہاتہہ پر بٹہایا اور کہا لو کہو چڑا بولا کہ ایک عالم کہتا ہے کہ
خدا چاہے تو بہتّر اونٹ کی قطار سوئی کے ناکے سے نکلجائے یہ بات سچ ہے خدا کی قدرت سے
دور نہیں پر یہ آدمی کی سعی سے ہرگز اعتبار نہ کیا چاہئے دوسرے یہ کہ جو کام اپنے
اختیار میں نہ رہے اوس کے واسطے غمگین ہونا چاہئے اے درویش چہوڑ دے
تو اور کہوں مرد آزاد نے اوسے آزاد کیا چڑا اڑکر ایک درخت کی ڈالی پر جا بیٹہا اور بولا فقیر
تو بڑا احمق ہے کیا تیری عقل ماری گئی جو ایسا شکار ہاتہہ سے کہویا میرے پیٹ میں ایک
لعل بے بہا ہے اگر تو مجہے مار کر کہاتا تو وہ بہی تیرے ہاتہہ آتا درویش یہ سنکر ہاتہہ

ملنے لگا اور یون کہنے لگا اے پرند بہلا میں اس نفع سے گذرا لیکن تو اور باتیں توکہہ چڑا بولا کہ تیرا
دل مانند چکنے گہڑے کے ہے میری باتیں اوس پر اثر نکرینگی ناحق کہکر وقت ضائع کرون مثل
مشہور ہے کہ اندہے کے آگے روئے اپنی آنکھیں کہوئے اے نادان ابہی تو میں نے تجہسے
کہا تہا کہ جو چیز اپنے قبضے سے نکل جائے اوسکے واسطے نہ پچھتائے اسی دم تو نے فراموش
کر دیا اور یہ نہ سمجہا کہ میں نے لعل کیوں کر نگلا ہوگا یہ کہکر چڑا تو اوڑ گیا اور فقیر نے مایوس
ہوکر گہر کا راستہ لیا۔ اس بات سے اپنی غرض یہ ہے کہ خدا کو سب طرح کی قدرت
اور طاقت ہے انسان کو چاہئے کہ بے تحقیقات بادشاہون کے جناب میں کچہہ عرض
نہ کرے اسواسطے تجہکو لازم ہے کہ پہلے تو جا کر اپنی آنکھوں سے دیکہہ آ پہر عرض کر

گیارہوین داستان جانے مین زین الملوک کے لشکر اور ارکان دولت کے ساتہہ ضیافت کہانے کو تاج الملوک کے مکان مین
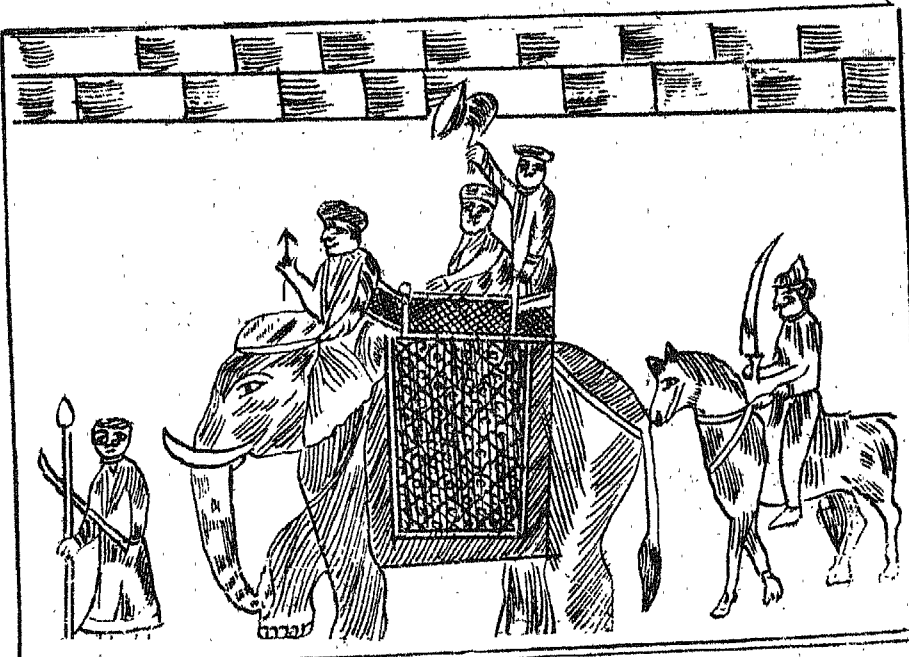
آخر کوتوال نے وزیر سے رخصت لیکر ملک نگارین کی راہ لی جب تھوڑی سی راہ طے ہوئی ہرادل
پکار اُٹھا اس جنگل میں ایسی آگ لگ رہی ہے کہ اوسکے شعلے آسمان تک پہونچتے ہیں اتنے میں
سواری کچھہ اور آگے بڑہی سونیکی زمین نظر آئی اور جڑاؤ عمارت تب ظاہر ہوا کہ جسپر آتش کا
گمان کیا تہا وہ یہی شعلے تھے وہ اوسکی چمک تہی جو کوتوال کے صاحب خانہ نے آنے کی خبر سنی
فرمایا کہ حوضون کو بہر دو فوارے چہڑواؤ اور اُسے یاقوت کے دالان میں بٹہاؤ اہلکار حسب الحکم
کوتوال کو حویلی میں لیگئے وہ جسطرف آنکہہ اوٹہاکر دیکہتا تہا جگمگاہٹ سے جواہرات کی چکاچوندہ
سی لگ جاتی تہی بعد ایک ساعت کے تاج الملوک نے بہی تخت شوکت کو زیب و زینت بخشی
کوتوال اوٹہکر آداب بجالایا اور دعا و ثنا کے بعد عرض کرنے لگا جب حضرت کے مکان بنانے
اور ملک بسانے کی اس جنگل میں خبر شرقستان کے بادشاہ کے جناب میں پہونچی تب اس
خانہ زاد کو تحقیقات حال کے لئے بہیجا ہے گستاخی معاف اگر آپ کے دل میں خواہش سلطنت
اور ارادہ فساد کا ہو تو ادہر سے بہی کچھہ درنگ نہیں والا طوق بندگی کا گلے میں ڈالکر بارگاہ سلطان
میں حاضر ہوجئے کیونکہ دو تلواریں ایک میان میں نہیں رہتیں اور نہ دو بادشاہ ایک ولایت
میں تاج الملوک یہ سنکر بولا میں نے تو اس حیوانات کے وطن میں ایک عبادتگاہ بنائی ہے
حق تعالیٰ کی بندگی میں مشغول رہتا ہوں خواہش بادشاہی کی مطلق نہیں بلکہ دعوائے دولتخواہی

کوتوال نے جو یہ کلمے شائستہ سنے خوشی خوشی رخصت ہوا اور جو کہ دیکھا سنا تھا وزیر سے مفصل کہا
وہ سنکر ایک لمحہ تو بحر تفکر میں ڈوبا رہا پھر بادشاہ کے حضور میں جاکر جو کیفیت سنی تھی عرض کی بعضوں
نے تو سچ جانا اور کتنوں نے جھوٹ جانکر نہ مانا بکاؤلی کہ زین الملوک کی خدمت میں حاضر تھی یہ بات
سنکر دل میں کہنے لگی الحمد للہ اتنی مدت کے بعد عقدہ بستہ کی صورت کشائش اور شب نا امیدی کے
بعد صبح آسایش ہونیکی نظر آئی بیت طپش دل نے خبر یار کے آنے کی دی ٭ خوش ہوا ہے چشم کہ یہ ہرزہ
افواہ نہیں ۔ بادشاہ بھی اس ماجرے کو سنکر ایک ساعت گریبان تفکر میں سر ڈالے رہا اوس کے
بعد فرمایا اگر یہی صورت ہے تو ایک نہ ایک دن زوال سلطنت کا موجب ہوگا وزیر نے آداب
بجالاکر عرض کیا کہ عقلمندوں نے کہا ہے جس دشمن سے لڑائی میں بر نہ آسکے اوس سے دارو مدار کرکے
ملجائے خوشی سے بر آمد جو ہو کام کی ٭ تو کیجیے نہ تندی نہ گردن کشی ٭ اب تدبیر یہ ہے کہ قبلۂ عالم
اوس سے اخلاص بڑھاوین اور رشتہ محبت کا اوسکی گردن میں ڈالیں بادشاہ نے فرمایا تیرے سوا
اور کسی کو اسبات کے لائق نہیں دیکھتا ہوں تو ہی وہاں جا اور رابطہ اوس سے بہم پہونچا لیکن وہ
کام کیجیو کہ سانپ بھی مرے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے یعنی میری شان بھی نہ گھٹے اور اخلاص بڑھے وزیر
خجستہ تدبیر بموجب حکم کے بڑے کر و فر سے روانہ ہوا جب تاج الملوک کو اوسکے آنیکی خبر پہونچی ارشاد
کیا کہ فرش و فروش کی تیاری نئے سر سے کریں حوضوں کا گلاب بدلوائیں فوارے چھوڑوائین
اور اوس کو لعل بدخشانی کے دالان میں بٹھائیں جب وہ آیا اہلکار اوسی طرح عمل میں لائے
شہزادہ آپ بھی وہاں رونق افروز ہوا اور ایک جڑاؤ کرسی پر بیٹھا وزیر نے اوٹھکر مجرا کیا دعائین
دیں پھر التماس کیا آگے اس سے ایک بادشاہی بندہ حضور میں حاضر ہوا تھا اور اوس نے
آپ کا پیام محبت انجام حضور معلی میں پہونچایا اوصاف پسندیدہ بھی بہت سے بیان کئے
بادشاہ کی آتش غضب کو سرد کر دیا بلکہ قبلۂ عالم کو حضرت کی ملاقات کا مشتاق کیا اس سے کیا
بہتر ہے کہ دو چشمے فیض و عطا کے اور دو دریا جود و سخا کے باہم ملیں تاج الملوک نے کہا جو پیام
میری طرف سے لازم تھا وہ حضرت جہاں پناہ کی طرف سے آیا بسر و چشم مجھے قبول ہے میری آرزو
بھی تھی پھر وزیر نے عرض کی انشاء اللہ بعد ایک ہفتے کے حضرت عالم پناہ یہاں رونق بخش ہونگے
پھر خاصہ یاد فرمایا بکاؤلی رنگ برنگ کا طعام لذیذ اور خوشگوار جواہر نگار باسنوں میں نکلوا کر
چاندی سونے کے خوانوں میں لگاکر نعمت خانے میں لایا اور دسترخوان زربفت
کا بچھوا کر کھانا چن دیا شہزادے نے وزیر کے ساتھ نوش جان فرمایا اوسکے بعد

ارشاد کیا کہ وزیر کے ہمراہیوں کو بھی تقسیم کردیکن ظروف نقرئی اور طلائی پھیر بھیجو جب لوگوں کو کھانے
سے فراغت ہوئی وزیر رخصت ہو کر شرقستان کو روانہ ہوا شتاب حضور والا میں پہونچا تمام ماجرا
مفصل ظاہر کیا کہتے ہیں اونہیں دنوں میں تاج الملوک نے ایک رات حمالہ کے سر کا بال آگ پہ
رکھا وہ اُسی دم ہزاروں دیوؤں سمیت آپہونچی تاج الملوک اور محمودہ نے اٹھ کر سلام کیا اس
نے دونوں کی بلائیں لیں چھاتی سے لگایا تھا چوما خیر و عافیت پوچھی تاج الملوک نے کہا آپ کی
سلامتی میں سب طرح کا چین و آرام میسر ہے کچھ غم نہیں اور کسی چیز کی کمی نہیں کل ضیافت بادشاہ
شرقستاں کی مقرر ہوئی ہے وہ یہاں تشریف لائیں گے میری خواہش یہی ہے کہ اس سرزمیں
سے اُنکے شہر تک فرش باناتی اور مخمل سرخ اور سبز کا بچھوا دو اور کوس کوس بھر پر خیمے قائم اور
سنجاب کے طنابیں کلابتونی پردے دیبا داطلس کے چوبیں گنگا جمنی میخیں طلائی و نقرئی اون
استادہ ہوں مگر اس افراط سے ہوں کہ بادشاہ کے ہر ایک چھوٹے بڑے امیر کو جدا جدا
آرامگاہ میسر ہو کہ مخلی بالطبع رہے حمالہ نے دیوؤں کو حکم کیا اونہوں نے تمام رات میں ویسی
تیاری کردی اور آپ اپنے ملک کی راہ لی صبح کے وقت بادشاہ شرقستاں نے بموجب
اقرار اپنے وزیروں کو حکم کیا کہ بھاری بھاری زرق برق پوشاکیں اور کئی ہزار سواروں کا
پیرالباس گوناگوں اور ہتیار بوقلموں سے آراستہ ہو کر داہنی طرف رہے اور ایسا ہی سجا سجایا
بائیں طرف اور ایک غول سواروں کا مسلح افوجی بنا ہوا آگے اور ہاتھیوں کا حلقہ سنہرے روپہلے
ہودے اور عماریوں سے پیچھے ہر نوجوان نشان بادلہ کا چمکتا ہوا ہاتھ میں لیکر چیست ہوا ٹھاٹھ
سواری کا درست ہوا القصہ اس ہیئت سے سواری کے سامان تیار ہوئے جہاں پناہ
ایک جڑاؤ عماری میں سوار ہوئے اور بکاؤلی مردانہ لباس میں نہایت پر تکلف اور جواہر پہنکر
کمر آرزو مستحکم باندہ کر خواصی میں آبیٹھی چاروں شہزادے بھی خلعت شاہانہ زیب بدن کر کے
زرق برق سے اپنے اپنے ہاتھیوں پر سوار ہوئے پھر سواری تاج الملوک کے ملک کو
روانہ ہوئی زین الملوک شہر سے کوس بھر آگے گیا ہوگا ناگاہ زری کے خیموں کی چمک مانند
شعاع آفتاب کے نظر آئی بولا اغلب ہے کہ یہ وہی مکان ہوں جنپر نگاہ نہیں ٹھرتی اور آنکھ
جھپکی جاتی ہے وزیر نے عرض کی کہ اس گل دیگر شگفت حضرت رات کی رات میں کچھ کا کچھ
رنگ بدل گیا یہاں فقط جنگل تھا جھاڑ جھنکاڑ کے سوا غلام نے کچھ نہیں دیکھا تھا دم مارنے کی
جگہ نہیں قادر کریم نے ایک مخلوق کو ایسی قدرت دی ہے کہ اسکی صنعت کی کنجی صاحبان حنر کی

دریافت نہیں ہو سکتی انکی عقل وادیٔ حیرت میں بہٹکتی ہے ملک نگارین بہت دور ہے اوس
عجائب روزگار نے یہ تماشا دکہایا ہے اسے بہی ملاحظہ فرمایئے بادشاہ وزیر انہیں باتوں میں تہے کہ
اوسکے ملازموں میں سے ایک شخص نے آکر عرض کی ہمارے آقا کا حکم یوں ہے کہ عالم پناہ کی سواری
جسجگہہ آگے بڑہے وہاں کا اسباب وغیرہ غریب غربا لوٹ لیں اور خود بدولت ہر ایک منزل مین جس
جگہہ کو پسند کریں اوسمیں استراحت فرمائیں چنانچہ بادشاہ جسجگہہ تشریف لاتے اسباب ضیافت کا جو
روے زمین کے بادشاہوں کو میسر نہ تہا وہ مہیا پاتے غرض جسقدر سواری آگے بڑہتی جاتی تہی اوسیقدر
اسباب کی زیادتی نظر آتی تہی اور عجائب سے طبیعت بیشتر حظ اوٹہاتی تہی تاج الملوک آپ بہی ایک منزل
استقبال کیلیے آیا اور سارے لوازم آداب بجالایا آخر بادشاہ کے ساتہہ کمال خوشی اور خرمی سے اپنے
قصر مبارک میں داخل ہوا حضرت کو زمرد کے مکان میں اعزاز واکرام سے بٹہایا اور مکانون کو آراستہ
کیا جا بجا نئے فرش بچہ گئے گلاب کے حوضوں میں فوارے چھوٹنے لگے بادشاہ راہ عجائبات سے
متعجب ہو رہے تھے عمارت اور باغ کی ساخت اور تیاری ملاحظہ فرما کے بیخودی میں آگئی بکاولی
بہی شہزادے کا جمال وکمال دیکہکر دیوانی ہو گئی ہوش سے جاتی رہی سچ ہے شعر

جبدم کمان ابرو کوئی تیر کرشمہ چھوڑ دے ۔۔۔ اک آن میں عشاق کے سارے دلونکو توڑ دے

ایک لمحہ کے بعد پلٹی ہر طرف آنکھوں کو ملکر دیکھنے لگی جس مکان پر نظر پڑی اوسکا نقشہ اور جواہر
اپنے مکانونکا سا دیکہا متحیر ہو کر جی میں کہنے لگی یہ کوئی بڑا جادوگر ہے وہ میری عمارتونکو معہ ق یہاں اوٹہا
لایا ہے اور اس جنگل کو عالم طلسم بنایا ہے ایک پری جو اوسکے ساتہہ خدمتگاری میں آدمیونکے بھیس میں
تہی اوسے اشارہ کیا کہ بنظر غور سے دیکہہ اور بخوبی دریافت کر کہ کیا ماجرا ہے اوس نے متامل ہو کر عرض کی آپ
کے مکاں جہاں تہے وہیں ہیں اندیشہ نہ کیجیے یہ نئی عمارت ہے اُس شخص نے یہ کام کیا ہے کہ ایسی
نقل بنوائی ہے کہ اصل ونقل میں فرق کرنا ہر ایک کا کام نہیں آفرین اسکی چترائی پر اور دانائی
کو یہ سنکر بکاولی بہت خوش ہوئی کہ چور کو میں نے پکڑا اور مال اپنا پایا چاہتی تہی کہ اسیوقت افشائے
راز کرے اور پردہ درمیان سے اٹہا دے لیکن حیا مانع ہوئی جبراً وقہراً قدم صبر وتوکل کا گاڑے
رہی القصہ دسترخوان بچہایا اور طرح طرح کا کہانا سونے روپے کے باسنوں میں چن دیا اوسکی
حلاوت کی تعریف کیونکر کیجیے کہ زبان قلم کی بند ہوئی جاتی ہے اور اس خوان کا فوری کا غذمیں
نہیں سماتی حضرت اہل خدمت کے سلیقے اور اہلکاروں کے طریقے دیکہکر بہت محظوظ ہوئے خاصہ
فرزندوں اور مصاحبوں سمیت خوشی خوشی نوشجان فرمایا اتنے میں ارباب نشاط حاضر ہوئے صحبت راگ رنگ

دیرتک یہی سہ مطربوں کی ہوئی بند صدا ؛ ماہ پیکر لگے دکھانے ادا ؛ گل نغمہ گئے سراسر بھول
دف ڈُنے کام میں ہوئے مشغول ؛ القصہ اسکے بعد بادشاہ اور تاج الملوک اختلاط کرنے اور باتوں
میں مشغول ہوئے شہزادے نے پوچھا کہ آپکے فرزند کے ہیں حضرت نے چاروں بیٹوں کی طرف
اشارہ کیا اور فرمایا کہ انکے سوا اب کوئی نہیں ایک اور بھی تھا اسکے دیدار نحس کی بدولت یہ
بلائے ناگہانی مجھپر نازل ہوئی تھی قضائے الٰہی سے میں نے نجات پائی اور وہ اسی حالت میں
خدا جانے کہاں نکل گیا تاج الملوک نے یہ سنکر کہا کہ کس سبب سے اس درگاہ عالی کو چھوڑا اور
اس دولت سے منہ موڑا کوئی اس مجلس میں اسے پہچانتا ہے یا نہیں یہ سنکر زین الملوک نے
اسکی پیدائش اور اپنی نابینائی کا ماجرا شروع سے آخر تک ظاہر کیا پھر ایک امیر کی طرف جو اسکا اتالیق
تھا اشارت کی کہ اسکے سوا کوئی اسکی صورت سے واقف نہیں شاہزادہ اسکی طرف مخاطب ہوا کہ دیکھو
تو اس مجلس میں کوئی اسکی شکل سے مشابہ ہے یا نہیں اس جہاندیدہ نے شاہزادہ کا نقشہ اور گفتگو کا
رویہ بغور ملاحظہ کرکے عرض کیا کہ اتنوں میں کسی کو اس شاہزادہ کی صورت اور شکل کے
موافق نہیں دیکھتا مگر چہرۂ مبارک میں اکثر اسکی علامتیں پائی جاتی ہیں اور بول چال کی وضع بھی
بہت ملتی ہے سنتے ہی اس کلام کو تاج الملوک اٹھکر باپ کے قدموں پہ گر پڑا اور عرض کی کہ میں
وہی ناخلف ہوں جو اتنی مدت تک نحوست ایام اور طالع ناکام کے باعث سرگرداں اور اس درگاہ
سے محروم رہا شکر ہے کہ دیدار مبارک جسطرح سے جی چاہتا تھا اسیطرح دیکھا اور قدمبوسی کی جس
وضع سے آرزو تھی بر آئی زین الملوک نے یہ گفتگو سنکر مارے خوشی کے شہزادہ کو چھاتی سے لگایا
اور آنکھیں چومیں سجدۂ شکر الٰہی بجا لایا پھر بیٹے سے کہنے لگا یہ حشمت اقبال کہ ایزد متعال نے
تمکو بخشا ہے ہمکو پہلے ہی اسکا حال تمہارے روز تولد کے زایچہ سے معلوم ہوا تھا الحمد للہ
کہ چہرۂ مقصود کو آئینۂ ظہور میں حسب دلخواہ دیکھا بارے آنکھوں میں روشنی دو چند ہوئی یہ
کہو کہ آجتک کہاں تھے اور سرو آزاد ہو یا کسی شمشاد قد سے پیوند کیا ہے شاہزادہ بولا کہ غلام
کی دو منکوحہ ہیں اگر حکم ہو باریاب ہوں اور قدمبوسی حاصل کریں حضرت نے فرمایا کہ اس سے
کیا بہتر شاہزادہ محل میں جاکر دلبر اور محمودہ کو بادشاہ کی خدمت میں لایا وہ دونوں بھی بیگم
اس مکان کے قریب آکر ٹھٹک رہیں تب زین الملوک نے کہا کہ یہاں کیوں نہیں آتیں جو انکے
دیدار فرحت آثار سے میں نرگس چشم کو منور کردں اور سینہ کو سرور سے بھر دوں تاج الملوک نے
التماس کی کہ آپکی یہ لونڈیاں حیا سے نہیں آتی ہیں کہ چاروں شہزادے انکے بندہ آزاد ہیں چنانچہ انکی

سنے جوگن کے جوڑ دل پر داغ ہیں مزاج چاہے تو حضرت بھی ملاحظہ فرمائیں اس راز کے کھلنے سے
چاروں کے منہ کا رنگ اڑ گیا شرمندہ ہوکر وہاں سے اٹھ گئے تب وہ دونوں آکر قدمبوس ہوئیں پھر زین الملوک
نے تمام سرگذشت ایام جدائی کی اور دلبر و محمودہ جان کا احوال استفسار کیا شہزادہ نے بھی شدائد
سفر اور محنت بیابان کی اور بھائیوں کے داغ کھانیکا دلبر کے ہاتھ سے اور مروت حمالہ کی اور بیاہنا
محمودہ کا اور لینا گل بکاؤلی کا گلاب کے حوض سے اور بکاؤلی کے دیکھنے کی کیفیت خواب کی حالت
میں اور گل مذکور چھین لینا بھائیوں کا اور بنانا باغ اور حویلی کا بیابان میں مفصل ظاہر کیا اتنے میں بادشاہ
کو تاج الملوک کی ماں یاد آگئی بولے کہ تمنے تو میری آنکھیں گل بکاؤلی سے روشن کیں اور اپنے
دیدار سے دروازہ سرور کا دل غمناک کے آگے کھول دیا اب مجھکو بھی لازم ہے کہ اس درد
انتظار کی ماری تمھاری ماں کو یہ مژدہ جانبخش سناؤں اور اس مبتلائے رنج فراق اور
تشنہ دیدار کو تمھارے آنیکی خوشخبری کا شربت پلاؤں یہ کہکر بادشاہ اٹھ کھڑے ہوئے اور قلعۂ مبارک
میں تشریف لاکر تاج الملوک کی ماں کے پاس گئے اور ایام گذشتہ کی بدسلوکیوں کا بہت سا عذر
کیا آگے سے زیادہ سرفراز کیا اور بیٹے کے آنیکا مژدہ دیا اے عزیز تیری عزت بادشاہ کے
دربار میں تیری خدمت کے موافق ہوگی چاہئے کہ شاہزادہ کے مانند کار شائستہ کرے تو تیری
محنت شاہ کے دل میں موثر ہو اور پیغام اپنی ملاقات کا نجھے بھیجے بلکہ بیبا کانہ آپ ہی تیرے
پاس چلا آئے اور بے اختیار تیرا سر اپنی چھاتی سے لگائے اگرچہ پہلے دیدار کے لائق تھو لیکن
آخرکار اسی مقام میں آپ کو پہونچائے کہ وہاں تیرا کوئی شریک نہ ہوسکے پھر ایسا
کام نہ کیجیو کہ شہزادوں کے مانند داغ لعنت اٹھائے اور کس و ناکس کے روبرو رسوا ہو

بارہویں داستان بکاؤلی کی رخصت ہونیکی زین الملوک سے اور نامہ لکھنے میں تاج الملوک کو

زین الملوک جب اپنی دارالسلطنت میں داخل ہوا بکاؤلی اس سے رخصت ہوکر اپنے باغ میں آئی
اور ایک اشتیاق نامہ تاج الملوک کیلئے لکھا پھر اسکو تاج الملوک کی انگوٹھی سمیت سمن پری کو کہ خفیہ
اسکے ساتھ گئی تھی حوالے کیا اور کہا کہ جلد جا جسوقت کہ شاہزادہ کو کاروبار دنیا سے فارغ اور تنہا پائیو ان
دونوں کو اسکے ہاتھ میں دیجیو وہ اڑنا گن نامہ لیکر اسی وقت اڑی ایک دم میں تاج الملوک کے محل میں
آپہونچی اور کسیطرف گھات میں لگ رہی جب تاج الملوک بکاؤلی کے دھیان میں اکیلے مکان میں آبیٹھا
یہ اسکے روبرو جاکر آداب بجالائی اور وہ امانت حوالے کی شہزادے نے انگوٹھی پہچانی اور خط کھولکر پڑھا مضمون یہ تھا

نامۂ گل بکاؤلی

سخن ابتدا کر بنام خدا / کہ جو وہ ہے مبرا ز چون و چرا
ستاروں سے روشن کیا آسماں / کئے جن و انساں زمیں میں عیاں
جمال و کرشمے پری کو دئے / جلایا دل آدمی عشق سے
پری پر دیا پھر اسی کو شرف / کیا تیر الفت کا اسکو ہدف
ذرا اپنے پرتو کو لیلیٰ پہ ڈال / ہوا قیس خود جسکے محو جمال
عیاں حسن کو جسکے شیریں کیا / وہی جسکے فرہاد شیدا ہوا
ہے سر اسکے جلوے کی اونٹنی لیلیا / اسی پر ہے بیتاب فرہاد سدا
چراغ محبت کو روشن کیا / شعور اسپہ پروانہ ہو کے جلا
ہے بعد اسکے میرا پیام و سلام / تجھے اے شہ خوبرو نیکنام
ترے چشم و ابرو نے اے شوخ و شنگ / لگائی میرے دل پہ لاکھوں خدنگ
اور اس لفافہ پہ خم نے اگلے خدا / کیا مثل قمری مجھے طوق دار
کیا ہے دل و جان خون عشق نے / جلایا درون و برون عشق نے
مگر یہ سخن ہے غلط مشتہر / کہ اک دل کو ہے دوسرے کی خبر
میں جلتی ہوں تجھکو خبر کچھ نہیں / ترے سوز دل میں اثر کچھ نہیں
ترے ہجر میں غمکدہ ہے یہ گھر / اگر تو نہ ہو خلد بھی ہے سقر
مجھے شربت وصل جلدی پلا / لبوں پر مرا دم ہے اے دلربا
کیا دل ترے غم نے ایسا نگار / ہوئے ایک ٹکڑے کے ٹکڑے ہزار
میں ناسفتہ گوہر ہوں اے خوش لقب / ہے الماس کی مجھکو تجھسے طلب
تو دریا ہے اور میں ہوں تشنہ جگر / تجھے پاس میری جلد آنکر
ترے غم میں جی سے گذر جاؤنگی / اگر تو نہ پہونچا تو مرجاؤنگی
ویلے اب جو اٹھونگی روز جزا / تو ہونگے ترے لعل لب جو نہاں
جواب اسکا پھر دیگا کیا تو مجھے / جو پوچھونگی کاہیکو مارا مجھے
نہ بول آگے لب اے زبان قلم / دکھانیکو دل کے نہیں بھی کم

غرض تاج الملوک نے مضمون نامہ کا لفظ بلفظ پڑھا تو سے اور ہر حرف پر ذوق سے تھا دریافت کیا عشق کی آگ کہ سینہ میں دبی ہوئی تھی بھڑکی سیماب کی مانند بیتاب ہو کر تڑپنے لگا آخرش دل کی بیقراری کو تھاما چار و ناچار صبر کیا پھر قلم فراق رقم کو ہاتھ میں لیکر ایک بند کاغذ کا اٹھا کے نامہ کا جواب یوں لکھا "**نامۂ تاج الملوک**" اے عاشقوں کی جلانیوالی ہے طرز جفا تری نرالی ہے۔ تو سیمتنوں کی صف شکن ہے۔ تو عشق کی راہ میں رہزن ہے۔ ابرو تری آنکھہ تیرہ خمدار ہے مست کے پاس جیسے تلوار، جادو ہے تری نگاہ پنہاں، یا برق برائے خرمن جاں۔ آگے ترے لب کے لعل بے رنگ، غنچہ ہے ترے دہن سے دلتنگ۔ روشن ہے تجھی سے چشم امید، ہیں ذرہ صفت ہوں تو ہے خورشید۔ اے نازنین زہرہ جبیں وائے رشک افزائے بتان چیں تیرے اشتیاق نامے کے مضامین آتشبار۔ میرے استخوان کو برنگ شمع جلا دیا اور دل مجبور کو داغوں سے معمور کیا شور و فغاں سے حشر برپا ہوا آہ کا دھواں چاروں طرف گھٹ گیا اے شمع شب افروز۔ جو داغ تیرے عشق کی سوزش سے میرے سینے میں پڑے ہیں ہرگز نہ مٹینگے بلکہ جب تک ماہ کے جگر میں کلف ہے یہ بھی چمکا کریںگے یہ نجانیو کہ تیرا تصور میری آنکھوں سے کسی وقت

جاتا ہے یا تیری یاد کسی دم میرا دل بہلاتی ہے کوئی گھڑی نہیں کہ جسمیں مجھکو تیری جستجو نہیں اور تیرے
ملنے کی آرزو نہیں ہیں تو تیرا نام سنکر دیوانہ ہوکر آنکھوں سے راہ چلا جان کا خطرہ نہ کیا دیووں سے کسطرح
سازش کی اور انکی گردن میں کمند محبت ڈالی جب کہیں تیرے جمال جہاں آرا کو ذرا دیکھا اور نمک
زخم پر چہرہ کا فی الجملہ میرے سینہ بریان کی وہ آگ ہے کہ جسکی ایک چنگاری تیرے دل میں جا پڑی
یا برق اشتیاق کی ایک تڑپ ہے جو تیرے خرمن کیطرف دوڑ گئی بیت
ہے فیض عشق کی سوزش جو تیرے سینے میں ٭ شرار ایک ہے لیکن دو آبگینے میں ٭ میں کیا
کہوں مجھسے کیا ہوسکتا ہے جذبہ تیرا ہی کام ہے بیت تا نہو دلبر کی جانب سے کشش ٭
عاشق بیچارہ کیا کر سکے ۔ بس زیادہ اس راز سے قلم کو آشنا نہ کیا چاہیئے کہہ گئے ہیں
مصرع قلم کب آشنا ہے راز مشتاقوں سے اور محرم والسلام پھر خط کو لفافہ کرکے اپنی
چشم سرمہ سای نمناک کو بجائے مہر اس پر رکھا اسکے بعد سمن روپری کے ہاتھ میں دیا
اور زبانی پیام باشتیاق تمام بہت سے دئے آخر وہ رخصت ہوکے لکاڈلی کے پاس
آپہونچی جواب نامے کا حوالے کیا اور زبانی بھی جو کچھ حال تھا کہ سنایا۔
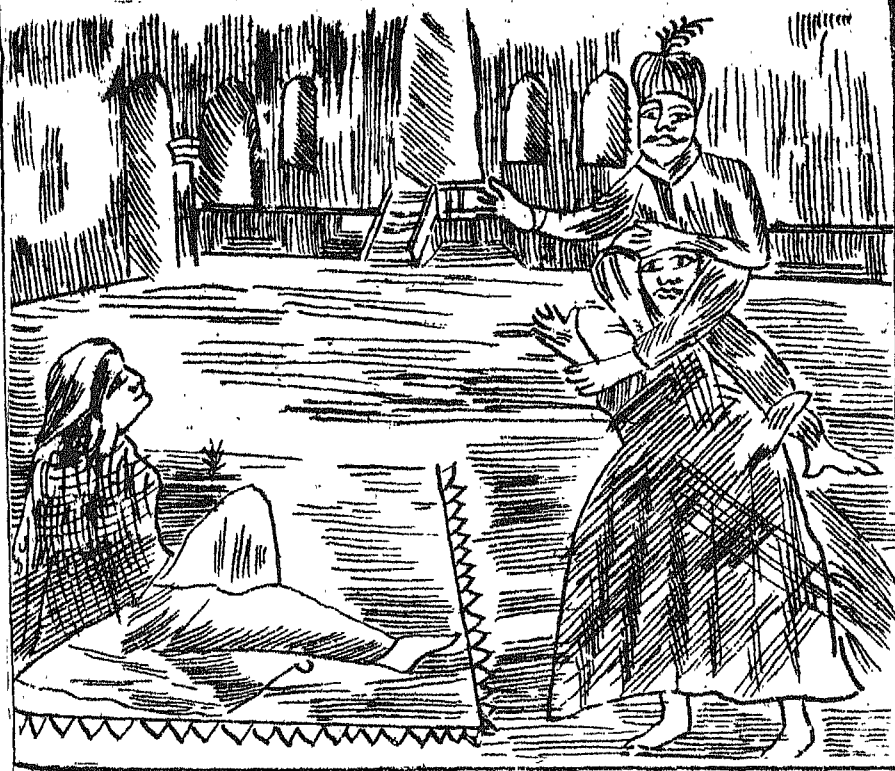
تیرہویں داستان تاج الملوک کے جانیکی بکاؤلی کے پاس اور قید ہونے میں بکاؤلی کے

القصہ جب بکاؤلی نے تاج الملوک کا اشتیاق اپنے سے دونا پایا اور صبر و قرار طرفین کا بغیر وصال کے
محال نظر آیا سمن رو سے کہا کہ حمالہ کو جلد حاضر کرو وہ سنتے ہی دوڑی ایک پلک میں جا پہونچی حمالہ اسکو
مضطرب دیکھکر پوچھنے لگی اے بہن خیر ہے ایسی گھبرائی کیوں آئی وہ بولی خیریت ہے شہزادی نے تمکو یاد
کیا ہے دیر نہ کرو جلدی چلو گھبرا کر اٹھہ کھڑی ہوئی اور غیر وقت کے بلانے سے بید کیطرح کانپتی ہوئی
آئی کیا دیکھتی ہے کہ بکاؤلی نرگس چشم یار سے بیمار تر اور ہر مژہ فوارہ کے مانند اشکبار ماتم زدونکی
صورت اس عشرتکدہ میں بنائے بیٹھی ہے آداب بجا لاکر سر سے پاؤں تک بلائیں لیکر کہنے لگی اے
یاسمن نشاط وائے گلشن انبساط تیرا غنچۂ دل ایسا کیوں تنگ آیا جو تو نے اپنا یہ رنگ بنایا کاہے
کو شبنم کیطرح روتی ہے کس لئے پہول سے مکھڑے کو گرم آنسوؤں سے دہوتی ہے
تیری بلا میرے کو لگے تو ہمیشہ خوش رہے خدا کیواسطے کچھ بات کر بول اپنے دل کے بھید
کو مجھپر کہول یہ سنکر بکاؤلی نے کہا ڈھیٹھہ والا انتی باتیں کیوں بناتی ہے جان بوجھکر بھولی
ہوئی جاتی ہے یہ تیری ہی آگ لگائی اور بلا لائی ہوئی ہے ان تیرے بازوں سے ہاتھہ اٹھا اور
اپنی لگائی کو بجھا یہ کرتوت داماد کا ہے یا کسی اور کا اسکو تو نے یہانتک پہونچایا یا کوئی اور لایا
غرض میرے پردۂ ناموس میں رخنہ اسکے ہاتھہ سے پڑا اور ننگ کہلے اس لئے مجھے دیکھا اگر اپنا بھلا
چاہتی ہے تو جلد جا اور اسے مجھہ تک لا حمالہ یہ بات سنکر ہنس پڑی اور کہنے لگی کہ تمنے اتنی سی بات کے
واسطے رو رو کر منہ سجایا ہے اور اپنا یہ حال بنایا ہے تم اٹھو ہاتھہ منہ دہو ہنسو بولو اس نے کہا
یہ کتنا کام ہے میں ابہی کان پکڑ کے لے آتی ہوں آخر وہ لنکا شرقستان کی طرف دوڑی گئی
بات کی بات میں تاج الملوک کے پاس آ پہونچی اور مسکرا کر کہنے لگی اٹھہ رے پروانے اڑ چل
تیری شمع نے یاد کیا ہے یہ سنتے ہی شہزادہ بے اختیار اس کے پاؤں پر گر پڑا حمالہ نے
اسکا سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا پہر کاندہے پر بٹھا کر بکاؤلی کے ملک کا راستہ لیا اس
اثنا میں جمیلہ خاتون کے کان میں بہنک پڑی کہ تمہاری بیٹی بروگن سی بن گئی ہے شاید
کسی آدم زاد پر وہ پری زاد دیوانی ہوئی ہے اس بات کی تحقیق کرنیکو وہ بکاؤلی کے پاس
آئی اور آثار عشق کے اسمیں دیکھکر بہت خفا ہوئی اور اپنا منہ پیٹ کر بولی اری کنواری نہنگاری
تو ناپید ہو یہ کس کے پیچھے بروگ لیا ہے اور کسکے لئے یہ جوگ سادہا ہے پریوں کا ننگ و ناموس

تو نے کہویا ہے اور گل کا نام ڈبویا اس نے یہ باتیں سنکر کانوں پر ہاتھ رکہا اور صاف مکر گئی قسمیں سخت سخت کہانے لگی ماں کے پاؤں پر گر پڑی اور کہنے لگی میں نے آج تک عشق کا نام بھی نہیں سنا اور آدمی کو خواب میں بہی نہیں دیکھا کس نے طوفان جوڑا اور تہمت لگائی اسکا نام سچ بتاؤ نہیں تو میں اپنا خون کرونگی اور جان دونگی یہ حالت اسکی دیکھکر ماں بہی تو تہی پگھل گئی مگر ظاہر میں رکھائی سے بولی چل چپ رہ اتنے چہنال گہنگولے نگوڑی سوئے نہ بہا اتنے میں حمالہ اس مشتاق کو لیکر پہونچی سمن دیری تو محرم راز تہی اسنے اشارے سے آگاہ کردیا کہ مسافر بہی آپہونچا شہزادی نے بہی اشارے سے کہا کہ ایک مکان محفوظ میں چہپا رکھو غرض پہر رات گئے تک تو بکاؤلی چار و ناچار ماں کے پاس بیٹھی رہی جب وہ پلنگ پر جا کر سو رہی بکاؤلی نے دیکھا کہ خوب غافل ہوئی وہاں سے اٹھی اور دبے پاؤں چلی دل خوف سے دہڑکتا اور جی شوق سے پہڑکتا تھا قصہ مختصر اسی صورت سے شہزادے کے پاس پہونچی اسکی نگاہ جوں ہی اس سراپا ناز پر پڑی ہوش جاتا رہا غش ہو کر گر پڑا جب تو یہ گہبرا کر دوڑی اسکا سر اٹہا کر اپنے زانو پر رکھ لیا منہ سے منہ اور گال سے گال رگڑنے لگی اس غنچہ دہن کی بو کہ گلاب سے بہتر تہی سونگہتے ہی شہزادے کے دماغ میں قوت آگئی ہوش میں آیا آنکہیں کہولدیں اپنے سر کو اس زہرہ جبین کے زانو پر دیکھا تو کب بخت کو اوج پر پایا خوش و خرم اٹھ بیٹھا پہر تو پیار کی آنکہیں طرفین سے پڑنے لگیں یہاں تک کہ ملکی شدہ ہی آخر شراب شوق کا پیالہ چلنے لگا نشہ اشتیاق دونوں کو چڑہا پردہ حجاب بیچ سے اٹھگیا چالاکی اور بیباکی کا بازار گرم ہوا شرم و حیا نے کنارہ کیا جام وصل دونوں نے پیا۔ مثنوی

ہزار افسوس پھر یہ چرخ پر دور
جو دے اک لمحہ میں نور آشنائی

کریگا مشتری کو ماہ سے دور
تو بخشے اسکو پھر سو جدائی

جہاں دو شخص بیٹھے ملکے اکجا
غلط ہے یہ کہاں آئین وفا ہے

وہیں سنگ جدائی اسنے پھینکا
کماں میں اسکی ہیں تیر جفا کے

اتفاقاً جمیلہ خاتون آدہی رات کے وقت چونک پڑی چاندنی کی بہار سے باغ بہی اسوقت نور باغ بن رہا تھا بید مشک اٹھ کھڑی ہوئی اور سیر کرنے لگی ناگاہ اسجگہ جہاں وہ دونوں خوابیدہ بخت سوتے تھے جا نکلی اس حالت کو دیکھتے ہی اسکی آتش غضب کا شعلہ بھڑکا غصہ روکا نہ گیا تاج الملوک کو مانند سنگ فلاخن صحرائے طلسم میں پھینکا اور بکاؤلی کے گل رخسار کو طمانچوں سے گل ارغوان بنادیا اسکے بعد گلستان ارم میں کہ اسکے باپ کا تختگاہ تھا اپنے ساتھ لیگئی اور جو آنکھوں سے دیکھا تھا فیروزشاہ سے کہا اسنے کتنی پریاں خوش بیان چرب زبان اس شہزادی کی مصاحبت میں مقرر کیں کہ اسکو نصیحت کیا کریں اور انسان کا نقش الفت اسکے لوح دل سے دہویا کریں چنانچہ وہ اس کام میں رات دن مشغول تہیں لیکن

بکاؤلی کی دبی ہوئی آگ عشق کی انکی باتوں سے سلگ اٹھی تھی شعلہ اشتیاق دونا بھڑک جاتا تھا دن ہر کسی کے ساتھ بیٹھ کر کاٹتی اور رات بھر یار کے خیال میں جاگتی تھی اور یہ غزل اپنے حسب حال پڑھتی تھی

کوئی بھی اس طرح ہی ہو مبتلائے فراق
خطاب دیتا ہے کیا مجھکو بادشاہ فراق
فراق کو تیری فرقت کا مبتلا یہ کردوں
فلک کے ہاتھ سے اب ٹوٹ جائے پائے فراق
اگر فراق ملے مجھکو جان سے ماروں
بہ رنگ مرغ سحرائی ہے صبائے فراق

تمام عمر نہ سر سے گئی بلائے فراق
ہمیشہ شیشہ سوزاں سے شعلے اٹھتے ہیں
کہ خون اپنا جگر روئیں دیدہائے فراق
میں داد یا دل کہاں لیا کروں کہوں کس سے
شریک دیدہ سے بہر دوں میں جو تنہائے فراق

غریب و عاشق و بیدل فقیر سرگرداں
دل و جگر کو جلاتے ہیں وہ اٹھائے فراق
کہاں فراق کہاں میں کہاں وہ یہ تعجب
فراق کو بھی کوئی ہے جو دے سزائے فراق
بقول حافظ شیراز اب میرے واسطے

جب بیقراری اسکے مزاج میں دن بدن سودے کو بڑھتے پایا جانا کہ عشق نے اسکے دل میں گھر بنایا نا چار ہوکر فیروزشاہ سے عرض کی کہ ہمنے اپنا بہتیرا سر پھرایا مگر فائدہ کچھ نہ پایا وہ کسی طرح نہیں سمجھتی پتھر کو جونک نہیں لگتی جیسر شرط تھی سو کی آگے جو ارشاد ہو فیروزشاہ نے اس ماجرہ کو سنکر جانا کہ بیٹی ہاتھ سے جا چکی نصیحت مطلق نہیں سنتی بکاؤلی کو طلسم میں قید کیا اس سیمتن کے پاؤں میں

چودھویں داستان تاج الملوک کے دریائے محیط میں پڑنیکی اور سلامت پہونچنے کی وہاں سے بیابان میں اور تبدیل ہوجانیمیں صورت اصلی کے

سونے کی زنجیر کو پہنا دیا - کہتے ہیں کہ جب جمیلہ خاتون نے شاہزادہ کو ہوا پر پھینکا وہ ایک دریائے عظیم میں جا پڑا اور اسکے تلاطم سے تہ و بالا ہونے لگا کبھی موتی کی مانند نیچے جاتا تھا اور کبھی حباب کیطرح پانی پر آتا تھا چند روز کے بعد کنارے پر پہونچا سچ ہے کہ عاشقوں کی جان عزیز تک اجل کا ہاتھ یکایک نہیں پہونچتا اور موت کا پنجہ ان کے مرغ روح کی گردن نہیں مروڑ سکتا کوئی رمق جان باقی رہی تھی تری سے خشکی میں آیا آفتاب کی گرمی سے ہاتھ پاؤں کھلے حرکت کے قابل ہوئے اور بدن میں زور بیٹھا ہوا اٹھکر ذرا آگے بڑھا سامنے ایک جزیرہ نظر آیا اسمیں جاکر دیکھا اقسام اقسام کے میوہ دار درخت اسمیں تھے ادھر ادھر پھرنے لگا رستے میں ایک ایسا باغ نظر آیا کہ اسکے درختوں کے پھل آدمیوں کے کلے کی مانند تھے یہ جو اُن سے دو چار رہا وہ پھل کھل کر ہنس پڑے پھر سب کے سب زمین پر گر پڑے ایک ساعت کے بعد اور کلے ان شاخوں میں پیدا ہوئے شاہزادہ یہ تماشا خدا کی قدرت کا دیکھکر نہایت حیران ہوا بلکہ ڈرا اور وہاں سے آگے بڑھا ایک درخت انار کا ملا اسمیں ہر ایک انار گھڑے کے برابر تھا

تاج الملوک نے ایک انار توڑا تو اس میں سے چھوٹے چھوٹے چرند خوش رنگ نکل آئے پھر سب کے سب چڑیوں کی طرح
اڑ گئے شاہزادہ صنعت خالق کی دیکھکر ادر بھی دنگ ہوا علی ہذا القیاس ایسے ہی ایسے عجائب و غرائب چند روز
تک دیکھا کیا غرض جس سرزمین پر جا پہونچا ایک نیا تماشا نظر آتا کسی طرح وہاں سے رہائی نہ پاتا تھا
ایک دن نہایت تنگ ہو کر ہر طرف سے لکڑیاں جمع کر کے بیڑا باندھا پھر خدا کا نام لیکر دریا میں ڈالدیا
اور اس پر جا بیٹھا کئی روز کے بعد وہ ایک کنارے پر جا لگا یہ اتر کر آگے چلا اور ایک بیابان ہولناک
میں جاکر وارد ہوا شام کے وقت درندوں کے ڈر سے درخت پر جا بیٹھا پھر رات ہو گئی ایک سناٹے کی
آواز دکھن کی طرف سے کان میں آئی ہر چند شاہزادے نے دائیں بائیں دیکھا لیکن کوئی نظر نہ
آیا آخرش ایک اژدہا پہاڑ سا نظر آیا اور اسی درخت کے نیچے جس پر شاہزادہ تھا آیا اس کی صورت
دیکھنے سے حواس اڑ گئے درخت کی ڈالی سے لپٹ کر دم بخود ہو گیا ایک ساعت کے بعد اژدہے
نے ایک کالا سانپ اپنے منہ سے نکالا اور اس نے ایک من آفتاب سا چمکتا ہوا اگل کر
درخت کے نیچے رکھدیا اور اسکی روشنی سے چار کوس عرصہ تک جتنے جنگل پہاڑ تھے روشن
ہو گئے اور وحوش و طیور اسکے آگے آکر ناچنے لگے آخر بیہوش ہو کر گر پڑے وہ ان کو دم کی
کشش سے کھینچ کھینچ کر نگلنے لگا یہاں تک کہ اسکا پیٹ بھر گیا سانپ اسکے من کو
نگل گیا اور وہ سانپ پھر جس طرف سے آیا تھا اسی طرف کو چلا گیا شاہزادہ کے جی میں
یہ لہر آئی کہ ایسی تدبیر کیجیے کہ جو یہ من ہاتھ لگے عقل دوڑانے لگا آخر سوچتے سوچتے صبح ہو گئی
پھر دریا کی طرف گیا اور وہاں سے بڑا لوندا کیچڑ کا اٹھا لایا اور شام کے وقت درخت پر چڑھکر
اسی طرح بیٹھ رہا اژدہا بھی اپنے وقت معین پر آ پہونچا اور بدستور سانپ کو منہ سے نکالا اور
اس نے من اگلا شاہزادہ گھات میں بیٹھا تھا اس شتابی سے گل حکمت کا لوندا من پر ڈالا کہ
گل حکمت کردیا تمام اندھیرا ہو گیا ہاتھ کو ہاتھ سوجھنے سے رہ گیا اور سانپ سر ٹپک ٹپک کر مر گیا
نور کے تڑکے درخت سے اترا اور وہ مہرہ نورانی کیچڑ سے نکالکر اپنی کمر میں باندھا اور آبادی
کی توقع پر آگے چلا تمام دن دشت پیمائی اور صحرانوردی میں کاٹتا تھا جب رات ہوتی تھی کسی
درخت پر چڑھکر بیٹھ رہتا تھا غرض دن رات اسی طرح بسر کرتا تھا اتفاقاً ایک رات کو جس درخت
پر بیٹھا تھا اس پر ایک بولتی ہوئی مینا کا آشیانہ تھا وہ اپنے بچوں کو اکثر کہانیاں نقلیں سنایا کرتی تھی اور
ہر ایک فن کی کہاتیں بتایا کرتی تھی اسلیے کہ کان پڑی آواز ایک نہ ایک دن کام آتی ہے اس رات
بچوں نے مینا سے کہا اے اماں جان کوئی بات اس بیابان کی تو کہو مینا بولی کہ اس جنگل میں گنج بیشمار

جا بجا گڑا ہے اور کنارے ایک بڑا درخت ہے کہ اسکو سراج القطب کہتے ہیں اگر کوئی اسکی پوست کی ٹوپی بنا کر پہنے
تو وہ کسی کو نظر نہ آوے اور وہ سبکو دیکھے لیکن اس تک کوئی پہونچ نہیں سکتا کیوں کہ اسکا ایک بڑا سانپ نگہبان
ہے اس پر تلوار و تیر کچھ کارگر نہیں ہوتا بچوں نے مینا سے پوچھا کہ پھر کسطرح کوئی وہاں پہونچے مینا نے کہا کہ
ایسا کوئی جوانمرد ہو کہ گھبرا نہ جاوے اور ہمت باندھے ہوئے اس حوض کے کنارے آپکو پہونچا دے وہ سانپ
لپک کر جب اس پر آوے وہ حوض میں کود پڑے فوراً اسکی صورت کوے کی ہو جاویگی کچھ اسکا اندیشہ نہ
کرے اور اڑکر اس درخت کے پچھم طرف ڈالی پر جا بیٹھے اسمیں کتنے سبز اور لال پھل لگے ہیں اگر لال پھل توڑکر
کھا جائے تو پھر اپنی اصلی صورت پر آجائے اور سبز پھل کی یہ تاثیر ہے کہ جو اسکو سر پر رکھے تو کوئی حربہ
بدن پر اثر نہ کرے اگر کمر میں باندھے تو ہوا پر اڑتا پھرے اور پتوں کا خواص یہ ہے کہ زخم پر انہیں رکھے
تو فوراً بھر آوے اگر اس کی لکڑی ہزار من لوہے کے قفل کو چھوائے تو اسی وقت کھلجائے تاج الملوک
یہ عجیب و غریب باتیں سنکر حد سے زیادہ اس درخت کا مشتاق ہوا صبح ہوتے ہی اس پتے پر چلا بہر
صورت آپ کو اس حوض تک پہونچایا سانپ بھی اسکو دیکھتے ہی لپکا
شہزادہ مطلق نہ جھجکا حوض میں کود پڑا پھر کوا بن کر اس درخت کی اسی میوہ
دار ڈالی پر جا بیٹھا اور ایک لال پھل کھا کر اپنی اصلی صورت پر آگیا پھر اسکے بعد کچھ سبز
پھل توڑکر کمر میں باندھے اور ایک لکڑی بھی لاٹھی کے موافق لے لی پھر تھوڑی سی چھال کہ
جسمیں ٹوپی بنے اور کچھ پتے لیکر وہاں سے اڑا چند روز کے بعد جنگل سے باہر نکلا آثار آبادی کے
دکھائی دیے وہاں ایک نوکدار لکڑی لیکر اپنی ران کو چیرا اور کالے کا من اسمیں رکھکر وہی پتے زخم پر رکھدیے

پندرہویں داستان پہونچنے میں تاج الملوک کے ایک حوض پر اس میں غوطہ مارکے تبدیل ہونا اس کی شکل کا

فوراً اچھا ہوگیا پھر وہاں سے آبادی کی راہ لی نقل ہے کہ تاج الملوک ایک سنگ مرمر کے حوض پر
جسکے چاروں طرف رنگ برنگ کے پھول پھولے ہوئے تھے جا پہونچا وہ سہانی جگہ اور ٹھنڈی چھانویں
دیکھکر شہزادہ ایک آن سو گیا جب آنکھ کھلی اور پانی کی صفائی ملاحظہ فرمائی ٹوپی اور عصا ایک
درخت کے نیچے رکھکر اسمیں اترا اور غوطہ مارا جوہیں پانی سے باہر نکلا اس حوض اور مکان کو نہ پایا
بلکہ ایک شہر کے متصل جا پہونچا اسکے سوا کیا دیکھتا ہے کہ علامت مردی کی جاتی رہی اور صورت
عورتوں کی سی ہوگئی گل سے رخسار کہ خط سبز سے سبزہ زار تھے یاسمین کی مانند مصفا ہوگئے

صبر کے سوا اور کچھ چارہ نہ دیکھا ناچار شکیبائی اختیار کی اور ایک جگہ شرمندہ ہو کر بیٹھ گیا اس میں ایک
جوان وہاں آیا اس نے دیکھا ایک عورت نوجوان پاکیزہ رو نہایت حسین بیٹھی ہے اگر حور کہئے تو روا ہے
اور پری کہئے تو بجا ہے غرض جوان کا دل اس پر آگیا پوچھا اے نازنین تجھپر ایسی کیا آفت پڑی ہے جو
اس ویرانہ میں آکر بیٹھی ہے اس نے کہا میرا باپ تاجر تھا جہاں تجارت کیواسطے جاتا تھا مجھکو اپنے ساتھ
لیجاتا تھا کل اس جنگل میں معہ قافلہ اکر اترا آدھی رات کو ڈاکہ پڑا بہت مال لٹ گیا وہ رفیقوں سمیت مارا
گیا ساتھ چھٹ گیا قافلہ کے لوگ اپنی اپنی جان لیکر بھاگ گئے فقط میں اس ویرانہ میں بیکس رہگئی اب
یہاں نہ کہیں رہنے کا ٹھکانا ہے نہ بیٹھنے کا نہ طاقت چلنے کی ہے جوان نے کہا اے نازنین اگر تو
مجھے قبول کرے تو میں تجھے اپنے گھر لیچلوں اور صاحب خانہ بنا کر رکھوں اسکی بھی آتش شہوت جوان
کے دیکھنے سے شعلہ زن ہوئی تھی اس بات پر راضی ہو کر اسکے ساتھ ہوئی چور وفتنے کے سوا اور
اور کچھ بن نہ آیا اس واردات عجیب سے کبھی روتا کبھی ہنستا اور اسیطرح اپنے دن کاٹتا اس
اثنا میں اسکے حمل نمود ہوا نو مہینے کے بعد ایک بچہ جنا چالیسویں روز ایک حوض میں جو اسکے گھر کے نزدیک
تھا جا کے ایک غوطہ مارا جوں ہی سر اٹھایا تو دیکھا نہ وہ سرزمین ہے اور نہ وہ صورت خدا کی قدرت خود کو ایک
حبشی جوان کی شکل دیکھا کہا الحمد للہ اگرچہ جمال اصلی تو نہیں ملا لیکن عورت سے بہتر مرد تو ہوا غرض اسی خیال
میں تھا کہ ناگاہ ایک عورت حبشن کی سی وضع اور کالا ہوتھنا اسکی ناک کی پھننگ سے لگا ہوا اور نیچے کا ہونٹھ
کے نیچے پڑا ہوا کان شانوں تک چوچیاں رانوں تک سر کھولے ہوئے زبان سے ہونٹ چاٹتی ہوئی
سامنے سے نمودار ہوئی اور اسکی کمر پکڑ کر پکاری کہ اے لڑکے بچوں کی ماں سمیت تین دن سے لڑکے بھوکے پیاسے
ہیں اور میں تیری تلاش میں سرگرداں پھرتی ہوں تو کہاں چھپ رہا تھا بھلا جو ہوا سو ہوا اب جا جنگل
کی لکڑیاں تو لا کہ ان کو بیچکر لڑکے بالے کھانا کھائیں تاج الملوک نے آسمان کی طرف دیکھکر کہا خدایا
کبتک مجھکو اس عذاب میں گرفتار رکھیگا ابھی دیو کے ہاتھ سے چھوٹ کر دم نہیں لیا تھا کہ بلا کے پنجہ میں
پھنسا قصہ کوتاہ وہ ناپاک کٹنی اپنے گھر لیگئی چار طرف سے لڑکوں نے آ کر گھیر لیا کہ بابا ہمارے
واسطے کیا لائے شہزادہ چپکا ایک ایک کا منہ دیکھنے لگا اتنے میں اس چڑیل نے ایک کلہاڑی تاج الملوک کے
ہاتھ میں دی کہ جا کر لکڑیاں کاٹ لا شہزادہ اس فرصت کو غنیمت سمجھا جنگل میں گیا لیکن اس طلسمات عجیب
کیحالت سے حیران تھا دل میں سوچا کہ دوبارہ حوض میں غوطہ مارنے سے صورت تبدیل ہو چکی ہے تیسری
دفعہ بھی امتحان کیجیے اور دیکھیے کہ اب کیسی شکل ہاتھ آتی ہے پھر ایک حوض میں جا کر غوطہ مارا جب سر نکالا
آپکو بصورت اصلی پہلے حوض کے کنارہ پر پایا لالہ کی او ٹوپی کو بجنسہ رکھے دیکھا سجدہ شکر بجا لا کر کہا

الٰہی میں بجا لایا اور دل میں ٹھیرایا کہ اب کسی حوض میں غسل نہ کیجیے بلکہ ہاتھ ہی نہ ڈالیے پھر لاٹھی ہاتھ
میں لے اور ٹوپی سر پر رکھ روانہ ہوا اے یاران ہمدم حق تعالیٰ نے بنی آدم کے سر پر کرامت کی ٹوپی
پہنا کر اور عصائے عصمت کا ہاتھ میں دیکر طلسم گاہ دنیا میں کہ مزرعہ آخرت ہے عاقبت کی تکمیل کیلیے بھیجا ہے پس
انسان کو چاہیے کہ گل اور خار اور آب شراب خوب پہچانے ہر ایک باغ کے پھول کو نہ سونگھے ہر ایک
نہر سے گھڑا نہ بھرے کہ یہاں کانٹے گل سے رنگین اکثر ہیں اور شراب بصورت آب اور ہر جا ہے اسے
عزیز اگر کوئی مرد دنیا کے لینے کو چشمۂ جہاں میں غوطہ مارے گا مقرر اپنا عصا و کلاہ کھو دیگا یہ حکم اس بات پر ہے
کہ طالب دنیا مونث ہیں اور طالب مولیٰ مرد ہیں تیرا کیا معانی جو مانند مرد کامل سے بصورت زنان
ناقص العقل ہو جائے گا پس اس وقت شکیبائی کے سوا کچھ چارہ نہیں چاہیے کہ دم بخود ہو کر بیچ
دریائے ذکر الٰہی میں غوطہ مارے اسکے بعد جو سر اٹھاوے گا وہی عصا ہاتھ میں اور وہی
ٹوپی سر پر دیکھے گا۔

سولھویں داستان پہنچنے میں تاج الملوک کے دیو سیاہ پیکر کے مکان میں اور ملنے میں بکاؤلی کی چچازاد بہن روح افزا سے

نقاش سخن اس حکایت کی تصویر صفحۂ بیان پر یوں کھینچتا ہے کہ جب تاج الملوک نے یہ صدمے اٹھائے
پھر زمین پر پاؤں رکھنا چھوڑ دیا سبز میوے کی طاقت سے ہوا پر جاتا ایک روز ایسے پہاڑ پر گذرا کہ کوہ
قاف بھی اسکے سامنے ایک ٹیلہ سا نظر آوے اسپر ایک پتھر کی حویلی دیکھی شاہزادہ تفتیش حال کے
لیے اسمیں گیا ہر چند پھرا لیکن کسی ذی حیات کا اثر وہاں نہ دیکھا ہر ایک مکان کو ڈھونڈھنے لگا ناگاہ
ایک آواز دردناک اسکے کان میں آئی وہاں جاکر دیکھا ایک عورت حسین کہ جسکی صفائی پر نظر پھسلی جاتی تھی
بلکہ اسکے دیکھنے سے ہاتھ پاؤں میں سنسناہٹ چلی آتی تھی پلنگ پر لیٹی ہچکیاں لے لے کر روتی تھی
شہزادے نے سر سے ٹوپی اتار کر اس سے پوچھا کہ اے آرام جان اس جوانی کے عالم میں تیری جدائی
تیرے عاشق بیدل کے دل پر ستم ہوا اور تیرے تریاق وصال سے دوری اسکے حق میں سم ہے
اس سے کنارہ کیوں کیا اور داغ فراق کا اس بیچارے مشتاق کے دل پر کس واسطے رکھا اس نازنین
کو یہ کلام رندانہ سنکر بہت حیا آئی اور چھیڑ چھاڑ کی باتوں سے بہت شرمائی پھر وہ بیٹھ کر تحمل سے کہنے لگی
بولی اے لوگوں سے بیگانہ تلاش نہ کر یہاں کیا ہے جلدی یہاں سے بھاگ نہیں تو ابھی مارا جائیگا تاج الملوک

بولا اگر میرا سر کہ فی الحقیقت میرے نزدیک ایک بار ہے تجھے رغبت ہو تو حاضر ہے اور جو کسی دشمن سے
ڈراتی ہے تو ہرگز میں نہیں ڈرتا شعر نہیں ڈرتا میں مرنے سے ڈراتی ہے تو کیا مجھکو کہ جی پر کھیلنا ہے
سہل رندلااُبالی کا۔ بہرحال تو اپنے حال سے مجھے مطلع کر اس زہرہ جبیں نے سر اٹھا کر کہا کہ میں پری
ہوں اور میرا نام روح افزا ہے مظفر شاہ تخت نشین جزیرہ فردوس کا میرا باپ ہے ایک روز میں اپنے
چچا کی بیٹی کی عیادت کیلئے کہ اسکا نام بکاؤلی ہے گلستان ارم میں گئی تھی پھرتے ہوئے ایک
دیو سیاہ رو نے راہ میں پکڑا اور یہاں لے آیا اب مجھسے نزدیکی کیا چاہتا ہے اور میں
دور بھاگتی ہوں اسواسطے مجھکو نئی نئی طرح سے ستاتا ہے اور ہر روز ایک آفت تازہ میرے
سر پر لاتا ہے یہ سنکر تاج الملوک نے پوچھا کہ تیرے چچا کی بیٹی کو کیا مرض ہے اس نے
کہا کہ وہ کسی آدم زاد سے عشق رکھتی ہے مگر مدت کے بعد بہزار خرابی وہ ملا تھا ایسا
بچوک پڑا کہ پھر جدا ہو گیا اب اسکے فراق میں وہ رشک حور مجنوں کے مانند دیوانی ہو رہی ہے
اور اپنی جان شیریں کو اس فرہاد وقت کے غم میں کھو رہی ہے کچھ اسکا تدارک نہیں ہو سکتا
اسلئے میرے چچا نے اسکو قید کیا ہے اور ناچار رہی ہے اسکی اذیت کا صدمہ اپنے اوپر لیا ہے
اس ماجرے کو سنکر شہزادے کی حالت متغیر ہو گئی آنکھیں بھر آئیں بے پروا ہی دل و دماغ میں خلل
ہو گیا چہرے کا رنگ اڑ گیا روح افزا نے کہا کہ باوجود ان گرمیوں کے موجب آہ سرد کا کیا ہے
شہزادہ بولا کہ میں بھی گرفتار بلائے دوری ہوں جسکی مہجوری سے تیری چچا کی بیٹی کی وہ حالت ہوئی ہے
ادھر اسکا دل گھبراتا ہے ادھر میرا آوارگی میں جی جاتا ہے غرض شہزادے نے اپنا تمام قصہ
روح افزا کے روبرو کہا وہ سنکر نہایت متعجب ہوئی اور دونوں کی محبت پر ہزار ہزار آفریں
کی اسکے بعد کہنے لگی اگر میں اس دیو کی قید سے نجات پاتی تو تیرے جگر کے زخم پر مرہم لگاتی
شاہزادے نے کہا اب مجھکو کون روک سکتا ہے اس قید خانے سے ابھی نکل جسطرف تیرا
جی چاہے شوق سے چل اگر اس دیو کا تیرے جی میں ڈر ہے تو دیکھ لیجو کہ ایک ہی حملہ میں اس کا
کیا حال کرتا ہوں لیکن اندیشہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی حربہ نہیں روح افزا نے دیو کا
سلح خانہ اسکو بتا دیا اس نے وہاں جا کر ایک تیغہ آبدار اٹھا لیا اسکے پاس جا کر [illegible]
کا عصا پاؤں میں چھوا دیا بیڑیاں اس نازنین کے پائے نازک سے کٹ کر گر پڑیں اسکے بعد دونوں
نے جزیرہ فردوس کی راہ لی چنداں دور نہ گئے تھے کہ ناگاہ ایک آواز مہیب پیچھے سے آئی
روح افزا نے کہا اے شہزادے ہوشیار ہو دشمن خونخوار آن پہنچا فوراً تاج الملوک نے کلاہ بغل سے نکالکر

روح افزا کے سر پر رکھدی اور آپ دیو کیطرف متوجہ ہوا دیو بھی سامنے آیا شاہزادہ نے للکار کر کہا کہ او دیو لعین خبردار قدم آگے نہ بڑھانا نہیں تو ایک ہی ہاتھ میں دو ٹکڑے کر دونگا دیو یہ سنکر بجلی کیطرح تڑپا اور دانت نکالکر بولا عجب تماشے کی بات ہے کہ چیونٹی ہاتھی سے مقابلہ کیا چاہتی ہے یا چڑیا سیمرغ سے لڑا چاہتی ہے مجھے ننگ آتا ہے کہ مکھی کے خون سے کیا ہاتھ بھروں اور جس ہاتھ کے طمانچہ کا زور کوہ قاف کا منہ پھیر دے ایک مشت خاک پر کیا ماروں خیر میری معشوقہ کو مجھے دے اور تو اپنی راہ لے کہ میرا دل اسکے شمع جمال پر پروانہ کیطرح جلتا ہے اور اسکے سوز عشق سے دمبدم پگھلتا ہے شاہزادے نے کہا اے مردود گندہ دہن تو اس لائق نہیں کہ روح افزا کو اپنی معشوقہ کہے خدا کا خوف کرتا ہوں نہیں تو ابھی تیری زبان کاٹ لوں دیو نے یہ زبان درازی اور لاف زنی شاہزادہ کی دیکھکر دیگ کے مانند آتش غضب سے جوش میں آکر سو من کا پتھر اٹھاکر شاہزادے کیطرف پھینکا وہ اس سبز مہرہ کے زور سے اچک کر ہوا پر جاتا رہا اور سراج القطب کا عصا دیو کی گردن پر مارا کہ تمام بدن اسکا کانپ گیا اسکے بعد غصہ سے کہا کہ دور ہو اے لعین اب کی بار تو میں نے رحم کیا اگر ایک ہاتھ اور مارتا تو دو ہی کر دیتا جب دیو نے حریف کو نہایت شہ زور پایا ایسا شور مچایا کہ چاروں طرف سے ہزاروں دیو سوار اور فیل آپہونچے شہزادے کو گھیر لیا تاج الملوک نے بھی اسی میدان میں جیسی چاہئے ویسی جوانمردی کی داد دی اور وہاں کی لڑائی بات کی بات میں مار لی اشعار

وہ تلوار کی اس جری نے وہاں
کئے قتل اسنے تو لاکھوں پلید
تڑپتے تھے وہ خاک پر بیشمار
غرض جو بچے بھاگ گئے پھر تیغ کھا

کہ دیں ہلگئی کانپا تھا آسمان
یہ تیغ اسکی کہتی تھی ہل من مزید
زمیں ہو گئی تھی کف عشر دار
رہا کھیت بس شاہزادہ کے ہاتھ

لڑائی نے ہمت گاڑ دی تو پا
وہ انسان دیو سے لڑے ایسا لڑا
بہا تھا یہ انکے تنوں سے لہو

کہیں صلح کی ہاتھ آتی نہ جا
کہ طرح کہنے لگا مرحبا
کہ تھی کوہ پر خون کی آب جو

لیکن شاہزادہ لڑتے لڑتے اور چالاکیاں کرتے کرتے بہت تھک گیا غش کھاکر گر پڑا روح افزا دوڑی آئی اور سر اٹھاکر اپنے زانو پر رکھا گلاب سا ہاتھ اسکے سینہ پر پھیرا اور اپنی بو دہن سے کہ تنگ غنچہ گل تھی ہوش میں لائی اور ٹوپی سر سے اتار کر شہزادے کے آگے رکھدی اور اسکی جوانمردی پر ہزار ہزار آفریں کی پھر اٹھکر جزیرہ فردوس کی راہ لی جب دونوں شہر کے نزدیک پہونچے روح افزا تاج الملوک کو ایک باغ میں کہ نام اسکا بھی روح افزا تھا بٹھاکر آپ ماں باپ کی ملاقات کیلئے گئی انہوں نے اسکے آنیسے زندگی دوبارہ پائی اسکا ماتھا اور آنکھیں چومیں پھر سرگذشت پوچھی روح افزا نے اذیت دیو ستمگار کی اور مروت اور جوانمردی شاہزادے

شجاعت شعار کی بیان کی لیکن یہ نہ کہا کہ بکاؤلی کا عاشق وہی ہے مظفر شاہ سنتے ہی اٹھکر باغ میں
گیا اور شہزادے کا شکر و احسان بمرتبہ بجالایا مدارات بہت سی کی ایک مسند پاکیزہ اور کرسی جڑاؤ
دی پھر کتنی پریاں اور پریزاد اسکی خدمت کیلیئے مقرر کر کے اپنے دولتخانہ میں آیا۔

سترہویں داستان خط لکھنا مظفر شاہ کا فیروز شاہ کو روح افزا کے پہونچنے کا اور آنا بکاؤلی کا ماں کے ساتھ اسکی ملاقات کے لئے

راوی شیریں بیان یوں بیان کرتا ہے کہ ایک خط مظفر شاہ نے روح افزا کے پہونچنے کا فیروز شاہ کو
لکھکر بھیجا وہ اسکو پڑھ کر نہایت شاد ہوا اور فرمایا کہ جمیلہ خاتون روح افزا کے دیکھنے کو جلد جائے
اور اسکو اپنی آنکھوں سے دیکھہ آئے بکاؤلی نے جو ماں کے جانیکی خبر سنی کہلا بھیجا کہ میں بھی
بہن کی ملاقات کو تمہارے ساتھ چلونگی جمیلہ خاتون نے اس بات کو مناسب جانا اسواسطے کہ
شاید وہاں کے جانیسے اسکا غنچہ دل کھلے اور مکانات مختلفہ کی سیر سے زنگ کدورت آئینہ دل سے جائے
پاؤں کی زنجیر کاٹ دی اور اپنے ساتھ لیکر جزیرہ فردوس کی راہ لی مظفر شاہ نے جب سنا کہ جمیلہ
خاتون معہ بکاؤلی آتی ہے روح افزا کو استقبال کیلیئے بھیجا جب اس سے دوچار ہوئی روح افزا نے
چچی کو جھک کر سلام کیا اور قدموں پر گر پڑی اسنے سر اٹھا کر چھاتی سے لگایا آنکھیں چومیں بلائیں لیں
پھر دونوں بہنیں دیر تک لپٹ کر گلے ملیں مبارک سلامت کی صدائیں طرفین سے بلند ہوئیں پھر روح افزا نے
مسکرا کر بکاؤلی کے کان میں کہا تمھیں بھی اپنے چہیتے حکیم کا آنا مبارک ہوا اسکو شوق سے نبض دکھاؤ
اور شربت وصل پیو یہ سنکے ماں کے خوف سے اسوقت تو خاموش ہو رہی پوچھہ نسکی پر دل ہی دل میں
کچھ شاد کچھ مغموم ہوئی القصہ روح افزا دونوں کو اپنے گھر میں شان سے لائی مظفر شاہ اور حسن آرا بھی
جمیلہ خاتون سے ملی نہایت شفقت اور مہربانی سے پیش آئی دوپہر کا ادہر ذکر لکا اور دراز گفتگو کا کہلا آخرش
روح افزا کی رہائی کا ذکر بھی درمیان میں آیا اس نے اسکو اور ہی طرح سے ادا کیا غرض جمیلہ خاتون ایک رات
رہ کر دوسرے دن رخصت ہوئی روح افزا نے اسوقت عرض کی کہ میں چاہتی ہوں چند روز بکاؤلی
میرے پاس رہے شاید یہاں کے رہنے سے اسکے آئینہ طبع کا زنگ چھوٹے نور عقل اسمیں نمایاں ہو اور
تاریکی سودا نہاں جمیلہ خاتون نے کہا اچھا کیا مضائقہ ہے چنانچہ ایک ہفتہ کی اجازت دیکر اور گلستان ارم
کی راہ لی روح افزا بکاؤلی کو اکیلا لیکر بیٹھی باتیں عشق آمیز کرنے لگی طول بہت سا دیا تاج الملوک کے سوز و گداز سے

کچھ کہنا یہ کیا بےحشمی کے سبب سے شرمندہ ہوگئی اور مارے حیا کے پانی پانی ہوگئی پھر غصہ سے منہ پھیر کر بولی واہ وا
ہوا مجھے یہ ہنسی خوش نہیں آتی اور ایسی چھیڑ چھاڑ نہیں بھاتی یہ تم اپنی بیتی ہوئی مجھے پردے میں سناتی
ہو میں نے جانا کہ تم اس دیو کا دل ہی دل میں غم کھاتی ہو یہ کہاوت تم پر پھب گئی **مثل**
ہاتھوں مہندی پاؤں مہندی اپنے لچھن اوروں دیندی بس زیادہ بیہودہ نہ بکو قسم ہے حضرت
سلیمان کی میں ابھی اپنے گھر چلی جاؤں گی پھر کبھی تمہارے گھر نہ آؤں گی بھلا شمع فانوس کو پروانہ سے
کیا نسبت اور غنچہ سربستہ کو بلبل سے کیا مناسبت کہاں پری کہاں انسان یہ تمہارا صرف گمان ہے
روح افزا نے دیکھا کہ یہ کسی طرح نہیں مانتی اور کسی صورت دھوکہ نہیں کھاتی کہنے لگی اے بہن یہ
تو میں نہیں کہتی کہ تو کسی کو چاہتی ہے یا خدانخواستہ کسی کے درد سے کراہتی ہے بلکہ میں تو یہ کہتی ہوں
کہ تو شمع فانوس ہے کوئی پروانہ جو آپ سے آکر جلے تو تجھکو اسکے جلنے سے کیا اگر ہزاروں گل
نیلوفر دریائے عشق میں ڈوبیں تو سورج کو کیا پروا غرض اسی وضع کے اور فقرے کہکر لگا لگا اس کے غصہ
کو ٹالکر بہلاوے میں ڈالکر ہاتھ میں ہاتھ لیکر اس مکان کی روش پر کہ جس میں تاج الملوک
رہتا تھا آکر پھرنے لگی اتنے میں صدائے دردناک اس حریف عشق کی بکاؤلی کے کان میں
پہونچی سنکر بیچین ہوئی آخر رہ نہ سکی روح افزا سے پوچھا یہ کسکی صدا ہے اسنے کہا کہ ایک شکار
نو گرفتار نالاں ہے آ تجھے اسکا تماشہ دکھاؤں اور اچھی طرح سے اسکی آواز سناؤں غرض بکاؤلی
کو دھوکا دیکر شہزادے کے آگے لاکر کھڑا کر دیا تاج الملوک سے دوچار ہوتے ہی اختیار کی باگ
اسکے ہاتھ سے چھٹ گئی اور جنس صبر و قرار کی لٹ گئی وہ بھی آتش شوق کا جلا ہوا صبر نہ کر سکا
دوڑ کر اس چشمۂ خوبی سے بے اختیار لپٹ گیا بکاؤلی نے بھی دامن حیا کو چھوڑ کر اپنے ہاتھ
اسکی گردن میں حمائل کر دئے پھر تو دونوں جلے ہوئے آتش فراق کے دل کھول کر رو دئے
اور غم جدائی کے دفتر اپنے خوب دھوئے روح افزا یہ حالت دیکھکر ٹھٹھا مار کر ہنسی اور کہنے
لگی بہنا تو تو اب تک دنیا کی لذت سے واقف نہیں بیگانے مرد کا کبھی منہ آج تک دیکھا نہیں پھر اس نامحرم
مرد کے گلے لگ کر زار زار کیوں روتی ہے اور اسکے غم سے اپنا ننھا سا جیوڑا کس لئے
کھوتی ہے تو نے میرے چچا کا نام ڈبویا اور سارے کنبے کو کلنک کا ٹیکا لگایا یہ بات سنکر بکاؤلی
نے کہا روح افزا اگر تو نے مجھ سینہ فگار کے زخم پر مرہم لگایا ہے تو ناخن طعن سے نہ چھیل اور
جو شربت دیدار پلایا ہے تو زہر ملامت نہ گھول اب تجھ پر میرا راز کھل گیا پردہ فاش ہو گیا میرے حق
میں جو تو چاہے سو کر مختار ہے القصہ وہ عندلیب شیدا اور وہ گل رعنا چمن نشاط بخوبی ہنسے بولے اور ایک جا

اشتیاق کے ہر ایک نے دفتر کھولے کئی رات دن بوس و کنار کی لذت خوب طرح سے اٹھائی اور جام وصل سے اپنی پیاس جی بھر کے بجھائی آخر ایام وصال کے آخر ہوئے بکاؤلی کی روانگی کا دن آپہونچا تاج الملوک پھر بستر بیقراری پر گرا اور ماہی بے آب کی مانند تڑپنے لگا یہ حالت دیکھکر اس نے بھی چاہا کہ حیا کے پردے کو اٹھا کے ویسا ہی اپنا حال بنا دے کہ روح افزا بولی زنہار اے بہن یہ حرکت نہ کرنا ناحق رسوائی ہوگی اور جگ ہنسائی چند روز اور صبر کر انشاء اللہ تھوڑے دنوں میں تجھکو تیرے چاہنے والے سے بخوبی ملاتی ہوں اور شربت وصال دن رات پلاتی ہوں زمانہ فراق کا اب تھوڑا رہا اور روز وصال کا نزدیک آپہونچا خاطر جمع رکھ ماں باپ کی فرمانبرداری کر اور جناب الٰہی میں گریہ و زاری کر پھر دیکھ کہ پردۂ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے اور میری سعی و کوشش کیا دکھاتی ہے بکاؤلی یہ سنکر چار و ناچار گلستان ارم کو گئی اور ماں باپ کی خدمت میں مشغول ہوئی۔

اٹھارویں داستان روح افزا کے ظاہر کرنے میں اپنی ماں سے بکاؤلی اور تاج الملوک کے عشق کی کیفیت اور جانا اسکا جمیلہ خاتون کے پاس ان دونوں کے بیاہ کی درخواست کے لئے

کہتے ہیں کہ جب بکاؤلی روح افزا سے رخصت ہوکر اپنے گھر گئی روح افزا نے شہزادے اور بکاؤلی کے عشق کی تمام و کمال کیفیت اپنی ماں سے ظاہر کی حسن آرا یہ سنکر دیر تک گریبان تفکر میں سر ڈالے رہی پھر سوچکر بولی اگرچہ ناتا رشتہ آدمی کا پری سے ہونا نہایت محال ہے لیکن اس نے میری بیٹی کو قید شدید سے چھڑایا ہے مجھکو لازم ہے کہ میں بھی اسکو زندان غم و الم سے چھڑاؤں اور مطلب کو پہونچاؤں یہ کہکر اسیوقت ایک مصور بےمثال اک دست کو بلاکر شاہزادہ کی تصویر کھچوا کر گلستان ارم میں لیگئی اور فیروز شاہ اور جمیلہ خاتون سے ملی چند روز وہیں رہی ایکدن کا مذکور ہے کہ جمیلہ خاتون سے باتیں کرتے کرتے مطلب کی بات پر آئی اور اس وضع سے کہنے لگی کہ اے بہن اگر کوئی غنچۂ رنگین آب و ہوا کے فیض سے کسی شاخ میں لگے اور اسکے پاس بلبل نہ بیٹھے تو اس کا ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں اور اگر آبدار موتی کسی کے ہاتھ لگے اور وہ اسکو رشتے سے الگ رکھے تو عقل سے باہر ہے کبتک تو بکاؤلی کو کواری باری رکھے گی بہتر یہ ہے کہ اس مہرہ جبین کو کسی ماہرو کے پہلو میں بٹھا اور اس غنچۂ خوبی کو مونس بہار کا بنا جمیلہ خاتون نے یہ سنکر کہا اے حسن آرا تو نے سنا ہوگا کہ اسے آدمیزاد سے دل لگا ہے اور اسی کا سودا اسکے دلمیں سمایا ہے اپنی ہمجنس کو نہیں چاہتی اور غیر جنس کے واسطے رات دن کراہتی ہے

میں اس امر میں ناچار ہوں بزرگوں کا چلن کیونکر چھوڑوں اور اس علامہ کی خواہش سے قدیم سلسلہ کو
کسطرح سے توڑوں اپنے کفو کے ہوتے غیر قوم میں رشتہ اسنے کیا ہے جو میں کروں پری کا آدمی سے
کبھی بیاہ ہوا ہے کہ میں بیاہوں حسن آرا نے کہا سچ کہتی ہے لطیف کو ہم صحبت کثیف کرنا البتہ دانائی
سے بعید ہے لیکن تو حضرت انسان کے کمالوں سے اگر واقف ہوتی تو ایسے ایسے خیال فاسد دل
میں ہرگز نہ لاتی سن اے نادان بشر خلیفہ یزداں ہے۔ اور اسکی صنعت بے پایاں ہیں اشرف
اور افضل ہے اسکے رتبوں اور درجوں کی انتہا نہیں وہ ایک نہنگ ہے دریا کا بہنے والا
اور ایک قطرہ ہے حقیقت میں دریائے جامع کمالات علم کونی و الٰہی کا یعنی مادیات اور
مجردات کا اور مجمع ہے مراتب بندگی اور بادشاہی کا **بیت**
انسان کی ذات برزخ جامع ہے بے گمان * ظل خدا و صورت خلق اسمیں ہے عیاں
جان کہ صوفیہ ہر ایک کو عالم ارواح کی نوعوں میں سے باری تعالیٰ کے ایک ایک اسم او صفت کا
مظہر خاص جانتے ہیں اور اس عالم صورت کو کہ حواس ظاہری اور باطنی سے نسبت رکھتا ہے۔
اس عالم کا سایہ پس ہر ایک ذرہ فرد کائنات سے روشن ایک تجلی ابدی اور سیراب ایک قطرہ
سرمدی سے ہے۔ **بیت**۔
برگ درختان سبز در نظر ہوشیار * ہر ورق دفتریست معرفت کردگار * اس عالم میں انسان کہ سارے
افراد کون و فساد اسکے لازمی ہیں خدا کے سارے اسموں اور صفتوں کا مصدر ہے اور اس کی
تجلیات خاص کا مقام کلام فضیلت انسان میں دریائے بے پایاں ہے اسقدر پر اکتفا
کیا اے جمیلہ خاتون وہ اصل ہمارا وجود نقلی وہ مخدوم اور ہم خادم رہے شرف کہ شریف
سے ارادہ وصلت کا کرے اور مخدوم خادم سے قصد قربت کا رکھے القصہ اس آب و تاب سے
انسان کی تعریف کر کے فضیلتوں کا بیان کیا کہ اس کا شعلہ غضب بجھ گیا کہنے لگی اچھا اس بد اطوار
بدکردار کا ذکر نہ کیجو کہ اپنی بیٹی ہرگز اسے نہ دوں گی اور ایسے خائن کو اپنی دامادی میں کبھی نہ لونگی آخر
حسن آرا نے تاج الملوک کی تصویر جمیلہ خاتون کے ہاتھ میں دی اور کہا یہ تصویر شرقستان کے شہزادہ
کی ہے دیکھ ایسا نقشہ قلم تقدیر نے صفحۂ عالم پر آجتک نہیں کھینچا اور اس بدیزاد کا چہرا ورق جہاں پر
دوسرا نہیں بنایا اس سمن گلشن محبوبی کو اس گل خوبی کے ساتھ ملا اس زہرۂ فلک حسن کو
اس ماہ برج سعادت کے پہلو میں بٹھا الغرض وہ چار و ناچار راضی ہوئی کہنے لگی بہنا اسکو کہاں
ڈھونڈوں اور کس تدبیر سے لاؤں حسن آرا نے کہا تو خاطر جمعی سے شادی کی تیاری کر میں

اسکو فلانی تاریخ کو دولہا بناکر برات سمیت لیے آتی ہوں یہ کہکر رخصت ہوئی پل مارتے ہی جزیرہ فردوس میں آپہونچی اور ذکر من وعن شاہزادہ کے آگے کیا پھر وصل کا بھروسا دیا

اونیسویں داستان تاج الملوک اور بکاؤلی کے بیاہ کی

باغبان اس گلستان کا گل اور بلبل کی مواصلت یوں بیان کرتا ہے کہ جمیلہ خاتون نے جو گفتگو کہ حسن آرا بیوا ور اسمیں ہوئی تھی فیروز شاہ سے جاکر اظہار کی اور تصویر شاہزادہ کی دی اس نے سمنرو کے ہاتھ بکاولی کے پاس بھیجدی کہ یہ تصویر شرقستان کے شاہزادہ کی ہے بالفعل اس زمانہ میں ایسا جوان حسین کہیں نہیں تو کہ ایک آدم زاد کے عشق میں دیوانی ہو رہی ہے اور جان لطیف ایک خاکی کثیف کے پیچھے کہو رہی ہے تیری مرضی ہو تو اسکے ساتھ بیاہ کر دوں میری دانست میں تو نوع انسان میں ایسا شخص کمتر ہوگا بلکہ پریوں میں بھی حرف ہے وہ خوشی خوشی تصویر لئے ہوئے شاہزادی کے پاس آئی اور بادشاہ کی زبانی جو حقیقت سنی تھی کہکر سنا دی اس محو جلوہ ناز نے اسکو نگاہ غور سے دیکھا تو اپنے ورق دل کی صورت

مطابق پایا بلکہ خط و خال میں بھی سر مو فرق نہ دیکھا جی میں سمجھی کہ یہ کارپردازی اور نیرنگ سازی بہت
روح افزا کی ہے واقعی وہ جیتی اپنے قول کی بڑی سچی ہے مسکرا کر سمنر دیری سے کہا کہ دیکھ تجھے
میرے سر کی قسم یہ اسی شخص کی تصویر ہے جسکے خزان غم نے میرا گل نارسیدہ کملایا ہے اور غنچۂ
نودمیدہ مرجھایا ہے وہ ملاحظہ کرکے بے اختیار مارے خوشی کے اچھل پڑی اور بولی ہاں
شاہزادی بیشک یہ تصویر شاہزادہ کی ہے تواب ہنسو بولو خوشیاں کرو جو تمہارا مطلب تھا سو
خدا نے پورا کیا یہ کہکر بادشاہ کے حضور میں آئی اور یوں عرض کی کہ حضرت فرزندان کہ ماں باپ کے تابع
ہیں انکی سعادتمندی اسی میں ہے کہ والدین کی مرضی کے خلاف نہ کریں اور ہر حال میں انکی
خوشی کو اپنی خوشی پر مقدم رکھیں اگر دیوا نکے پسند پڑے تو بیٹی اسکو غلمان سمجھے اور جو وہ ایک
ساہ اسکے واسطے تجویز کریں تو اسکو ماہ کنعاں جانے فیروزشاہ اسکی گفتگو سے نہایت شاد ہوا
اور شادی کی تیاری کا حکم دیا تمام جزیرہ ارم کی دوکان کو نقش ونگار تازہ سے آرائش دی
اندر باہر سے فرش بچھ گئے ناچ رنگ ہونے لگا چار طرف شادی کی دھوم مچگئی جابجا رقعے
بھجوائی پریوں کے غول کے غول چاروں طرف سے آئے مجلس نشاط آراستہ ہوئی شراب چلنے
لگی توری جانے لگے لوگ ضیافتیں کھانے لگے فیروزشاہ ہرایک کے رتبہ کے موافق اسکی خاطرداری
ومہمانداری آپ بھی کرتا تھا اہلکار جو اس کام پر متعین تھے ان پر غافل نرہتا تھا آغاز کار انجام
بخوبی ہوا اور جزیرہ فردوس میں مظفرشاہ نے بھی اسی طرح سے تاج الملوک کی شادی کی تیاری
اور لوگوں کی مہمانداری شروع کی پھر روز معین وزیروں امیروں کو حکم کیا کہ لباس نئے رنگین
پہنیں اور سرداران لشکر کو بھی کہدیں مع فوج آراستہ ہوں اور محل میں حسن آرا نے بھی اپنے
مصاحبوں اور خواصوں کو بہ آئین شائستہ آراستہ کیا اور آپ نیا لباس اور زیور جواہر کا پہنا اس
کے بعد نیک گھڑی اور نیک ساعت دیکھکر شہزادہ کو ایک جڑاؤ چوکی پر بٹھا کر شہانہ جوڑا پہنایا شملہ
سر پر رکھکر پیچھے گوشوارہ آگے موتیوں کا گچھا سہرہ اور اسپر پھولوں کا سہرا باندھا جیغہ کلغی سرپیچ
لگایا طرہ رکھا گلے میں موتیوں کی بدھی پہنائی مرصع کے نورتن بازو پر باندھے پھر ایک پری
پیکر گھوڑے کی گنگا جمنی ساز لگا کر موتیوں کا سہرا باندھ کر اسپر سوار کردیا اسکے بعد مظفرشاہ کئی بادشاہوں
سمیت شہزادہ کو بیچ میں لئے امیر اور سردار دائیں بائیں اور آگے نوبت ونشان کے ہاتھی تخت رواں شتر
سوار تلنگوں کی کمپنیاں پیادوں کی پلٹنیں باجے بجاتے ہوئے خاص بردار برچھی بردار بان بردار وں
کے غول سوار ونکے پرے آتشبازی چھٹتی ہوئی روپے پیسے لٹتی ہوئی اور پیچھے پیچھے زنانی سواریاں اسطرح بیاہنے چڑھا اور

جزیرۂ ارم کو روانہ ہوا یہاں بکاؤلی کو آراستہ کیا اشعار

پرستاروں نے یہ اسکو بنایا
جہاں میں جو جنت کر دکھایا

عجب صورت سے کی بالوں میں کنگھی
کہ بکھرے دیکھکر ہر ایک کا جی

لپٹ اٹھی جوان زلفوں کی یکبار
ہوئی کافور بوئے مشک تاتار

کبھو رہی گوندہی وہ پاکیزہ چوٹی
کہ سب اہل نظر کی جان لوٹی

جب اسکی موتیوں سے مانگ بھری
فلک نے کہکشاں قربان کر دی

چنی جب اسکی پیشانی پہ افشان
قمر پر ہوگئے تارے نمایاں

جو ٹیکا اسکے ماتھے پر لگایا
قمر نے اپنے دل پر داغ کہایا

برنگ مہر تاباں تہا جو چہرہ
ہوا تار شعاعی منہ پہ سہرا

حسام ابروئے پر خشم بلا تھی
یہ کہیے اسکے قبضہ میں قضا تھی

وہ آنکھیں بند کرنا ہی ادا تھی
چق مژگاں میں پوشیدہ حیا تھی

جب اسکے کان میں پہنا جہمکا
پریشاں ہوگیا عقد ثریا

پہنکر نتہہ خوشی میں رنگ تہا
وہ نکھرا چاند سا گہونگٹ میں چمکا

مسی آلودہ دنداں پیارے پیارے
چمکتے تہے شب یلدا میں تارے

مسی ملکر جب اسنے پان کہایا
یہ مطلع پڑہکے ناسخ نے سنایا

مسی مالیدہ لب پر رنگ پان تہے
تماشا ہے بنا تنبولوں سے

بنایا خال کاجل سے ذقن پہ
عجب جوبن تہا اس رشک چمن پہ

چڑہا منہ پر دلہن کے ایسی شیریں
کہ پہسکی پڑگئی نظروں میں شیریں

گلے میں پہنا جب موتی کا مالا
بنات النعش کو حیرت میں ڈالا

اگر ہاتھوں میں ہیرے کے کڑے تہے
زر خالص کے زیبا چڑے تہے

بہت اسکے سوا تہا اور گہنا
مناسب اس جگہ تہا اسنے پہنا

کف رنگیں میں وہ زرد حنا تھی
چڑانے کو دل عاشق بلا تھی

اسے پہنائی ایسی لال انگیا
دلوں کو صید کرتی جیسے چڑیا

عجب انداز کا بنگلہ بنا تہا
کہ اسیر ملک دل بنگلہ بنا تہا

وہ ڈورے انگیا کے دو دو شیدا افزا
کٹورے اسکے جام چشم میگوں

کچھیں ابہری ہوئیں یہ جیسی کی نوکیں
جو تیر ستم سا سینے آکے ٹوکیں

وہ اسکا پیٹ گویا لال کرتی
دل چالاک کی کہوتا تہا پہرتی

نہ چھپتی تہی لطافت ساتھن کی
نمایاں تھا ہی رنگت بدن کی

نظر جسکی پڑی اسیرہ ہوا
شفق میں دیکھنا گیا چاند نکلا

مغرق ایسا پہنا پائجامہ
کہ جسکی مدح میں عاجز ہی خامہ

لباس و زیور و حسن و ادا کا
بیاں سب کا کروں کب ہے یارا

جو تہا ذی روح وہ تہا محو دیدار
جسے دیکھو بنا تہا نقش دیوار

القصہ جب برات قریب پہونچی تب فیروز شاہ نے کئی ارکان دولت استقبال کیلیے بہیجے وہ نہایت تعظیم و تکریم سے لے آئے اور جسجگہ مجلس نشاط و محفل انبساط برپا تہی وہاں ہر ایک کو بڑی تعظیم و تواضع سے بٹہایا آتشبازی چہٹنے لگی اور حسن آرا کے ساتھ اسی سلوک سے جمیلہ خاتون پیش آئی سارے طریقے سمدہنوں کے بجالائی غرض پچہلے پہر تک ناچ و رنگ کی صحبت رہی اسکے بعد اس گوہر یکتا کا اس لعل بے بہا کے ساتھ عقد باندہا مبارک سلامت کا اندر باہر غل مچگیا پہر شربت پلانے لگے شربت پلائی لینے لگے گوٹوں کے پہولوں کے ہار پہنانے الائچیاں اور چکنی ڈلیاں عطر کی شیشیاں دینے لگے اسکے بعد دولہا کو گہر میں بلایا اور دلہن کو لاکر دولہا کے پاس تہوانی مسند پر بٹہایا نبات چہواکر توڑنے لگا آرسی مصحف دکہاکر دولہا کو باہر رخصت کیا دولہن ملنے کیلئے گود میں

اٹھا کر لیگئے جہیز نکلنے لگا اودہر فیروز شاہ نے ایک مکان عظیم الشان کہ تختگاہ سے قریب تھا بیٹی داماد کے رات بہر
رہنے کو نہایت تکلف سے سجوا دیا جب سب جہیز نکل چکا اور برات کے چلنے کی تیاری ہوئی پہر
دولہا کو گھر میں بلا یا ڈیوڑہی میں جہپان لگا یا دولہا نے دولہن کو لاکر جہپان میں سوار کیا پہر آپ
اسی پری پیکر گھوڑے پر سوار ہوا ہر ایک چھوٹا بڑا جلوس میں چلنے کو تیار ہوا اسیطرح آگے آگے تخت رواں
شتر سوار پیادے اور سوار بیشمار نقارچیوں کی قطار روشن چوکی والے گاتے بجاتے ہوئے اور پیچھے
دولہن کی سواری پر سے چاندی سونیکے پہول لٹاتے ہوئے اسی مکان پر پہونچے ہر ایک براتی اپنے اپنے
گھر سدہارا کہاروں نے دولہن کا جہپان اتارا دولہا نے دولہن کو گود میں لیجا کر مسند پر بٹھایا پہر چھپائی
خدا خدا کر کے دن گذرا رات آئی سب کنارے ہوئے خلوت ہوئی پردے چھوٹے دولہا دولہن
مسہری میں گئے مزے لوٹے

اشعار

شمع کو پروانہ جو دیکھے کہیں
طوطی جو آئینہ کو دیکھے کبھو
لیکے بغل میں لئے بوسے کئی
عارض گلرنگ کی خواہش جو کی
رہ نہ سکا ڈال دیا اپنا ہاتھ

رہ نہ سکے گر پڑے اسیر وہیں
چین نہ آئے اسے بے گفتگو
شوق نے کچھ صبر کی رخصت نہ دی
اسکی ہوئی خوب طرح چاشنی
چھوڑ دیا صبر و تحمل نے ساتھ

عاشق و معشوق بہم ہوں جہاں
صبر کرے پھول سے بلبل کہاں
دیکھا جو شہزادے نے اسدم حال
لے چکا جب بستہ لگا مزا
ابھری ہوئی چھاتیاں وہ سخت سخت
گوہر دُر الماس ہوئی پھر بہم

شوق بہت جو تھیں آئے وہاں
لے ہی لئے آغوش میں مانند جاں
اس گل بیمار کو بے باغبان
سیب زنخداں کی طرف جھک گیا
گیند کی مانند جو پائیں کر خست
لینے لگے دونوں مزے دمبدم

جب خوب جھک گئے ماندے ہوئے پہر ہر ایک نے اپنا ساعد سیمیں دوسرے کا تکیہ بنا یا منہ سے منہ ملا یا اور
سینے سے سینہ لگایا غرض اس ہیئت سے آرام فرمایا صبح ہوئی مرغ نے بانگ دی شہزادے نے حکم
حمام کی راہ لی اور روح افزا اس عشرتگاہ میں آئی لکناؤلی کو دیکھا رات کی جاگی ملی پڑی غافل
پڑی سوتی تھی بال چھوٹے ہوئے ہیں ہار ٹوٹے ہوئے ہیں ہونٹوں پر لاکھا تام کو نہیں رہا آنکھوں کا
کاجل سارا پہیل گیا گالوں پر دانتوں کے اور چھاتیوں پر ہاتھوں کے نشان پڑے ہیں یہ عالم دیکھکر
رہ نہ سکی جلد اسکو جگایا اور مسکرا کر کہا کہیں ہمر و ز مجھ سے کہتی تہی کہ تو نے دیو مکار کے مدرسہ کنار میں شرح
لونڈی پڑہی ہے آج تو تیرے اطوار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس رات کو یار کے مکتب آغوش میں
اپنے مطلب کی کتابوں کو بخوبی مطالعہ کر کے بڑی علامہ ہوئی ہے دیر تک تو نے مصدر ملابست کو
مختلف صیغوں کیساتھ گردانا ہے اور عشرت کے مزید فعلوں کو الف وصل سے ربط دیا نشان فاعل
اور علامت مفعول کما ینبغی دریافت کی اور تجرید سے اپنے پاؤں باہر رکھے بلکہ خلوت میں قضیہ
موجبہ مباشرت کو عکس مستوی بنایا اور اشکال مختلفہ کے ضروب نتیجہ سے نتیجہ موافق مطلوب

کے پایا وصل و فصل کا بھی طریقہ لے لیا اور اپنے مثلث کے نقطے پر خط عمود قائم کیا بکاولی یہ سنکر مسکرائی اور کہنے لگی بوا بھلا تمہارے منہ میں کیوں پانی بھر آیا مجھکو صاف ان کنایہ آمیز باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تمہارا بھی ارادہ ہے بہت بہتر میں بھی راضی ہوں شوق سے اپنی وصلی اس مشتاق کے آگے رکھو پھر اسکے قلم کی روانگی اور زور دیکھو کہ کس طرح سے توڑ جوڑ لگاتا ہے اور کیا کیا گل بوٹہ بناتا ہے حاصل یہ ہے کہ باہم اس طرح ہنستی بولتی رہیں آخر روح افزا اپنے ماں باپ سمیت رخصت ہوکر اپنے گھر گئی تاج الملوک نے فیروزشاہ کے محل میں جاکر اپنی بود و باش اختیار کی اور داد عیش دینے لگا۔

بیسویں داستان رخصت ہونے میں تاج الملوک اور بکاولی کے فیروزشاہ اور جمیلہ خاتون سے

ایک روز تاج الملوک نے بکاولی سے مشورت کرکے فیروزشاہ اور جمیلہ خاتون سے رخصت مانگی انہوں نے کہا بہت بہتر ہزار غلام اور سیکڑوں لونڈیاں خوبصورت عنایت کیں اور دان جہیز کے سوا کچھ نقد و جنس در لوازمہ سفر کا دیا اگر اسکی تفصیل لکھوں تو یقین ہے کہ ایک کتاب اور تیار ہو جائے اسلیئے قلم انداز کیا القصہ شہزادہ بڑی شان و شوکت اور جاہ و حشمت سے بکاولی کو لیکر اپنے ملک کو پہونچا دلبر اور محمودہ کی جان میں جان آئی کشت امید سوکھی ہوئی پھر لہلہائی اسکا آنا انکے حق میں ایسا تھا جیسے بیمار کیلیئے مسیحا کا آنا لیکن بکاولی کو جو اس حسن و جمال اور مال و منال سے دیکھا حیران ہوگئیں آئے ہوش جاتے رہے ہاتھوں کے طوطے اڑگئے پری نے جو یہ رنگ ڈھنگ دیکھا ہر ایک کو گلے سے لگایا دلاسا دیا اور فرمایا کہ تم خاطر جمع رکھو کسی کا اندیشہ نہ کرو میں تمہارے عیش میں خلل انداز نہ ہونگی بلکہ اپنی خوشی پر تمہارے نشاط کو مقدم جانونگی چنانچہ ہمیشہ شیر و شکر کیطرح آپس میں سب کی سب ملی جلی رہیں۔ اور سوتاپے کی جلن کسی کو نہ ہوئی شاہزادہ بھی ان غنچہ دہنوں کے ساتھ شگفتگی سے اوقات بسر کرنے لگا اور عیش و عشرت سے رہنے لگا۔

اکیسویں داستان بکاولی کے جانیکی راجہ اندر کے اکھاڑے میں اور ناچنا گانا اسکے حضور میں اور تفرقہ پڑنا تاج الملوک میں اور بکاولی میں

اہل ہند کی کتابوں میں یوں لکھتے ہیں کہ امرنگر نام ایک شہر بستا ہے وہاں کے باشندے ہمیشہ زندہ
رہتے ہیں اور راجہ اندر وہاں کا راج کرتا ہے دن رات پریوں کیساتھ عیش وعشرت میں رہتا ہے اسکو
کام یہی ہے اور غذا اسکی ناچ اور راگ ہے عالم جنات بھی اسکے تابع ہیں ساری پریاں اسکی
مجلس میں جاتی ہیں اور رات بھر ناچتی ہیں ایک رات کا ذکر ہے کہ راجہ نے فرمایا کہ بکاؤلی
شاہ فیروز کی بیٹی مدت سے ہماری مجلس میں نہیں آئی اسکا سبب کیا ہے اور یہاں کے آنیکا مانع
کون ہے پریوں میں سے ایک نے عرض کی کہ وہ ایک انسان کے دام عشق میں گرفتار ہوتی ہے
بلبل بیقرار کے مانند نالہ وفریاد کرتی ہے اور مدام اسکے عشق میں سرشار رہا کرتی ہے اور اپنے
بیگانے سے اسکو نفرت ہی فقط اسی سے اسکو صحبت ہے شراب وصل اسکی ساتھ پیتی ہے
اور اسکے دم سے جیتی ہے راجہ یہ سنکر غصہ میں آیا اور شعلہ غضب اڑ رہی ہو کالی پریوں کیطرف اشارہ کیا
کہ اسکو اسیوقت حاضر کرو وہ تخت رواں لیکر تاج الملوک کے باغ میں آئیں اور بکاؤلی کو جگا کر راجہ

کے اعتراض اور حال غضبناک ہونیکا بیان کیا دیون کو وہ چار و ناچار اسپر سوار ہوکر اندر نگر گئی اور کانپتی
ہوئی راجہ کے سامنے آکر آداب بجالائی ہاتھ باندہ کر کہڑی رہی مہاراج نے نگاہ قہر سے اسے دیکھا اور بہت سا
جہڑکا آخر فرمایا کہ اسکو آگ مین ڈالدو کہ انسان کے بدن کی بو باس اسمین نہ رہے اور یہان کی صحبت کے
قابل ہو دیون نے فوراً اس نسترن باغ لطافت کو اور یاسمین چمن نزاکت کو ہاتھوں ہاتھ وہان سے
باہر لاکر آتشکدے مین ڈالدیا وہ جلکر راکھ ہوگئی شعر جل گیا عاشق تو کیا غم ہے تو اسکی چشم تر
دیکھتی ہے یار کو گلشن مین مانند خلیل ؛؛ اسکے بعد پانی پر کچھ منتر پڑہکر اسپر چہڑکا فی الفور اٹھی اور
ہیئت اصلی پر آکر مجلس مین ناچنے لگی پہلی ٹہوکر سے اہل مجلس کے دلکو پامال کیا اور ایک ہی
آمد و رفت مین تماشائیون کو بیحال کیا غرض ناچنے کا جو حق تھا وہ ادا کیا ساری مجلس کو محو کردیا یہ
تو واہ واہ کی صدا ہر ایک کے منہ سے نکلنے لگی - اور آفرین اور تحسین کی آواز ہر طرف سے بلند ہوئی -
لکاؤلی آداب بجا لاکر راجہ سے رخصت ہوئی تخت پر بیٹہکر اپنے باغ مین آئی گلاب کے حوض مین
نہا دہوکر شاہزادہ کی بغل مین سو رہی صبح کو اپنے معمول پر اٹھی سنگار کیا لوگ بہی اندر باہر کے
اپنے اپنے کام مین مشغول ہوئے القصہ ہر شب وہ غیرت ماہ اندر نگر مین جاتی پہلے تو اسے آگ
مین جلاتے پہر راجہ کے حضور مین ناچتی گاتی جب تھوڑی سی رات باقی رہتی رخصت ہوکر
اپنے گہر آتی اور گلاب کے حوض مین نہاکر اس دریائے خوبی سے ہم آغوش ہوتی اور اپنے
جی کو ٹھنڈا کرتی اشعار

		قبول اسنے کیا جلنا سر کا	چھوڑا وصل لیکن دلربا کا
جلاتی تھی تن نازک کو ہر شب	نہ کہتے تھے شکایت کو کبھی لب	وہ عاشق سے مکرتی تھی کنارا	فراق اسکا نہ تھا ہرگز گوارا
جو جل مرنیکو اپنے دلپہ ٹھانے	وہ ہر آتشکدے کو آب جانے	گوارا ہوتی ہے سب ناسزاوال	سہا جاتا نہیں پر سوز ہجراں
جسے ہو شمع رویوں کی محبت	اسی سے پوچھئے جلنے کی لذت	مگر وہ شاہزادہ اس سے اصلا	نہیں واقف تھا کیا ہوتا ہے نقشا

مگر شاہزادہ کو ہرگز اس بات کی خبر نہ تھی ایک رات کا ذکر ہے کہ لکاؤلی تو اپنے معمول پر وہان گئی تھی
یہان شاہزادے کی آنکھہ کہل گئی پلنگ پر اسے نہ دیکھا ہر طرف قصر اور باغ مین جاکر ڈہونڈا کہین اسکا
سراغ نہ ملا نہایت دل تنگ ہوکر اپنے خلوتکدہ مین آبیٹہا اور یہانتک اس رشک بت چین کی راہ دیکہی کہ
آنکہین پتہرا گئین آخرش اسی حالت مین سو گیا لکاؤلی بہی اپنے وقت پر آکر اسکے پاس سو رہی صبح کو تاج
الملوک نے بدستور اسکو ساتھ سوتے دیکہا زیادہ تر متعجب ہوا لیکن دم نہ مارا اس راز کو مطلق
نہ کہولا مگر اسکی تحقیقات کیواسطے دوسری رات کو اپنی ایک انگلی چیر کر نمک چہڑک دیا کہ مبادا آنکھ لگ
جائے اور وہ بہید چہپا کا چہپا رہے غرض آدہی رات گئے تخت پہر آکر موجود ہوا لکاؤلی اٹھکر

بنا ؤ کرنے لگی۔ اور شاہزادہ بھی چھپے چھپے جاکر اس تخت کا پایہ پکڑ کر بیٹھ رہا اتنے میں وہ بھی آکر
سوار ہوئی اور پریاں اسکو لیکر اڑیں تاج الملوک اسی پایہ میں لٹک گیا پھر اسقدر بلند ہوئیں کہ زمین
اُسے نظر آنیسے رہ گئی جھٹ پٹ راجہ اندر کے دروازہ پر جاکر اتار دیا بکاؤلی اتر کر ایک
طرف کھڑی ہو رہی اور یہ بھی الگ ہو کر خدا کی قدرت کا تماشا دیکھنے لگا غرض جس طرف
آنکھ پڑتی تھی اُدھر پریوں کا جھرمٹ نظر آتا تھا اور ہر طرف آواز قسم قسم کے سازوں کی اور راگوں کی
جو تمام عمر نہ سنی تھی متصل چلی آتی تھی حاصل یہ ہے کہ تاج الملوک نے وہ کچھ دیکھا جو کہیں
نہ دیکھا تھا اور وہ سنا جو کہیں نہ سنا تھا دنگ ہو کر رہ گیا اتنے میں کئی پریاں دوڑیں
اور بکاؤلی کو آتشکدہ میں ڈال دیا وہ جلکر خاک ہو گئی وہ اس حادثہ کو دیکھ کر سب بھول
گیا بے اختیار دونوں ہاتھوں سے سر پیٹنے لگا اور جی میں یوں کہنے لگا حیف ہے اسوقت طاقت
نہیں رکھتا کہ پروانہ کی مانند میں بھی اُسکے ساتھ جلتا اور اپنے بدن کو راکھ کر کے اس سے ملتا
کیا کروں کچھ بس نہیں نہ قدرت فریاد کی ہے نہ جگہ داد کی یہ تو اسی ادھیڑ بن میں رہا کہ اُن میں
سے ایک پری نے پانی پڑھ کر اسکی راکھ پر چھڑکا فی الفور زندہ ہوئی اور راجہ کی مجلس میں
آئی شاہزادہ بھی اسکے پیچھے پیچھے آیا ازبسکہ اژدہام تھا کوئی کسیکو پہچانتا نہ تھا کسی نے نہ
نہ جانا کہ یہ کون ہے اور کیوں کھڑا ہے اتفاقاً بکاؤلی کا پکھاوجی ضعیف تھا ناتوانی کے سبب اچھی
طرح بجا نہ سکتا تھا وہ رُک رُک کے ناچتی تھی اور بار بار تیوری چڑھاتی تھی شہزادہ یہ حال دیکھکر بیچین
ہوا آخر رہ نہ سکا سازندہ کے کان میں جھک کر کہا اگر تیری مرضی ہو تو ایک دو گتیں میں بجاؤں
کہ اس کام میں چالاک دست ہوں اس نے اس بات کو غنیمت جانا پکھاوج کو حوالہ کیا
یہ تو اس کام میں بانی کار اور اسکے دام محبت میں گرفتار تھا اس کی خواہش کے موافق بجانے لگا
پھر تو کیفیت ناچ کی ایسی پڑی کہ در و دیوار سے واہ وا کی صدا آنے لگی راجہ بھی نہایت
محظوظ ہوا کہ اپنے گلے کا نولکھا ہار اتار کر بکاؤلی کو عنایت کیا وہ ناچتے ناچتے جو پیچھے ہٹی
تو بجنسہ پکھاوجی کو حوالہ کیا اسکے بعد مجلس راگ و رنگ کی برخاست ہوئی شہزادہ جسطرح گیا تھا
اسی طرح اپنے باغ میں آیا بکاؤلی گلاب کے حوض کی طرف گئی یہ خوابگاہ میں جاکر سو رہا لیکن صبح
کیوقت مسکراتا تھا پری نے پوچھا کہ خلاف عادت مسکرانیکا کیا سبب ہے کہا رات کو عجیب خواب
دیکھا ہے اسواسطے ہر گھڑی مجھے ہنسی آتی ہے وہ کہنے لگی خدا خیر کرے مگر میں بھی سنوں کیا دیکھا ہے تاج الملوک
بولا یہ دیکھا ہے کہ آدھی رات کو تو کہیں جاتی ہے اور مجھے خبر نہیں کرتی بکاؤلی یہ سنکر ڈری کہ مبادا بھید

کہلا ہوا اور اچیانا یہ بہی میرے ساتہہ وہاں گیا ہو بصد ہوئی کہ سب سنے پہر کہنے لگی اور بہی کچہہ دیکہا یا نہیں
شہزادہ بولا گویا آجکی رات میں تیرے ہمراہ گیا ہوں اسطرح کہ پریاں تخت لائیں اور تو اس پر سوار
ہوئی اور میں پایہ سے لٹکا ہوا چلا گیا بس آگے نہیں کہتا کہ خواب کی بات بے سر و پا ہوتی ہے
اعتبار نہیں رکہتی خواب و خیال ہے بیفائدہ کیوں بکے بکاولی بولی کہ تجہے میرے سر کی قسم جو دیکہا ہے
سب کہہ تاج الملوک تہوڑا کہتا پہر خاموش ہو جاتا اور وہ قسمیں دیدیکر پوچہتی جاتی آخر سارا ماجرا
اس نے آخر تک ہو بہو کہہ سنایا اور وہ ہار راجہ کا بخشا ہوا تکیہ کے نیچے سے نکالکر دکہلایا تب پری نے اپنا
سر پیٹ لیا اور سُن ہو گئی ایکدم کے بعد بولی اے شاہزادہ یہ تو نے کیا کیا اپنا دشمن تو آپ ہوا دیکہہ
میں نے تیری خاطر ماں باپ کے ہاتہہ سے کیا کیا رنج اٹہائے اور ہر کس و ناکس کے طعنے اس نے یہاں تک
کہ ہر رات آگ میں جلنا قبول کیا مگر تجہے نچہوڑا اور تیری چاہ سے منہ نہ موڑا تو نے آنکہوں سے
بہی یہ تماشا دیکہا کچہہ کہنے کی حاجت نہیں کاشکے تو اس مجلس میں نہ جاتا اور اپنے گہر میں میری جدائی
کا صدمہ اٹہاتا تو بہت بہتر تہا کیونکہ اسکا انجام اچہا نہیں اب حیران ہوں اگر تجہے نہ لیجاؤں تو بنتی
نہیں اور جو لیجاؤں تو کہانتک چہپائے رکہوں خیر جو کچہہ تقدیر میں ہے سو موجود ہے مگر آج اپنا طالع
آزماتی ہوں تجہے لیجاتی ہوں اور اپنی سی کر گذرتی ہوں آگے جو مرضی خدا کی چنانچہ معمول کیوقت
تاج الملوک سمیت گئی اور راجہ سے سلام مجرے کے بعد عرض کی کہ آج ایک بجانیوالا بہت چالاک اپنے
ساتہہ لائی ہوں اگر حکم ہو تو یہاں آکر بجائے راجہ نے فرمایا بہت اچہا ہماری عین خوشی ہے الغرض
وہ بجانے لگا اور وہ نازنین ناچنے لگی آخر یہ کیفیت ہوئی کہ ساری محفل گر گئی راجہ بہی بہت مست
ہو کر جہومنے لگا اور اسی عالم میں فرمایا مانگ جو مانگا چاہتی ہے محروم نہ جائے گی یہ سنکر بکاولی
نے آداب بجا لاکر عرض کی کہ مہاراج کی بدولت لونڈی کو کسی چیز کی کمی نہیں اور کچہہ ہوس دلمیں
باقی نہیں مگر اس پکہاوج کو بخشئے کہ یہی آرزو ہے اس سخن کے سنتے ہی راجہ برہم ہوا اور
شاہزادہ کیطرف غضب سے دیکہکر بولا کہ اے آدمزاد تو ہی اسکو چاہتا ہے اور یہ تجہے چاہتی ہے
بہت اچہا ذرا اس کا مزا چکہہ اور لذت اٹہا تو چاہتا ہے کہ بکاولی سی پری کو بے محنت و مشقت
یہاں سے لیجاؤں اور اپنی بغل گرم کروں یہ نہوگا پہر بکاولی کیطرف منہ پہیر کر کہا اے قطامہ
کیا کروں سخن تجہہ سے ہار چکا جا اسے تجہے بخشا لیکن بارہ برس تک تیرا نیچے کا دہڑ پتہر کا رہیگا
یہ حرف جو اس سنگدل کے منہ سے نکلا وہیں اسی ہیئت کی ہو کر غائب ہو گئی **ابیات**

ہیہات ازل سے ہے یہ عالم ٭ شادی و غمی ہوئی ہے توام

گہ خاک پہ بستر تباہی خمیازہ پھر اسکا طیش ہووے	گر سر پہ ہو تیر تاج شاہی دم بھر جو نشاط و عیش ہووے	آخر وہی باغ خزاں ہے گہ دلپہ ہزار داغ دیکھے	دم بھر کی بہار مہماں ہے گل سا کبھی دل فراغ دیکھو

بائیسویں داستان تاج الملوک کے سنگلدیپ میں پہونچنے کی بکاولی سے ملنا اور چتراوت راجہ کی بیٹی کا اس پر عاشق ہونا

کہتے ہیں کہ بکاولی راجہ اندر کی بد دعا سے پتھر کی ہوکر وہاں سے غائب ہوگئی اور شہزادہ سیماب کے مانند بیتاب ہونے لگا تب اسکو پریوں نے اٹھا کر نیچے ڈالدیا وہ ایک جنگل میں جا پڑا تین روز تک بیہوش رہا چوتھے دن جو آنکھہ کھلی تو بجائے دلدار پہلو میں خار دیکھے ہر طرف جاکر شور و فریاد کرنے لگا اور بکاولی کی خبر ہر ایک درخت سے پوچھنے لگا اسی طرح ایک دن ایک سنگ مرمر کے تالاب پر جا پہونچا چاروں طرف سیڑھیاں پاکیزہ اور خوبصورت بنی ہوئی تھیں اور میوہ دار درخت بھی بہت سے اسکے گرد لگے تھے شہزادے نے ایک ساعت وہاں دم لیا پھر نہا کر ایک سایہ دار درخت کے نیچے پڑ رہا اور اپنی محبوبہ کے تصور میں سوگیا ناگاہ کئی پریاں کہ اسکے حال سے واقف تھیں وہ بھی وہاں پہونچیں اور اسی تالاب میں نہا کر بال سکھانے لگیں انمیں سے ایک کی نظر جو شاہزادہ پر جا پڑی ساتھیوں سے کہنے لگی بکاولی کا پکھاوجی یہی ہے تاج الملوک کے کان میں جوں ہی یہ آواز پڑی آنکھیں کھول دیں اور پریوں سے با چشم خونبار پوچھا تمھیں کچھ معلوم ہے کہ بکاولی کہاں ہے انکا دل اس کا حال زار دیکھکر بھر آیا بولیں کہ آنکھوں سے تو نہیں دیکھا مگر سنا ہے کہ سنگلدیپ میں ایک بتخانے میں ہے مگر نیچے کا دھڑ ناف تک پتھر کا ہوگیا ہے تمام دن اس مندر کا دروازہ بند رہتا ہے اور پھر رات کے بعد صبح تک کھلا رہتا ہے شہزادہ نے پوچھا کہ وہ کسطرف ہے اور کتنی دور ہے انہوں نے جوابدیا راہ کی مصیبت تو ایک طرف اگر ساری عمر آدمی چلے تب بھی وہاں نہ پہونچے تاج کیا یہ سنکر مایوس ہوا اور اپنی زندگی سے ہاتھہ اٹھا کر ٹکریں مارنے لگا اور پتھر دلنے سر پھوڑنے لگا پریوں نے اسکے حال پر رحم کھا کر آپسمیں مشورہ کیا کہ اس آفت رسیدہ کو وہاں پہونچایا چاہیئے آگے اسکی قسمت میں ہونا ہے سو ہوئیگا فوراً اسکو لیکر اڑیں اور بات کی بات میں وہاں پہونچا دیا۔ ایک لمحہ

کے بعد اس مایوس کے ذرا حواس آئے تو کیا دیکھتا ہے کہ ایک شہر بہشت بریں زمین پر آباد ہے
اور عجائب اسکا سواد ہے عورت مرد وہاں کوئی بدصورت نظر نہیں آتا بلکہ درخت بھی وہاں کے
ایسے قدموزوں رکھتے ہیں کہ دیکھنے والے دنگ رہتے ہیں آخر سیر کرتا کرتا بازار کیطرف جا نکلا راہ میں
ایک برہمن پجاری ملا اُس سے پوچھا کہ تم کون سے ٹھاکر دوارے کے پجاری ہو برہمن نے کہا کہ راجہ
چتر سین جو اس ملک کا والی ہے اسکے ٹھاکر دوارے کا میں پجاری ہوں پھر تاج الملوک نے پوچھا کہ اس شہر
میں کتنے ٹھاکر دوں کے مندر ہیں جو مشہور و معروف تھے برہمن نے بتا دئے پھر یہ کہا کہ تھوڑے دنوں سے دکھن کیطرف
دریا کے کنارے ایک نیا مندر پیدا ہوا ہے دن بھر اسکا دروازہ نہیں کھلتا کوئی نہیں جانتا کہ اسمیں کیا ہے شہزادہ
یہ بات سنکر خوش ہوا اور اسی طرف جا کر دریا کے کنارے مندر کے دروازہ پر بیٹھ رہا پھر رات جب گذری اس
استھان کے کواڑ لگا یک کھل گئے تاج الملوک اندر گیا دیکھا کہ بکاؤلی آدھی بصورت اصلی اور آدھی
پتھر کی دیوار کا تکیہ لگائے پاؤں پھیلائے بیٹھی ہے اسکو دیکھکر حیرت سے پوچھا کہ تو یہاں کیونکر آیا اسنے
تمام ماجرا کہکر سنایا پھر ساری رات باتوں میں مشغول رہے پھر صبح ہونے لگی بکاؤلی نے شہزادہ سے
کہا اب تو یہاں سے جا اگر آفتاب نکل آئیگا تو مجھ سا تو بھی ہو جائیگا اسکے بعد ایک موتی اپنے کان سے نکالکر
اسنے دیا کہ بالفعل اسے بیچکر اسباب درست کر اور چندے اوقات کاٹ تاج الملوک لیکر اُسے شہر میں آیا اور
کئی ہزار روپیے کو بیچکر ایک حویلی پختہ مول لی اسباب ضروری بھی بنا لیا اور کئی خدمتگار نوکر رکھے جب
رات ہوتی بکاؤلی کے پاس جاتا اور صبح اپنے بنگلے میں آتا اسی طرح ایک مدت گذر گئی بعضے
بعضے اشخاص ہمسایہ شہزادہ کے آشنا ہو گئے تھے اسکو شہر کی سیر دکھانے لگے ایک روز تاج الملوک
انکے ساتھ سیر کو نکلا تھا ایک گروہ سر و پا برہنہ بحالت تباہ نظر آیا شہزادہ نے یاروں سے پوچھا کہ یہ اشخاص
اگرچہ بلباس فقیر ہیں لیکن بصورت امیر معلوم ہوتے ہیں خدا جانے اسکا سبب کیا ہے انمیں سے ایک
بولا بعضے شہزادے ہیں اور کئی امیرزادے لیکن سب جلے ہوئے آتش عشق اور اشتیاق کے اور زخمی
ناوک فراق کے ہیں قصہ انکا یوں ہے کہ راجہ چتر سین کی ایک بیٹی مہ پارہ بلکہ آسمان خوبی کا ستارہ ہے
اسکے مانند کوئی عورت حسین اِس سرزمین میں نہیں ہے

اشعار

ناز ظاہر ہے قد موزوں سے
ٹپکتی ہے چشم میگوں سے

سیکڑوں کشتے اسکے ابرو کے
اور تا اور زہر آنکھیں ہیں اسکی

لاکھہ بندی ہیں تار گیسو کے
دم میں مارتے ہیں اور جلاتے ہیں بھی

زلف اسکی ہے جسقدر شبگوں
ننگ ناموس جسکے ہاتھ سے دے

ہے نخیت اسقدر مفتوں
اسکے کوچہ کی سمت راہ دے

قصہ مختصر ایک تو آپ ہی وہ پری پیکر قاتل گبر و مسلمان ہے دوسرے اسکے ساتھ اور بھی دو کافر غارت گر
ایمان ہیں ایک تنبولی کی لڑکی نربل نام دوسری مالی کی چپلا اسم بامسمیٰ ہے غرض تینوں آپس میں

اخلاص دلی رکھتی ہیں اٹھنا بیٹھنا جاگنا سونا کھانا پینا دن رات ایک جگہ ہے اور اپنے اپنے بیاہ
کی بھی آپ ہر ایک مختار ہے جسے پسند کرے اسی سے ہو کسی کو اس بات میں دخل نہیں لیکن ابتک
کوئی اسکا منظور نہیں ہوا اور آنکھوں میں نہیں ٹھیرا شہزادہ بیٹھکر چپکا ہو رہا اتفاقاً ایک روز آوارہ
بیابان عشق اس حور سرشت کے محل کے نیچے جا نکلا تماشائی اسکے گل رخسار کو بلبل وار تکتے تھے اور دیوانوں
کی طرح آپس میں کچھ کچھ بکتے تھے اور وہ پریزاد جھروکے سے دیکھہ رہی تھی کہ شہزادہ اس سے دوچار
ہوا عشق کا تیر دل کے پار ہوا عنان صبر و شکیب ہاتھہ سے چھٹ گئی متاع ہوش و حواس لٹ گئی
بیخود ہوکر گر پڑی نرملا اور چپلا لنے دوڑ کر اٹھایا منہ پر گلاب چھڑکا عطر سونگھایا کچھ ٹھیری ہوش آیا
لیکن سکتے کی سی حالت ہر چند انہوں نے حال پوچھا اس نے کچھ نہ بتایا حیرت کو منہ پر اسی
طرح رہنے دیا تب نرملا نے کھڑکی سے نیچے جھانک شہزادے کو دیکھا اور جیتراوت سے بیتابی کا
سبب دریافت کیا پھر تسلی دیکر کہنے لگی کہ اے رانی تیری بیقراری نے تو ہمکو دیوانہ بنایا اور
اضطرابی نے دامن صبر چھڑایا اتنا کیوں گھبراتی ہے اور کسواسطے آپ کو دیوانہ بناتی ہے
تیرے باپ نے تو بیاہ کی تجویز تجھپر موقوف رکھی ہے جسکو تو پسند کریگی اس سے تیری شادی کرے گا
خاطر جمع رکھہ اس جوان ابلق سوار کہ جسکو دیکھکر تیری حالت تغیر ہوئی ہے تجھسے ملادونگی اگر
فرشتہ ہے تو بھی تیرے دام سے جا نہیں سکتا اور کوئی اسکو چھڑا نہیں سکتا دیکھہ تو ایسے جال میں پھنساتی
ہوں کہ ہل نہ سکے اور ایک قدم آگے چل نہ سکے یہ کہکر ایک کسبی اسکے حال کے تحقیقات کو بھیجی وہ
عجب ایک شوخی و طنازی سے آئی اور آتے ہی شہزادے کے گھوڑے کا شکار بند پکڑکر
کہنے لگی تو نہیں جانتا کہ یہ شہر مقتل غربا ہے اور یہاں عاشقوں کو سولی دینا روا ہے یہاں کے
پریرو مرغ زیرک تار زلف میں اداسے پھنسا لیتے ہیں اور ایک نگاہ ناز سے خاک پر گرادیتے
ہیں تو کس جرأت اور دلیری سے ادہر ادہر پھرتا ہے اور بادشاہوں کے محلوں کی طرف
دیدہ بازی کرتا ہے مگر آتش کا پرکالہ ہے جو شمع رخوں کے دلوں کو پگھلاتا ہے اور
کلیجے کو موم بناتا ہے کدہر سے آیا ہے اور کہاں کا رہنے والا ہے اپنے حسب اور
وطن سے آگاہ کر تاج الملوک اسکی باتوں سے تاڑ گیا کہ کسی کی بھیجی ہوئی ہے بولا اے
چھلبل بہت باتیں نہ بنا میرے داغ دل سے روئی نہ اٹھا جا اپنے کسی مجروح کے زخم
پر مرہم لگا سن وطن میرا مطلع خورشید سے روشن تر ہے اور نام میرا افسر سلاطین ہے
دریافت کرلے جسکی تو بھیجی ہوئی آئی اس سے جاکر کہدے کہ مجھہ مسافر مصیبت زدہ کیطرف خیال نہ کرے اور

مجھ سودائی پر دہیان نہ رکہے بہت بدخوش جو آنے سے ہوا اسکے پاس جا ننا زا سیر کر جو ہو خواہاں تیرا
مشاطہ جان گئی کہ وطن اسکا شرقستان ہے اور نام تاج الملوک عالی النسب و الاحسب ہے غرض تمام
حال دریافت کرکے چترادت سے آکر بیان کیا شہزادہ روز پوشاک بدلتا اور اسکے جہروکے کے نیچے
ہوکر نکلتا چترادت اسکے فراق سے چودہویں رات کے چاند کیطرح گھٹنے لگی چند روز تو یہ راز چھپا رہا
آخرش کہلگیا یہاں تک کہ ماں باپنے بہی سب راجہ نے منشا ایک لالہ بڑی ہوشیار رنجتہ کار بلائی اور شہزادہ
کے پاس بہیجی کہ لڑکی کی نسبت کا پیغام اسکو دے اور اسکے دل کو ہر طرحسے لبہائے القصہ اس نے
چترسین کا پیغام شہزادہ کو دیا اور اس گل اندام کا حسن بیان کیا اس نے تمام و کمال سنکر جواب تو
دیا کہ میری طرف سے بعد سلام و نیاز کے راجہ کی خدمت میں عرض کرنا کہ جو کوئی قبائے شاہی
اور تاج شہنشاہی چھوڑ کر رنج سفر اور خرقہ فقر اختیار کرے اور اپنے بیگانے سے کنارہ پکڑے
اسکی پابندی کا خیال کرنا فی التحقیقت پانی پر نقش بنانا ہے اور ہوا کو گرہ میں باندہنا ہے یہ کہا اور اسکو
رخصت کیا و لالہ نے تاج الملوک کے انکار کی کیفیت راجہ سے عرض کی چترسین اسکے اغماض
کرنے سے متفکر ہوا اور وزیر سے مشورت کی اس نے عرض کی کہ ایک غریب بے خانماں کو اگر بادشاہ
اپنا مطیع کیا چاہے تو کیا بڑی بات ہے آپ دیکھتے رہیں اسکو کس گھاٹ اتارتا ہوں الغرض وہ
مکار اس بات کے درپے ہوا کہ شہزادہ کو چوری کی تہمت لگا کر گنہگار ٹھیرائے اور اپنا
کام اسکے ہاتھ سے یوں نکالے سچ ہے کہ جو کوئی حکمت حکیم مطلق کی گوناگوں تامل کی نظر سے
دیکھے تو کسی چیز کو خالی شر سے نہ پاوے اور ہر ایک شر کے بعد خیر ملاحظہ کرے ای عزیز حقتعالے
نے عالم ارواح کو بدن سے رخصت دی ہے پس جو حرکت کہ بظاہر بدن سے ہو حقیقت میں روح
سے ہے غرض جو فساد کہ اس عالم کون و فساد میں ہو تو اسکی طرف سے جان لیکن شر نہ سمجھ کہ در پردہ وہ
خیر ہے کیونکہ وہاں شر کی گنجائش نہیں القصہ تاج الملوک کو خرچ کی احتیاج ہوئی چاہا کہ بکاولی
سے مانگے اسمیں وہ سانپ کا من اپنی ران میں رکھا ہوا یاد آیا جراح کو بلاکر ران چیروائی اور وہ مہرہ
نکالکر زخم پر مرہم لگا دیا جبکہ اچھا ہوا بازار میں لیگیا جوہری دیکھکر حیران ہوئے وزیر کو جاکر خبر دی کہ
ایک شخص ایسا جواہر بیچنے لایا ہے کہ ہمنے ساری عمر نہیں دیکھا اور بادشاہ کے سوا کوئی بہی اسکی قیمت نہیں
دے سکتا سنتے ہی وزیر نے کئی جوان اسکے ساتھ کر دئے اور اس غریب کو پکڑ بلوایا دیکھا تو وہی شخص ہے
فی الفور اسے چوری کی تہمت لگا کر قید کیا اور راجہ کو یہ مژدہ سنایا کہ پرندہ دام توڑ کر اڑ گیا تھا
آج فریب سے میں نے اسے پکڑا اب یقین ہے جو آپ کہیں گے قبول کریگا۔

تئیسویں داستان بیاہ ہونے میں تاج الملوک کے چترادوت سے اور کھودنے میں دیوہری کے جسمیں بکاؤلی تھی

جب راجہ چترسین نے شہزادہ کو بندی خانہ میں بہت تنگ کیا کہ چترادت سے شادی قبول کرے لیکن وہ قید کی سختیاں ہرگز خاطر میں نہ لاتا تھا بکاؤلی کے فراق میں دن رات جلا جاتا تھا اور دیوار سے سر ٹکراتا تھا ایک دن وہاں کے داروغہ نے راجہ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ نوگرفتار مانند مرغ نیم بسمل بیقرار رات دن خاک پر لوٹتا ہے اگر آپ جلد آزاد نہ کیجئے گا تو خون سر پر لیجئے گا چندروز میں تڑپ تڑپکر مرجائیگا مہاراج نے اسے تو کچھ جواب نہ دیا لیکن بیٹی کو کہلا بھیجا تو جاکر اپنے شمع جمال کا پرتو اسپر ڈال شاید تجھپر پروانہ وار پگھلجائے اور اسکی متاع غرور جلجائے چترادوت یہ بات سنکر بہت شاد ہوئی جلد آپکو آراستہ کیا حسن مادرزاد کو زیب و زینت سے دونا کردیا پھر نرملا اور چپلا بھی بن ٹھنکر زہرہ و مشتری کے مانند اس ماہرو کیساتھ ہولیں غرض تینوں بن سنور کر نہایت انداز سے شاہزادہ کے پاس پہونچیں

گئی زنداں میں وہ رشک زلیخا
رکھا فی الفور اسکے آگے سبکو
پھر ایسے ساعدسیمیں دکھائے
چمک نے جسکی سورج کو جلایا
پھر آنکھوں نکلے اُسنے دکھلائی بادام
کہ اسکا بھی غمزہ وہ شوخ چکھے

وہاں اس یوسف ثانی کو دیکھا
وہ کیا تھے یعنی دنداں مثل گوہر
کہ چاندی چاند کی جنسے لجائے
سونگھائی عطر سی بو اپنے تن کی
عوض عنبر کے زلف عنبریں فام
مگر رکھے انار سینہ مخفی

برائے نذر وہ لائی تھی جو جو
عقیق لب بھی برگ گل سے بہتر
رخ گلرنگ کا وہ زرد کھایا
مہک شرمندہ کی مشک ختن کی
رکھا سیب ذقن پھر اُسکے آگے
اطاعت اسنے کی شرم و حیا کی

لیکن شاہزادے کی نظر ان میں سے کسی پر نہ پڑی اور کوئی چیز اسکی نگاہ پر نہ چڑھی فی الواقع اگر چترادت کی آتش باطن تاثیردار نہوتی تو پھر اسکے تحفہ ظاہری خراب جاتے ساری محنت رائیگاں ہوتی سن اے عزیز رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم نے عبادت کو بادشاہ حقیقی کی نذر کے لائق نہ دیکھا عجز سے کہا کہ عبادت تیری میں نے جیسی کہ چاہئے نہیں کی پھر کس کا منہ ہے کہ اپنی عبادت پر نازاں ہو بہتر یہی ہے کہ آپکو اسکی محبت کی آگ میں یہانتک پگھلائے کہ اکسیر کی مانند خاک ہوجائے تا شاہاں اکسیر پسند کی آنکھوں میں سونے سے زیادہ نظر آئے القصہ جب چترادوت نے دیکھا کہ چشم جادو اور تیغ ابرو سے کچھ نہ ہوسکا ناطاقت ہوکر شہزادہ کے آگے گر پڑی اور تڑپنے لگی یہانتک کہ شہزادہ کی دلکو صدمہ

پہنچا بے اختیار اُٹھکر کھڑا ہوا اور اسکو آغوش میں کھینچ لیا شادی قبول کی کیونکہ بے اسکی خاطرداری و رضامندی کسی طرح اپنی رہائی نہ دیکھی نرملا نے فی الفور خوشخبری راجہ کو پہنچائی کہ چترادت گل مراد سے دامن بھر کر گھر میں آئی چترسین نے فی الفور شاہزادے کو بندی خانہ سے نکالا حمام میں بھیجا اور خلعت شاہانہ مرحمت فرمایا پھر ایک مکان دلچسپ رہنے کو دیا اور نیک ساعت دیکھکر اپنے خاندان کی رسم کے موافق اس دُرِ ناسفتہ کو اس لعل بے بہا کے ساتھ بیاہ دیا تاج الملوک چترادت کے خلوتکدے میں آیا نرملا اور چپلا اپنے عہدے پر آکر کھڑی ہوئیں اور انہوں نے بھی گرمیاں بہت دکھلائیں لیکن شہزادے نے کسی کی طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھا سر نیچے کئے بیٹھا رہا جب پہر رات گذری اٹھ کھڑا ہوا اور بکاولی کے مندر کی طرف چلا چند روز سے جو اس گرفتار دام بلا کو نہ دیکھا تھا تڑپ رہی تھی اور سر دے دے مارتی تھی اتنے میں شہزادہ بھی جا پہونچا وہ دیکھتے ہی شاد ہوگئی اور سنبھل بیٹھی لیکن ہاتھ پاؤں کی مہندی دیکھکر اس رشک چمن کا منہ غصے سے لال ہوا دلکو صدمہ کمال ہوا طاقت خموشی کی جاتی رہی کہنے لگی واہ وا شہزادے اتنے دنوں کے بعد آئے مگر خوب رنگ لائے عاشقوں کا نام تو نے ڈبویا وفا کو داغ لگایا زنہار عاشقی کا دم اب کبھی بھرنا اور اپنا عشق اب کسی سے ظاہر نہ کرنا۔ **مثنوی**

اے سنگدل تو نے یہ کیا کیا
خاک کا ہو پھر تیرے ہاتھوں میں تاب
مرا غنچۂ دل یہاں داغ کھائے
شب و روز دست تاسف ملے
نہ لے نام چاہت کا اے بدگہر
کرے جین تو حیف تاج الملوک
کہاں ہے تیرا کسطرف آج دھیان
اگر ہوں ترا بندۂ جاں نثار
مرا گوشت اور پوست سب ہے تیرا
کہ اپنوں سے بیگانہ مجھکو کیا
جب ہی سے کوئی چیز بھاتی نہیں
تصدق ہے تجھپر سے یہ دل مرا

کر انصاف اپنے ہی دل میں ذرا
میں بیٹھی ہو کر سہوں یوں پڑی
وہاں اور گل کو گلے تو لگائے
جو عاشق ہو خوش ہوکے وہ ہوئیں فدا
پڑیں پتھر ایسی تری چاہ پر
جو رنجش کی باتوں کو اسنے سنا
خیال ایسے دل میں لا میری جان
بلاشبہ ہوں مالک تخت و جاہ
ترے ہاتھ مدت سے میں بک چکا
مرے دلکو جسدن سے بھائی ہی تو
نظر میں کوئی شے سماتی نہیں
سوا تیرے پھر کس پہ اے دلربا

مرا جسم گا رنگ ہو جائے سنگ
کرے عیش تو غیر سے ہر گھڑی
غضب ہے کہ معشوق غم سے جلے
وہ ماتم نشیں ہو یہ شادی رچائی
اٹھے درد غم کی مرے دلمیں ہوک
لگا بید سا کانپنے سرو ہنسا
اگرچہ ہوں شاہزادہ نامدار
میں تیرا ہوں مملوک اے رشک ماہ
یہ جلوہ نے دیوانہ مجھکو کیا
ان آنکھوں نہیں جب سے سمائی ہے
ترے پاؤں سا منہ نہیں چاند کا
یہ عاشق ترا ہوویگا ..... مبتلا

نہیں اور تجھسی کوئی دوسری
میں عاشق بدل ہوں تیرا میری جان
تعلق نہیں اور کے ساتھ ہے
بڑی قید میں میں گرفتار تھا
نہ کرتا اگر اس کام کو میں بھلا
تو اس تبکدے میں تڑپتی ادہر
فقط اپنا ہی دیکھتا جو ضرر
مگر تیرا نقصاں گوارا نہ تھا
اسی ڈر سے یہ امر میں نے کیا
بھلا جھوٹ آتا ہے کیوں بولتا
وفا اور محبت تیری دیکھ لی
مجھے رنج و زحمت مبارک رہے
سنا اسطرح کا جو اس نے کلام
دل و جاں کو ہاتھوں سے کھونے لگا
یہ حالت بڑی دیر طاری رہی
گرا اُسکے قدموں پہ بے اختیار
کہ میں تجھسے جی میں نہیں کچھ خفا
خفا ہونیوالی میں صدقے گئی
ہوا تجھسے جو مجھکو نہ سب قبول

پڑے آنکھ کسپر بھلا اب مری
یہ کیا دخل ہے حکم سے گر پھروں
مرا جینا مرنا تیرے ہاتھ ہے
مجھے خواہش کدخدائی نہ تھی
تو آکر تجھے کسطرح دیکھتا
پہونچتی نہ میری خبر تجھ تلک
تو کرتا نہ یہ بات اے سیمبر
یقیں تھا مرے دلکو اس بات کا
مجھے ورنہ شادی سے کیا کام تھا
کوئی بیاہ کرتا نہیں جبر سے
یہ دو دن کی چاہت تیری دیکھ لی
تجھے مجھسے اس حال میں کام کیا
لیا اپنا دل دونوں ہاتھوں سے تھام
پری نے جو دیکھا اسے اشکبار
کہ دونوں طرف آہ و زاری رہی
پری بھی تحمل نہ کچھ کر سکی
یہ شکوہ زبانی فقط تھا مرا
وہی مصلحت تھی جو تو نے کیا
نہ ہو تو ذرا اپنے دل میں ملول
تو ہے جان و دل سے مگر مرے پاس

نہ مجھسے کبھی ہو جیو بدگمان
جو فرمائے فوراً وہی میں کروں
مگر کیا کروں سخت ناچار تھا
مگر بے کئے بھی رہائی نہ تھی
میں اس قیدخانہ میں مرتا ادہر
نہ حالت تیرے درد کی مجھ تلک
مجھے اپنا جی ایسا پیارا نہ تھا
جئے گی نہ تو بھی جو میں مر گیا
پری نے یہ سنکر غضب سے کہا
حذر چاہیے ہے مرے صبر سے
تجھے عیش و عشرت مبارک رہے
برے وقت کا کون ہے جز خدا
دم بھر دہبھر کے رونے لگا
لگی آپ بھی رونے بے اختیار
پھر آخر کو وہ عاشق بیقرار
اٹھا کر سر اسکا گلے لگ گئی
ہے منظور بس مجھکو تیری خوشی
میں عورت ہوں آخر مری عقل کیا
ہزاروں ہیں گلہ و اگر تیری پاس

القصہ اسی طرح کے کلام آپسمیں رہے ہر گھڑی ادہر سے ناز تھا اسطرف سے نیاز تھا القصہ تاج الملوک نے اپنے قید ہونیکا اور چترا وت سے شادی کرنیکا ماجرا مفصل بیان کیا اور اس آئینہ رو کے دل سے غبار کدورت بالکل دہو یا اتنے میں صبح نمودار ہوئی تاج الملوک گھر گیا اور چتراوت کے پلنگ پر سو رہا اسی طرح بلاناغہ ہر شب بکاؤلی کے پاس جاتا اور دن چتراوت کیساتھ نقل اور حکایت ہیں

کاٹتا تہا وہ شہزادے کی ان حرکات سے نہایت حیران تہی اور اپنے دل میں کہتی تہی یا الٰہی طرفہ ماجرا ہے کہ باوجود اس قربت کے میرے دل کی آگ شہزادے کی پنبۂ راز کو سلگاتی نہیں اور اسکے خرمن تحمل کو جلاتی نہیں تعجب ہے کہ بے دل و دلآرام ایک گہر میں ہیں اور تفاوت پورب پچہم کا ہے اے عزیز جب تک تیرے دل کی آنکھیں اغیار کے حسن کو دیکہنے والی ہیں تجہے یار کی صورت نظر نہیں آتی ہر چند بے پرواہ ہو پہلے خار رغبت کو دل کی سرزمین سے اکھاڑ کر پہینکدے پہر گل رخسار یار کو آئینہ دل میں دیکہہ لے اگر تو اپنے گلشن وجود کو بہ نظر تامل دیکہے تو ان میں رنگ و بو کے سوا کچھ نہ پاوے

القصہ ایکدن چترا وت نے شہزادہ کا گلا اپنے باپ سے کیا اور اسکی بے التفاتی کا سارا حال کہا راجہ نے کئی جاسوس شاہزادے کے پیچہے لگائے تا اسبات کو جلد تحقیق کریں کہ یہ تمام رات کہاں رہتا ہے یہ اسی تلاش میں تہے کہ یہ اسی وقت پہر گہر سے نکلا اور اسی مندر میں گیا رات بہر رہا صبح ہوتے ہی پہر محل میں داخل ہوا فوراً انہوں نے جاکر راجہ سے عرض کی کہ شاہزادہ فلانے مندر میں صبح تک رہتا ہے اس سیہ دل نے کئی سنگ تراش چالاک دست اسیوقت بہیجے کہ اسکو کہود کر پہینکدیں انہوں نے بموجب حکم کے اس مندر کو بیخ بنیاد سے اکہاڑ کر دریا میں ڈالدیا تاج الملوک جو اپنی عادت پر وہاں گیا تو اس کا نشان بہی نہ پایا دیوانوں کے مانند وہاں کی خاک پر لوٹنے لگا اور یہ رباعی پڑہنے لگا

اے جان اگر کہوج تیرا پاؤں میں	مر کے آپ کو وہاں پہونچاؤں میں
کچھ ہو نہیں سکتا ہے کروں کیا اے کاش	پہٹ جائے زمیں اور سماجاؤں میں

آخر نا امید ہو کر ڈاڑہیں مار مار کر رویا اور پہر آیا چند روز تو اسے بیقراری رہی آہ و زاری کی کثرت رہی جب اس صنم کے وصل سے مایوس ہو کر رونے کا حصل نہ دیکہا چترا وت کی جادو بہری باتوں پر دہیان کیا غرض نسیم دار اسکے غنچۂ امید کو شگفتگی بخشی اور نیسان وصال سے اسکی صدف آرزو کو پر گہر کیا۔

چوبیسویں داستان بکاؤلی کے پیدا ہونے کی ایک کسان کے گہر میں اور تاج الملوک اور چترا وت کے ملنے میں اور پہونچنے میں ملک نگارین میں

کہتے ہیں اس بتخانہ کی زمین کو ایک کسان نے جوتا اور وہاں سرسوں بوئی تاج الملوک کبہی کبہی اسکے

سبزے کو دیکھنے جاتا تھا اور اپنے دل بیقرار کو وہاں کے سبزے سے تسکین دیتا تھا جب وہ
پھولی اور اسنے بہار پیدا کی تب شاہزادہ دونوں وقت وہان جانے لگا اور یہ رباعی پڑھنے لگا

کیا رنگ تمہارا ہے کہو تو پھولو
نکلے ہو زمیں سے اس لئے پوچھتا ہوں

آتی ہے مجھے عشق کی اس رنگ سے بو
گلشن سے مرے کچھ بھی خبر رکھتے ہو

القصہ وہ کھیت پکا اور کسان نے کاٹ کر اسکا تیل نکالا از بسکہ کسانوں کا چلن یہ ہے کہ جو چیز
کھیت میں اگتی ہے اسکو پہلے آپ کھاتے ہیں اسلئے وہ اسکے جورو کے کھانے میں آیا باوجودیکہ وہ بانجھ
تھی خدا کی قدرت کاملہ سے حاملہ ہوئی اور نو مہینے کے بعد لڑکی پری پیکر جنی کسان کا گھر بے چراغ
اندھیرا تھا اس شمع کے پرتو سے روشن ہو گیا ہر طرف دھوم پڑی کہ ایک بانجھ کے گھر سرسوں کے
تیل کی تاثیر سے ایک لڑکی نہایت خوبصورت پیدا ہوئی ہے کہ اسکے حسن کی تعریف کسی سے
نہیں ہو سکتی منہ کی چمک نے چودہویں رات کے چاند کو مات کر دیا جب چودہ برس کی ہوگی تب
سورج کو بھی داغ دیگی رفتہ رفتہ یہ بات تاج الملوک کے بھی کان تک پہونچی جانا کہ یہ تاثیر اسی
سرسوں کی ہے کسان کو اسکی بیٹی سمیت بلوا بھیجا جونظر اسکی اُس لڑکی پر پڑی اسکی شکل اپنی معشوقہ کے
کی مطابق پائی نہایت شاد ہوا سمجھا کہ یہاں اسنے جنم لیا ہے بہت سے روپیہ اس کسان کو دیکر رخصت
کیا کہ اس لڑکی کو بخوبی پرورش کر جب وہ سات برس کی ہوئی ہر طرف سے اسکی شادی کے
پیغام کسان کو آنے لگے لیکن وہ اس اندیشہ سے کہ شاہزادے نے پرورش کیواسطے تاکید شدید
کی تھی خدا جانے آگے اسے کیا منظور ہے کہ میری جان پر آبنے سب کو صاف جواب دیتا اور بہانہ
کر دیتا تھا کہ جسوقت وہ سیانی ہوگی اور جسے پسند کریگی اسکے ساتھ بیاہ دوں گا۔ قصہ مختصر جب
اسنے دسویں برس میں پانوں رکھا تاج الملوک نے اس دہقان کے پاس ایک مشاطہ کے ہاتھ
یہ پیغام بھیجا کہ اپنی لڑکی کی شادی مجھ سے کر دے یہ سنکر وہ بیچارہ کانپنے لگا کہ مجھ غریب و عاجز کا
یہ منہ کہاں کہ بادشاہ کے داماد کو اپنا داماد بناؤں اس کا آخری پھل یہ ہوگا کہ میری بیٹی لونڈی
ہو کر رہیگی ہزار افسوس ایسی بہاسندر کو اپنے جگر کی بیٹی کی چھری بناؤں اور اسکے آگے اسی کہوا ئیں
یہ سنکر لڑکی نے کہا سنو بابا میرا نام لکاؤلی ہے میں پری ہوں تم ایسے اندیشے نہ کرو سب طرح
خاطر جمع رکھو کچھ وسواس نہیں کیونکہ گل رنگیں کی جگہ آخر سر ہے اور در بے بہا کا مکان
شاہوں کا افسر ہے تم شاہزادے سے کہلا بھیجو کہ چندے اور بھی توقف کرے
کسان بیچارہ چپ ہو رہا مشاطہ نے اکر سب ماجرا حضور میں عرض کیا تاج الملو

سنتے ہی مارے خوشی کے پھول گیا سارا غم والم بھول گیا اور اسکو بہت سا الف م دیکر رخصت
کیا جب بکاؤلی کے نحوست کے دن آخر ہوئے سیکڑوں پریاں چاروں طرف سے وہا
آئیں اور سمنر دپری بھی پوشاک پرتکلف اور جواہرات بیش قیمت لیکر معہ تخت زریں آکر حاضر
ہوئیں بادشاہزادی نے کپڑے بدلے گہنا پہنا جب بن ٹھن چکی ماں باپ سے کہا کہ میں اتنے
دنوں تمہارے گھر مہمان تھی اب رخصت ہوتی ہوں باپ کا ہاتھ پکڑکے اس مکان کے پچھواڑے
لے گئی اور اشرفیوں کا ایک دیگچہ کسی زمانیکا گڑا ہوا تھا بتا دیا کہ اسکو نکالکر خرچ میں لاؤ پھر
رخصت ہوئی اور تخت پر سوار ہو بیٹھی پریاں فی الفور اڑیں اور جس جگہ کہ تاج الملوک۔ چترادت
اور نرملا اور چپلہ بیٹھی ہوئی تھیں آکر اتریں بکاؤلی نے سب کو وہیں چھوڑا اور آپ اکیلی اندر گئی
اور چترادت کا ہاتھ پکڑکر بہنوں کی طرح گلے لگ گئی وہ اسکی سج دہج دیکھکر اتنی بدحواس ہوئی کہ
مسند سے دب کر بیٹھی پھر پری نے اپنی تمام سرگذشت شہزادے سے کہی اور اسکی سنی پھر چترادت سے
کہا کہ اگر تمکو شہزادے کی رفاقت منظور ہو تو بسم اللہ اٹھو کھڑی ہو وہ تمہارا گھر ہے کچھ اندیشہ مت کرو چتراد
نے کہا میری جان شہزادے کے ساتھ ہے پھر اس جسم خاکی کو کیونکر رکھ سکوں گی بدل حاضر ہوں۔
اسیوقت بکاؤلی نے پریوں کو اشارہ سے کہا کہ تم ظاہر ہو نقل کرتے ہیں کہ چپہ بھر زمین سنگلدیپ میں
پریوں سے خالی نہ رہی شہر میں دہوم پڑ گئی لوگ گھبرائے یہانتک کہ راجہ مضطر ہو کر بیٹی کے
محل میں دوڑا آیا اسکو دیکھتے ہی شہزادہ استقبال کیواسطے اٹھ کھڑا ہوا چند قدم
بڑھا اور اپنی مسند پر بٹھایا پھر اپنا اور بکاؤلی کا حال مفصل کہکر سنایا پہلے تو بہت سا کڑھا پھر نہایت
ہی خوش ہوا اور چترادت کا ہاتھ پکڑ کر بکاؤلی کے ہاتھ میں دیا اور کہا یہ میری اکلوتی بیٹی ہے
تیری پرستاری کیواسطے دیتا ہوں توقع ہے کہ اسپر نظر مہربانی کی رکھو اور اپنی لونڈی جانیو یہ کہکر
رخصت کیا تاج الملوک تخت پر سوار ہوا بکاؤلی اور چترادت دائیں بائیں بیٹھیں اور نرملا اور چپلا
ادب سے سامنے پھر پریاں تخت کو لے اڑیں بات کی بات میں تاج الملوک کی ڈیوڑھی پر جاکر
رکھدیا بکاؤلی اور چترادت جو اندر گئیں زین الملوک کے وزیر کا بیٹا بہرام نام کہ ملک نگارین
اور باغ اور قصر کا علاقہ اسی کے انتظام میں تھا نذر لے کر دوڑا آیا آداب بجالایا اپنا نام
و نشان بتلایا تاج الملوک نے اسپر بہت ہی نوازش فرمائی نذر لی خلعت دیا پھر دولتخانہ
میں داخل ہوئے دلبر اور محمودہ دیکھتے ہی شہزادہ کو نہایت شاد ہوئیں پھر چترادت
اور بکاؤلی سے خوشی خوشی ملیں۔

پچیسویں داستان تاج الملوک کے نامہ لکھنے میں فیروز شاہ اور مظفر شاہ اور اپنے باپ کو اور آنے میں اُنکے تاج الملوک کی ملاقات کو اور روح افزا پر عاشق ہونا بہرام وزیرزادیکا

مصور نگارستان عشق کا اس داستان کی تصویر صفحہ کاغذ پر یوں کھینچتا ہے کہ تاج الملوک نے فیروز شاہ
و مظفر شاہ اور زین الملوک کو مژدہ اپنے پہونچنے کا لکھہ بھیجا اسکو پڑھکر ہر ایک کا دل تر و تازہ ہوا
چنانچہ فیروز شاہ نے معہ جمیلہ خاتون بڑے جاہ و حشمت سے شرقستان کیطرف کوچ کیا اور مظفر شاہ
حسن آرا اور روح افزا کو ساتھ لیکر اسی تجمل سے روانہ ہوا اور زین الملوک بھی خاص محل کو ہمراہ لیکر بڑے
کر و فر فوج اور لشکر سے چلا تھوڑے دنوں میں ملک نگاریں میں آن پہونچے اور اس کے گرد و نواح میں
انسان اور پریزاد کی ایسی کثرت ہوئی کہ تل دہرنیکی جگہ نہ رہی بارے تاج الملوک اور بکاؤلی کے
دیدار سے سب مسرور ہوئے اور ہر ایک کے دل سے رنج و الم دور ہوئے تین روز تک جشن رہا ناچ رنگ
دن رات ہوا کیا چوتھے دن ہر ایک شاد و خرم رخصت ہوکر اپنے ملک کو روانہ ہوا مگر بکاؤلی
نے روح افزا کو نہ چھوڑا کہ چندے اور بھی اسکی صحبت سے حظ زندگانی اٹھائے اور
ایام جدائی کی سختیاں سب دل سے بھلائے عقیق کا دالان اسکی خوابگاہ کے واسطے
مقرر کیا وہ پری پیکر اس حور سرشت کیساتھ پہر رات گئے تک سرگرم گفتگو رہتی تھی ایک رات
کی نقل ہے کہ روح افزا کی چوٹی سوتے میں کھڑکی کے باہر جا پڑی تھی اسکے موباف میں
ایک گوہر شب چراغ چمک رہا تھا بہرام بھی اسیوقت چاندنی کی سیر کرتا ہوا ادہر جا نکلا جبکہ
نگاہ اسپر جا پڑی پہلے تو سمجھا کہ کالا اپنے من کو منہ میں لیے چڑہا جاتا ہے پہر غور سے جو دیکھا تو معلوم کیا
کہ کسی کی چوٹی میں لعل چمکتا ہے جی میں سوچا کہ شاید بکاؤلی یہاں سوتی ہو اور اسکی چوٹی لٹک
رہی ہو لیکن دل اسکا تمام رات پیچ و تاب کھاتا رہا آخر رہ نہ سکا سمن پری سے پوچھا کہ فلانے
مکان میں کون سوتا ہے اُس نے کہا کہ وہ روح افزا کی خوابگاہ ہے اسکے عشق کا سودا بہرام کے
سر میں پیدا ہوا اور اسکی زنجیر زلف ڈہونڈہنے لگا چنانچہ دوسرے دن آدہی رات کے وقت کمند مار کر اس
مکان میں جا اُترا اور دالان کے اندر بیتابانہ چلا گیا دیکھتا کیا ہے کہ وہ رشک زہرہ ایک سونیکے پلنگ پر ناز سے

سوتی ہے یہ کیفیت اس کی دیکھکر کیفیوں کی مانند ہوگیا اسنے تو کبھی اس شراب کو چکھا نہ تھا اس کا نشہ سنبھال نہ سکا بدمستوں کی طرح اس پری پیکر سے ہم آغوش ہوکر چمیاں لینے لگا فوراً اسکی آنکھ کھل گئی دیکھا کہ بہرام ہے اگرچہ اُس کا عشق اسکے شیشۂ دل کو چور کر چکا تھا لیکن اپنی چالاکی اور بیباکی اسکی طبع نازک کو خوش نہ آئی بہت سا جھنجھلائی آخرش طمانچہ مار کر ایسا دھکا دیا کہ کھڑکی سے گر پڑا اور زار زار روتا ہوا اپنے گھر کو چلا گیا صبح ہوتے ہی روح افزا نے بکاؤلی سے رخصت مانگی اُسنے ہر چند منت و سماجت کی کہ چند روز اور بھی رہو روح افزا نے نہ مانا اسواسطے اگر رات کی بات ظاہر ہوگی تو بکاؤلی مجھ پر ہنسی میں لیگی اور چھیڑیگی آخرش نہ ٹھیری اور جزیرۂ فردوس کی راہ لی لیکن بہرام کے عشق سے دنکو چین سے نہ بیٹھتی تھی اور رات کو ایک دم آرام سے نہ سوتی تھی بلکہ اکثر اوقات شمع فانوس کے مانند روتی تھی اور ساعت بساعت سموم غم سے مرجھاتی تھی اور اپنی نرگس مخمور میں گھڑی گھڑی آنسو بھر لاتی تھی سچ ہے کہ جو کوئی دیدۂ غور سے ملاحظہ کرے تو عشق کی بیتابی معشوق میں زیادہ دیکھے یہ وہ گروہ ہے کہ کسی کے گلے میں کمند عشق ڈالکر دور سے اپنے حضور میں کھینچ لے اور کسی کو فلاخن ہجر سے دور پھینکدے

چھبیسویں داستان بہرام کے جزیرۂ فردوس میں پہونچنے کی سمنرو پری کی مدد سے اور روح افزا کے ملنے میں بنفشہ کی مدد سے

کہتے ہیں کہ بہرام روح افزا کے فراق میں یہانتک نحیف ہوگیا کہ دبلاپے سے آنکھوں میں حلقے پڑ گئے اس بات کی سمنرو کے سوا کسی کو اطلاع نہ تھی چنانچہ وہ مدام اسکو نصیحت کرتی کہ اے بہرام اس خیال سے درگذر اور دل سے اندیشۂ فاسد دور کر کیونکہ غیر جنس کا نتیجہ محبت سوا فراق کے کچھ ثمر نہیں دیتا خاک میں ملے ایسی دوستی جس سے ہمیشہ خرابی اور اضطرابی جی کو رہے اور ناحق ایک بے پروا کے پیچھے دکھ اور درد سہے تو تاج الملوک کی بات پر نہ جا کہ نادر ہے یہ اتفاق ہوگیا کہ بکاؤلی کی طبیعت اسیر آگئی واللہ آدمی اور پری میں کیا مناسبت لطیف اور کثیف میں ملاقات کی کون صورت لیکن بہرام چپکا سنا کرتا کچھ جواب نہ دیتا مگر یہ بیت پڑھتا تھا بیت

نصیحت کرتے ہو ناحق تم اتنی　　نہیں جانیکی زنگی سے سیاہی

جب سمنرو نے دیکھا کہ خار عشق بہرام کے جگر میں ایسا چبھا ہے کہ اسکا نکلنا بہت دشوار ہے کہا اے خود فراموش اس مہم میں مجھسے تیری امداد اور تو کچھ نہیں ہوسکتی لیکن اگر تو کہے

تو جزیرۂ فردوس تجھے پہونچا دوں پھر آگے تیری قسمت ہے وہ اسبات پر بخوشی راضی ہوا تب سمن رو نے اس کو زنانے کپڑے اور گہنا جسقدر کہ مناسب تھا پہنایا بہرام نوعمر تھا ہو بہو ایک رنڈی پری پیکر بنکر اُڑ چلا پھر اسکا ہاتھہ پکڑ کر جزیرۂ فردوس کو لے اُڑی اور اپنی منہ بولی بہن کے گھر میں کہ اسکا نام بنفشہ تھا اور وہی مشاطہ روح افزا کی تھی جا کر اتری وہ سمن رو کے آنیسے بہت خوش ہوئی اور پوچھنے لگی کہ یہ نوجوان لڑکی تمہارے ساتھہ کون ہے اسنے کہا میری دینی بہن ہے اس کا جی اس سرزمین کی سیر کو بہت چاہتا تھا سو اسطے میں تمہارے پاس لائی ہوں اسے خوب طرح سیر کراؤ تماشے دکھاؤ اسنے کہا بہت اچھا آنکھوں سے پھر سمن رو رخصت ہو کر بکاؤلی کے پاس آئی اور بہرام بنفشہ کے گھر میں رہا وہ اسے دنیا کی نعمتیں کھلاتی تھی شفقت اور مہربانی سے اسکو ہر ایک باغ میں لیجاتی تھی اور سیر دکھلاتی تھی شام کے وقت گھر میں لاتی تھی پھر اپنی مشاطگی کا اسباب لیکر روح افزا کی خدمت میں جا کر حاضر ہوتی تھی اسیطرح چندروز گذرے ایک روز بنفشہ کہیں گئی تھی بہرام نے جو گھر خالی پایا اسکی مشاطگی کے اسباب میں سے آئینہ نکال کر اسکی پشت پر یہ شعر لکھے اور اسی جگہ رکھدیا۔ اشعار

روشن نہ تھا یہ کچھ رخ نیکو سے آئینہ ۔ چمکا ہے تیرے عکس سے کیا روئے آئینہ
مشاطہ آئینہ کو ترے آگے باادب ۔ تھلاتی ہے جو کھینچ کے زانوئے آئینہ
غیرت یہ کہتی ہے کہ اسے چور کیجیے ۔ کیوں دیکھا تو نے جابجا رد آئینہ
مسرکہ جو تجھ سے ہوئے کسی اور طور سے ۔ نظروں سے گر پڑے رخ دلجوئے آئینہ
آئینہ ایک دم نہ ٹھیرتا ترے حضور ۔ باندھا ہے عکس زلف نے بازوئے آئینہ

الغرض بنفشہ اپنے وقت پر مقابہ اور سنگاردانی لیکر روح افزا کے پاس جا کر حاضر ہوئی پھر کنگھی اور چوٹی کر کے آئینہ جو اسکے ہاتھہ میں دیا شہزادی کی جو نظر اس کی پشت پر پڑی نوشتہ دیکھا اور اسکو پڑھکر معلوم کیا ہر چند راقم اسکا بہرام کے سوا اور کوئی نہیں لیکن اس بات کو اس طرح دریافت کیجیے تا کہ اسکے آنیکا یقین ہوجائے اور دغدغہ دلمیں نہ رہے بنفشہ سے یوں مخاطب ہوئی اے بنفشہ جو چیز ہمیشہ ہے وہ کیا ہے اور وہ شے جو مدام عمگین رہتی ہے کون شے ہے اسنے ہر چند غور کیا لیکن جواب معقول نہ سوجھا عرض کی کہ اسکا جواب لونڈی کل دیگی اسوقت معاف کیجیے یہ کہکر گھر آئی مگر اس پہیلی کے بوجھنے میں نہایت متفکر تھی اسکی گھبرائی صورت بہرام نے دیکھکر پوچھا بوا آج اتنی بیچین تم کیوں ہو تب بنفشہ نے سوال روح افزا کا اسکے سامنے بیان کیا

اور کہا مجھہ کو اس کے سوا کچھ نہیں سوجھتا اس حکیم مطلق کا نیرنگ دوام ہے اور شادی غم سے وابستہ مدام ہے بہرام نے یہ سنکر کہا اس سوال کا جواب یہ ہرگز نہیں بلکہ یہ ہے جس عاشق کے منہ پر معشوق کے ہاتھ سے طمانچے لگے ہیں وہ ہمیشہ سرخرو ہے اور مدام ناخوشی سے تلخکام وہ ہے کہ جسکا مطلوب محجوب ہے اور وہ ہر ایک کو اپنا محبوب سمجھتا ہے نقل مشہور ہے کہ مجنوں سے پوچھا کہ خلافت پیغمبر کی بعد خلفائے راشدین کے حق کسکا تھا اس نے جواب دیا کہ لیلی کا القصہ بنفشہ نے اسکا جواب دیا ہوا صبح کو روح افزا کے حضور میں جاکر عرض کیا سنتے ہی اسکو بہرام کے آنیکا یقین ہوا اور بنفشہ سے پوچھنے لگی سچ بتا یہ جواب کس نے دیا اس نے ہر چند کہا کہ رات کو میرے خیال میں گذرا لیکن پری نے ہرگز نہ مانا بنفشہ نے مجبور ہوکر کہا کہ سمنبر و پری اپنی منہ بولی بہن کو اس سرزمین کی سیر کیواسطے میرے گھر میں چھوڑ گئی ہے اس نے جواب مجھکو سکھایا ہے روح افزا نے کہا اسکو ہمارے پاس کبھی نہ لائی بھلا آج تو اپنے ساتھ لے آئیو ایک ذرا میں دیکھوں اس نے کہا بہت اچھا اسکی اور میری دونوں کی سعادت ہے چنانچہ شام کے وقت بہرام کو پہنا اڑھا کر اپنے ہمراہ لیگئی روح افزا نے دیکھتے ہی پہچان لیا کہ بہرام ہے لیکن اغماض کیا اور کچھ متوجہ نہوئی وہ سمجھا کہ اسنے ابتک مجھے نہیں پہچانا شاید آئینہ کی پشت نہیں دیکھی اور میرا لکھا ملاحظہ نہیں کیا قصہ کوتاہ جب بنفشہ چوٹی گوندہ چکی شہزادی نے آئینہ مانگا بہرام نے جلدی سے اٹھا کر پشت کیطرف سے دکھایا وہ غنچہ دہن بے اختیار کھلکھلا کر ہنس پڑی اور بنفشہ سے کہنے لگی کہ اے بنفشہ تمہاری بہن نہایت کوڑہ ہے کہ ابتک آرسی کی پشت اور رو نہیں جانتی آجکی رات اسے یہاں چھوڑ جاؤ ہم اسکے ساتھ ہنسیں بولیں چہلیں کرینگے اسنے عرض کی میری عین خوشی اور اسکی سراسر سرفرازی ہے یہ کہکر وہ اپنے گھر آئی اور یہ دلآرام کے خلوتخانہ میں رہا اے عزیز اگر بہرام زنانہ لباس نہ پہنتا تو ہرگز اپنی معشوقہ سے اتنا جلد نہ ملتا اور اپنے مطلب کو نہ پہونچتا فی الواقع جو عاشق کہ اپنے معشوق کا رنگ پکڑتا ہے معشوق خود عاشق اسکا ہو جاتا ہے چنانچہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اس وضع کا کلام فرمایا ہے حاصل اسکا یہ ہے کہ خصائل خدا کی پیروی کرو تا قربت اس سے حاصل ہو جب امور عالم کے انتظام دینے والوں نے نقاب ظلمانی سے چہرہ روز کو چھپایا اور چادر مہتاب کا فرش نورانی سطح زمین پر بچھایا روح افزا پریونکی مجلس سے اٹھکر خلوت سرا میں آئی بہرام کو اکیلا لیکر بیٹھی اس آشنا صورت نے اجنبیونکی طرح رشتہ سخن کا نکالا کہو جی تمہارا نام کیا ہے اس نے کہا کہ ننگ و نام تو مجھ سے کب کا چھوٹ چکا تیری نام کے

سوا کچھ یاد نہیں پری نے پوچھا کسواسطے آئی ہو جواب دیا کہ پروانیکے آنیکا سبب شمع پر بخوبی روشن ہے
اُس سے پوچھا چاہیے بہرام کی میٹھی میٹھی باتوں سے تو محظوظ ہوئی لیکن ظاہر میں ترش رو ہوکر بولی اے
مکر ہائی عیاری تیری باتوں سے میں نے جانا کہ تو رنڈی نہیں بلکہ مرد واہے یہ پھگل لگا لگکر تو یہاں آ
ہوا میرے ناموس کو برباد کیا دیکھہ تو اس دلیری کی کیسی سزا دیتی ہوں اور ڈھٹائی کا بدلہ کیسا
لیتی ہوں وہ ناکردہ کار نیش اور نوش رنج حلاوت سے واقف نہ تھا ناز و نیاز کے بہید اسپر
کھلے نہ تھے اسکے علاوہ طمانچوں کا صدمہ آگے اٹھا چکا تھا وہ ناز کی باتوں کو سچ سمجھا یقین ہوا کہ
اب پھر مار کہاؤنگا اور نکالا جاؤنگا مارے ڈر کے تھر تھر کانپنے لگا اور اس شعر کو پڑھکر بیہوش ہونے لگا
شعر۔ کر قتل کہ تیرے آگے مرنا ؎ بہتر ہے نہ درد زندگانی ؎ پھر تو پریزاد سہم گئی کہ مبادا اڈر سے اسکی جان پہ
آ بنے اور میرا نام جفا کاروں میں لکھا جائے بے اختیار دوڑ پڑی اور سر اسکا اپنے زانو پر رکھکر رخ گلفام
کی بو یہانتک سونگھائی کہ اسکو پھر ہوش میں لائی اے عزیز اگر اپنے تو رخ عقل کو حکمتوں سے زیادہ نہ دیکھیگا تو
تو تجلی یار سے فائدہ نہ پائے گا اگر تو یہ ہستی موہوم نہ چھوڑے تو حیات ابدی کب تیرے پاس آئے جو راہ
عشق میں آپسے نہ گذرا وہ منزل مقصود میں کب پہونچا القصہ بہرام نے جو آنکھہ کھولی تو اپنا سر تبسہ برنگ
گل دیکھا اور محبوبہ کا دل مثل بلبل مارے خوشی کے پھول گیا اگلی پچھلی باتیں بھول گیا پھر تو بے کھٹکے
اپنے ہونٹھ رشک گلبرگ تھے اسکے دہن سے کہ غیرت غنچہ یاسمن تھا ملا ہے اور خوب ہی مزے اڑائے
از بسکہ وہ گل پیرہن بھی اشتیاق میں بھری ہوئی تھی آپ کو روک نہ سکی گتھہ ہی گئی آخر نسیم نے کلی
کو پھول بنایا اور آپس میں نئی نئی طرح سے لطف اٹھایا روح افزا کا یہ جی لگا کہ ایک
ساعت اس سے جدا رہنا دشوار ہوا پھر یہ ارادہ کیا کہ اسکو حرز جاں کی طرح گلے سے لگائے رکھے
مگر دشمنوں کی نظر سے چھپائے رکھے آخر ایک طلسم اسکے گلے میں باندھا اور تیتری بنا کر
ایک سونے کے پنجرے میں رکھا پھر تو وہ گل اندام روبرو لٹکائے رکھتی رات کو پنجرے سے
نکالکر آدمی بناتی تھی اور صبح تک اسکی صحبت سے انواع و اقسام کی کیفیتیں اٹھاتی چند مدت
اس طرح گذر گئی اور یہ بات چھپی رہی آخر عشق اور مشک بے ظاہر ہوئے نہیں رہتا پھر تو باس
یہانکی حسن آرا تک پہونچی ایکدن تو رسے تڑکے اسکی سن گن لینے آئی جب روح افزا کے پاس
آ نکلی دیکھا اسکی زلف مشکین کا طور بے طور ہے اور سیب زنخداں کا رنگ اور ہے نسرین رخسار
کی رنگت گل سی اور نرگس پر خواب کی کیفیت جام سی دیکھی پشواز کی چولی کی حالت اور
طرح کی پائی اور انگیا کی صورت کچھ اور ہی نظر آئی سمجھی کہ اسکا یاقوت کسی الماس سے متفرقہ ہوا

غصے سے ایک دہوڑ پیٹھ میں مارا اور کہنے لگی اے علامہ تو نے ڈبویا کیا غضب کیا کنوارپنے
میں کس سے آنکھ لگائی غیر مردوے سے حیا نہ آئی حیف تیری زیست پر چلنی بھر پانی میں
ڈوب مر تیری رسوائی کا نقارہ بج گیا تو نے باپ کا نام خراب کیا سچ بتا کہ یہ کیا ماجرا ہے
نہیں تو تیرا گلا گھونٹ ڈالوں گی اور جیتا نہ رکھوں گی روح افزا مارے ڈر کے تھرتھر کانپتی
تھی اور کہتی تھی اماں مجھے تمہارے سر کی قسم جو میں نے کسی مردوے کو بھی دیکھا ہو تو
آنکھیں پھوٹیں یہ تہمت ہے اور صاف بندش ہے تم کیسی ماں ہو کہ بیٹی کو عیب لگاتی ہو اور
اور لوگوں کے کہنے سننے پر جاتی ہو غرض اسنے ہر چند سخت سخت قسمیں کھائیں اور بہتیری باتیں
بنائیں مگر اسنے باور نہ کیا بلکہ درپے ہوئی کہ جس چور نے اس گھر میں کونہل دی ہے اسے
پکڑا چاہیے اور اچھی طرح سزا کو پہونچایا چاہیے ہزاروں جاسوسوں اور عیاروں نے زمین
اور آسمان کو ڈھونڈھ مارا لیکن گھر کے بھیدی کا بھید کسی پر نہ کھلا اے عزیز تو عرش پر کسکے
ڈھونڈھنے کا ارادہ رکھتا ہے جو تیرے خانۂ دل میں ہے اسکی تو تجھے خبر نہیں واہ وا دور
کا دھیان اور نزدیک آپ سے انجان شعر یہ کون ہے گھر میں جیتا بھی نہیں تجھکو خبر
پھر تو یہ کیا جانے گیا ہے اوج چرخ بام پر ؛؛ الغرض حسن آرا نے جستجو کر کے روح افزا کی
خواصوں کو دھمکایا اور مظفر شاہ کے غضب سے ڈرایا جب تو ایک خواص کہ نام اسکا گلرخ تھا
اسکے نزدیک آکر یوں کہنے لگی کہ اس خلوت سرا کا بھید ہم پر کیوں کر کھلے نہ وہاں تک گذارا نہ
دیدہ بان بینا شعر

اسکے منہ کے دیکھنے کو دیدۂ دل چاہیے — چشم ظاہر میں ہماری دید کر سکتی ہے کب

لیکن ان دنوں ہماری صاحبزادی صبح و شام اس قمری سے مشغول رہتی ہے اور اسکے پنجرے
کو ایک دم آنکھ سے اوجھل نہیں رکھتی ظاہر میں یہ پرندہ ہے اور باطن کی ہمکو خبر نہیں لیس اپنا طائر
قیاس آگے نہیں اڑ سکتا مگر بلکہ اڑتی چڑیا پہچانتی ہے اسکی کنہ سمجھ لے اے نادان بسبب
علاقہ روح سبزہ زار دنیا کی سیر کو آتی ہے جب تک یہ مربع طلسم عناصر اسکے گلے میں پڑا ہے
اور قفس وجود میں طوق بندگی اس کا گلوگیر ہے چشم ظاہر میں مشت خاک کے سوا کچھ نہیں دکھتی
جسدن یہ طلسم ٹوٹ گیا کیفیت اسکی کھل جائے گی کہ وہ کون ہے اور یہ نیرنگ کیا ہے چنانچہ جناب رسالت
مآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمایا ہے جب لوگ مرینگے اس حال سے آگاہ ہونگے وجود
مطلق ایک دریا ہے اور ہم جو مثل حباب ہے جب حباب ٹوٹ ہوا نکل گئی دریا کے سوا کچھ نہیں

پس نظر تامل سے دیکھہ کہ اصل ہستی دریا کی ہے لیکن فرق کا البتہ ہے حباب کو کوئی دریا نہ کہے گا اور دریا کو حباب اور کعبہ کو قبلہ کہتے ہیں اور بتخانہ کو کنشت جہنم کو دوزخ اور جنت کو بہشت

شعر ہر مرتبہ میں اور ہی حکم وجود ہے ٭ زندیق ہے جو حفظ مراتب کرے نہ تو ٭ واقعی مسئلہ وحدت کا مشکل ترین مسائل ہے اور بہتیرے اس بحر عمیق میں گر کے مذہب جبری کے بھنور میں جا پڑے اور اکثر مسلک دہری کے گرداب میں ڈوبے ہادی یہاں فضل الٰہی اور کرم رسالت کے سوا کوئی نہیں قصہ کوتاہ حسن آرا نے روح افزا کی نشست گاہ میں داخل ہو کر پنجرے کو اتار لیا اور ارادہ لیجانیکا کیا روح افزا اسکو شاہین کے چنگل میں دیکھکر کلیجہ پکڑ کر رہ گئی منہ سے تو مارے لحاظ کے بول نہ سکی پر طائر روح قفس تن میں تڑپنے لگا ہر چند تڑپا لیکن قضا و قدر کے ہاتھہ سے نہ چھوٹا غرض اس بے پر کو پری لے اڑی اور مظفر شاہ کے روبرو اسکا پنجرہ لیجا کر رکھدیا شاہ نے نکالکر اسکے بال و پر تمام کھولے آخر گلے پر جو ہاتھہ پڑا تو ایک تعویذ بندھا نظر آیا اسکو کھولا بہرام آدمی ہو گیا حاضرین مجلس سخت متعجب ہوئے شاہ آتش غضب سے جلکر کباب ہو گیا اور کہنے لگا اے بدذات نابکار تو غضب سلطانی سے نہ ڈرا اور اپنے جی میں کچھ نہ سوچا سچ کہہ کہ اس دربار میں تجھے کون لایا۔ اور بادشاہوں کے محل میں کس نے پہونچایا لے اس ڈھٹائی اور بے پروائی کا نتیجہ تو ہلاکت کے سوا کچھہ نہ پائے گا اور اسکی سزا میں جان سے مارا جائیگا بہرام بولا عاشقوں کا رہنما جذبۂ اشتیاق ہے اور انہیں کے سزاوار تکلیف مالا یطاق ہے عشق کی وہ زنجیر نہیں کہ کوئی آپ سے پاؤں میں ڈالے اور بے اختیار گرفتار ہو گیا عاشقوں نے رشتہ رشتہ اختیار سے توڑا ہے اور بے اختیاری سے جوڑا ہے جنہوں نے زندگی سے ہاتھہ دہوئے اسے موت سے کیا خطرہ ہے اور جان کی کیا پرواہ ہے مگر حسرت دیدار جی میں رہے گی اور گور میں جو خون آنکھوں سے بہیگی **شعر** موت سے ہرگز نہیں ڈرتا نہ کچھہ غم ہے مگر گلرخوں کی دید سے محروم میں رہجاؤں گا ٭ اگر مظفر شاہ کا شعلۂ غضب ایسا بھڑکا کہ لوگوں سے فرمایا اس آتش کے پرکالے کو جلد شہر سے دور لیجا کر آگ میں ڈالدو اور جلا کے خاک سیاہ کردو اتفاقاً لکاؤلی اور تاج الملوک گلستان ارم کی سیر کو آتے تھے جس مقام سے جزیرۂ فردوس نزدیک رہجاتا ہے وہاں پہونچے جی میں آیا کہ چلو روح افزا کو بھی دیکھیں اور دو دن رہکر وہاں کی بھی سیر کریں القصہ جزیرۂ فردوس کی طرف پھرے اور وہاں آ نکلے جہاں لکڑیوں کا انبار لگا تھا اور بہرام اسپر بیٹھا تھا بلکہ چاروں طرف سے آگ دے چکے تھے جوں ہی لکاؤلی نے لوگوں کی بھیڑ دیکھی

اور آگ بھڑکی ہوئی نظر آئی تخت اپنا قریب پہنچا کر پوچھنے لگی کہ یہ کیا ہنگامہ ہے کوئی بول
اٹھا کہ روح افزا کے عاشق کو جلاتے ہیں سنتے ہی اس بات کے تخت سے اتر کر آگے بڑھی
کیا دیکھتی ہے کہ بہرام ہے فی الفور لکا ولی نے کہا جلد اس آگ کو بجھاؤ اور اس جوان کو
نکالو اگر اسکا ایک رواں جلا تو سیکڑوں کے سر جلا دوں گی بلکہ اس شہر کا گھر گھر خاک میں ملا دونگی
لوگ ڈر گئے اور آگ کو بجھا دیا اور بہرام کو نکالکر لکا ولی کے حوالے کیا اسکو ہمراہ لیکر اپنا باغ
میں جا اتری پہر تاج الملوک کو اور اسے وہاں چھوڑا آپ مظفر شاہ اور حسن آرا کے پاس گئی
جھک کر سلام کیا انہوں نے اسکا سر چھاتی سے لگایا خیر و عافیت پوچھی اور آنیکی حقیقت دریافت کی
لکا ولی نے کہا کہ میرا بے اختیار آپ کے اور جی جان کے دیکھنے کو جی چاہتا تھا اسکے سوا خیریت
ہے لیکن راہ میں عجیب ماجرا دیکھا ہے کہ میرے شہر کے وزیر زادے کو لوگ جلایا چاہتے
تھے اگر میرے آنے میں اور ایک دم کا وقفہ ہوتا تو وہ جلکر راکھ ہو جاتا اور یہاں بابت
کو دنیا سے کھو جاتا اگرچہ فرمانا سب کا برا ہے خصوصاً ایسے جوان شکیل کا ۔ فی الواقع تقصیر
بھی ایسی ہوئی تھی لیکن اس طرح کی سزا اب فائدہ نہیں رکھتی جو کچھ ہونا تھا سو ہو چکا لیکن
فرض کیا کہ آپ نے اسے مار ڈالا لیکن کلنک کا ٹیکا تو نہ مٹیگا اب تو سو جانتے ہیں پہر ہزار دل
جائیں گے اس سے بہتر یہ ہے کہ اسکی تقصیر معاف کیجئے اور روح افزا کو اسکے ساتھ بیاہ دیجئے
کیونکہ بہرام نہایت طرحدار اور قابل ہے کچھ اسمیں مضائقہ نہیں وزیروں اور بادشاہوں میں ہمیشہ سے
رشتہ ہوتا آیا ہے اور جو انسان کو آپ حقیر جانتے ہیں تو پہر مجھکو کیوں تاج الملوک کیساتھ بیاہا ہے
اور پہنچی میں کیا فرق ہے مظفر شاہ نے یہ باتیں سنکر سر جھکا لیا اور کہا بہت بہتر تم مختار ہو پہر وہاں سے روح افزا
کے پاس آئی دیکھا کہ وہ آنکھوں میں آنسو ڈبڈبائے سر جھکائے منہ پہاڑ بنائے بیٹھی ہے یہ سنکر کہنے لگی واہ واہ
رہی کسکی کہاں جاکر سرنگ لگائی پناہ مانگئے اور ڈرتے تجہسا اور تیرے ویسے سے بس اٹھہ کھڑی ہو
اور ہنس بول کپڑے بدل چہرے سے باہر نکل میں تیرے چاہنے والے کو سلامت لے آئی ہوں اب
کوئی دن میں دل کہولکر ملیو اور ہمیشہ عیش کیجیو روح افزا بہن کی باتوں سے مسکرا کر اٹھہ بیٹھی اور
بلائیں لیکر گلے سے لپٹ گئی رات کی رات لکا ولی وہاں رہی صبح کے وقت روح افزا کو مظفر شاہ
اور جمیلہ آرا کے پاس لیگئی تقصیر معاف کرائی پہر اسکو یہاں بٹھا کر تاج الملوک اور بہرام کو لیکر جزیرہ ارم
میں جاکر پہونچی اور ماجرا [illegible] کیا پہر آنے سے خواستگاری کی کہ
وہ جب دہوم سے تاج الملوک کو لیکر بیاہنے آئے تھے اسیطرح بہرام کو بیاہنے لیے چلو اور

کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرو چنانچہ انہوں نے ویسے ہی مہمانداری اور تیاری اندر باہر کی اور
تجمل سے بہرام کو خلعت شاہانہ اور جواہر پہنا کر اور پھولوں کا سہرا باندھکر بڑے کر و فر سے جزیرہ
فردوس کو روانہ ہوئے وہاں کی تیاری کا کیا کہنا ہے پری کے بیاہ کا تجمل زبان کیا بیان کرے اور قلم
کیا لکھ سکے غرض مظفر شاہ کیطرف کے لوگوں نے براتیوں کو اور دولہا کو لیجا کر نہایت عظیم الشان طریقہ
سے مجلس نشاط میں بٹھایا اور زنانی سواریوں کو اسی وضع سے اتروا کر بڑی تعظیم و تواضع سے
حسن آرا کے علاقے اور مجلس انبساط میں لے آئے پہر رات تک اندر باہر ناچ و راگ کی صحبت رہی
آتشبازی انواع و اقسام کی چھوٹا کی پھر اپنے خاندان کے چلن کے موافق اس پری پیکر کا نکاح
اس رشک قمر کے ساتھ بندھوایا اور پان دینے کے بعد نوشہ کو ریت و رسم کے واسطے محل میں
بھجوایا بکاولی بھی بہنوں کی طرح بہرام کیساتھ گئی اور ٹوٹکے کرتی ہوئی اسکی طرف سے خوب جھگڑی
پھر آرسی مصحف دکھایا اور دولہا کو دولہن کا جھوٹا شربت پلایا اسکے بعد مظفر شاہ اور حسن آرا
نے روح افزا کو بہت سا جہیز نقد جنس لونڈی غلام وغیرہ بتجمل تمام رخصت کیا برات کو اسی رونق
سے فیروز شاہ اور تاج الملوک لئے ہوئے شاد و خرم جزیرہ ارم میں داخل ہوئے کئی دن وہاں
چہل پہل رہی بعد بکاؤلی اور تاج الملوک روح افزا کو اسی طمطراق سے لیکر ملک نگارین کو روانہ ہوئے تھوڑے
عرصہ میں جا پہونچے پھر بہرام کے ماں باپ کو بلا کر تمام قصہ کہہ سنایا اور دونوں کا دیدار دکھایا وہ
بہو بیٹے کو دیکھکر بہت شاد ہوئے اور بکاؤلی کے جان و دل سے ممنون اور احسانمند ہوئے
بعد وزیر نے مجلس نشاط کی وہاں تیاری کی بادشاہ کو جا کر لے آیا اور جتنے چھوٹے بڑے امیر تھے
ان کو بھی بلایا جسقدر اہل طرب شہر میں تھے انکو طلب کیا غرض کئی دن تک ناچ و راگ کی صحبت
رہی مہمانداری بخوبی کی بادشاہ اور بادشاہزادے کے حضور میں سیکڑوں کشتیاں جواہر اور
پوشاک کی رکھیں اور محل میں بھی اسی قبیل سے بھجوائیں انعام اور اکرام لوگوں کو بہت سا
دیا نقد و جنس بیشمار بانٹا بعد اسکے حضرت اعلیٰ قلعۂ مبارک میں تشریف لیگئے سب مہمان
بھی رخصت ہوئے پھر بکاؤلی نے معماروں کو بلا کر بھیجا کہ جلد میرے باغ اور محل کو اکھڑوا کر یہاں
لے آؤ دو چار ہی دن کے عرصہ میں لیکر پہونچے فی الفور متصل اپنے دولت سرا کے نہایت
آراستگی کے ساتھ قائم کر کے روح افزا اور بہرام کے حوالے کیا الحمد للہ خدا اسکے
فضل سے شاد ہوئے اور بخوبی آباد ہوئے

غرض جسطرح سے کیا انکو شاد | ہماری بھی دے یا رب مراد | یہ قصہ ہوا جب بخوبی تمام

تو پھر فکر تاریخ تھی صبح و شام | یکایک سنی میں نے آواز غیب | کہ ہے مذہب عشق تاریخی نام
۱۳۱۷ھ

تاریخ عیسوی

ہوئی پھر یہ خواہش کہ کلک زباں | کریں عیسوی سال کو بھی بیاں | تو پھر ہاتف غیب نے دی صدا
کہ اس مذہب عشق میں کوئی آ | کرے مشرب جام گر اختیار | تو راز نہاں اسپہ ہو آشکار

خاتمۃ الطبع

مورخ

ایک ماہوار تاریخی رسالہ

نمبر ۲ بابت ماہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء جلد ۳

مرتبہ

مولوی محمد صدیق حسن صاحب ایڈیٹر مورخ

باہتمام

خاکسار محمد سراج الحق حکیم منیجر و پرنٹر و پبلشر

مورخ و دلگداز وغیرہ

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹرہ بزن بیگ خان میں چھپ کے شایع ہوا

سالانہ چندہ عہ

مورخ

مورخ تاریخی رسالہ ہے تاریخ کے متعلق بھی اسکا یہ کام نہین کہ متفرق تاریخی مضامین شایع کیا کرے جیسے کہ دلگداز یا اور رسالون مین ہوتے ہین۔ مورخ کی اشاعت مین فقط یہ غرض پیش نظر رکھی گئی ہے کہ اس کے ذریعہ سے اُردو مین مستند اور ضخیم تاریخی تصانیف پیدا کردیے جائین عام اس کہ وہ تصنیف ہون یا عربی اور انگریزی کی مستند کتابون کے ترجمے۔ اور اس خدمت کو اس رسالہ نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا۔

مگر دشواری یہ ہے کہ مورخ کے متفرق پرچے درمیان کے اجزا ہونے کے باعث ناظرین کی نظر مین دلچسپ نہین ہوسکتے۔ ان سے لطف اسی وقت آسکتا ہے جب کہ کتابین پوری ہوجائین۔ ایسے پرچے کے لیے ظاہر ہے کہ باوجود اسکے بے انتہا مفید ہونے کے زیادہ خریدارون کا ملنا دشوار ہوتا ہے۔ لہذا اس کی اشاعت دو سو سے زیادہ نہ ہوسکی۔ اور اس کی آمدنی اس کے خرچ کے لیے کبھی پوری نہین ہوتی۔ اسی دقت کی وجہ سے جنوری سنہ ۱۹۲۰ء کے بعد سے اسوقت تک کوئی پرچہ نہ شایع ہوسکا۔ اب گذشتہ پرچون کا شایع کرنا بہت مشکل نظر آتا ہے۔ لہذا درمیان مین ایک سال کے پرچے چھوڑ دیے گئے اور یہ فروری سنہ ۱۹۲۱ء کا پرچہ حاضر ہوتا ہے۔ مارچ اپریل اور مئی کے پرچے بھی چھپ رہے ہین۔ پندرہ پندرہ روز کے بعد شایع کردیے جائین گے اس طرح حساب قائم رہے گا کیونکہ یہ چوتھی جلد کا دوسرا نمبر ہے۔

چوتھی جلد کے آغاز یعنے جنوری سنہ ۱۹۲۰ء سے مورخ مین تین تاریخین مسلسل شایع ہوتی ہین:-

(۱) فتوحات اسلامیہ۔ سیّد احمد دحلان مفتی شافعیہ مکہ معظمہ کی مقبول تاریخ الفتوحات الاسلامیہ کا ترجمہ۔

(۲) آفتاب اودھ۔ لکھنؤ کے ایک ہمدان بزرگ مرزا محمد تقی مرحوم کی تصنیف جو ملک اودھ کی ایک مستند و معتبر تاریخ ہے۔

(۳) باقی ماندہ حصہ تاریخ دولت ہسپانیہ عرب جو چند ماہ مین مکمل ہوجائے گی۔

ملتمس خاکسار محمد صدیق حسن ایڈیٹر

کسی نے اُنھین خواب مین دیکھا کہ فرماتے ہین مین تمھین ایک وصیت کرتا ہون اور خبردار اس بات
کو خواب وخیال سمجھ کے ضائع نہ کر دینا کل جب مین قتل ہوا ہون تو ایک شخص نجد کی جانب سے آیا میری
زرہ توڑ کے اُتار لی اور اُس کو اپنے گھر لے گیا۔ پھر اُس پر اپنی ہانڈی اوندھائی اور ہانڈی
پر کجاوہ رکھ دیا۔ اُس کا خیمہ لشکر کے پڑاؤ کے خاتمے پر ہے۔ اور اُس کے پہلو مین ایک قد آور
ابلق گھوڑا بندھا ہوا ہے۔ تم خالدؓ کے پاس جا کر اُنھین اس کی خبر کردو۔ تاکہ وہ کسی کو بھیج کر منگوا لین۔
اور جب تم خلیفۂ رسول اللہ کی خدمت مین حاضر ہونا تو اُن کی خدمت مین عرض کر دینا کہ مجھپر اتنا قرض
ہے اور میرا لوگون پر اتنا قرض ہے۔ اور میرے دونون غلام سعد اور مبارک آزاد ہین۔ مگر دیکھو
اسے خواب وخیال ہرگز نہ سمجھنا۔ اور خوب کان لگا کر سُن لو۔ صبح کو وہ شخص خالدؓ کے پاس آیا۔ اور
اُن سے زرہ کا حال بیان کیا۔ خالدؓ نے ایک شخص کو بھیجا تو اُسے اُسی طرح زرہ مل گئی جس طرح اس
شخص نے بتائی تھی۔ پھر ثابت کی ہدایت و وصیت اُن سے بیان کی۔ خالدؓ نے اُسے پورا کیا۔ مسلمانون
مین ثابت بن قیس کے سوا کوئی ایسی مثال نہین ملتی جس نے اپنی وفات کے بعد وصیت کی ہو اور
وہ پوری کی گئی ہو۔ بیان کیا جاتا ہے کہ بلال بن حارث بڑے صاحب رویا تھے۔

لڑائی ختم ہونے کے بعد خالدؓ یمامہ کے بعض لوگون سے ملے۔ اور مسیلمہ کی تک بندیان
دریافت کین۔ اُنھون نے تمام حالات بیان کیے۔ تو فرمایا۔ "سبحان اللہ! یہ کلام تو نہ خدا کا ہے
اور نہ کسی نیک آدمی کا۔ آخر تمھاری عقلین کہان جاتی رہی تھین؟" اور ابو بکرؓ نے اہل یمامہ
کے بارے مین فرمایا کہ اپنے کذاب کی بدولت یہ لوگ قیامت تک مصیبت مین مبتلا رہین گے۔
خدا ہی اُن کو نجات دے تو دے۔

یمامہ کا قصہ بہت طویل ہے۔ اس مین آنحضرتؐ کے اصحاب سے ایسے ایسے عجیب غریب اُمور
صادر ہوے جو آنحضرت کے معجزات اور اصحاب کرام کے کرامات کہے جا سکتے ہین اور وہ تمام تر
واقعات تفصیل کے ساتھ کتب تواریخ مین مذکور رہین۔ یہان اسی قدر بیان کافی ہے۔ واللہ
اعلم۔ باقی مرتدین سے حضرت خالد بن ولید کے سوا دیگر اصحاب رسالت نے مقابلہ کیا۔ ان کے

حالات حضرت خالدؓ کے غزوات شرق وعراق کا پورا تذکرہ ہوجانے کے بعد بیان کیے جائینگے۔

حضرت خالدؓ کا عراق جانا

خالد بن ولید یمامہ کی مہم سر کرکے آئے تو ابو بکرؓ نے محرم ۱۲ھ مین قاصد بھیج کر انھین عراق جانے کا حکم دیا۔ چنانچہ وہ براہ راست یمامہ ہی سے روانہ ہوگئے۔ اور بعض کا بیان ہے کہ پہلے یمامہ سے ابو بکرؓ کی خدمت مین آئے۔ اور مدینہ سے روانہ ہوے اور علاقہ سواد کے قریب ایک گاؤن مین پہونچے۔ اور وہان کے لوگون نے دس ہزار دینار پر اُن سے صلح کر لی۔ چنانچہ یہ رقم لیکر اور اُن لوگون پر جزیہ قائم کرکے حیرہ کی طرف بڑھے۔ شرفاے حیرہ اپنے رئیس ایاس بن قبیصہ طائی کے ہمراہ جو نعمان بن منذر کے بعد وہان کا حاکم ہوگیا تھا ملنے کو آئے۔ خالد نے اُن سے کہا کہ اسلام لاؤ یا جزیہ دو۔ ورنہ یہی اعلان جنگ ہے۔ حیرہ والون نے جزیہ دینا منظور کر لیا۔ اور نوے ہزار درہم پر اُن سے صلح ہوگئی۔

یہان سے حضرت خالد ابلہ کی طرف روانہ ہوے۔ اُن کے ساتھ دس ہزار سپاہی تھے۔ حضرت ابو بکر نے مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی سپہ سالاری مین آٹھ ہزار سپاہ سے اُن کی اور مدد کی۔ مثنیٰ نے خالدؓ کے آنے سے پہلے حضرت ابو بکرؓ سے عراق پر فوج کشی کرنے کی اجازت حاصل کی تھی جب خالدؓ آگئے تو ابو بکر نے ان کو خالد کی معیت کا حکم فرمایا۔ اور سب نے جاکے حفیرہ مین پڑاؤ ڈالا۔ اور یہ ناکہ فارس کے تمام ناکون سے بڑا اور بہ لحاظ شوکت نہایت زبردست تھا۔ یہان کے حاکم کا نام ہرمز تھا۔ جو خشکی مین تو اہل عرب اور براہ دریا اہل ہند سے نبرد آزما رہتا تھا۔ ہرمز نے عربون کی فوج کشی کا حال سُنا تو کسریٰ اردشیر بادشاہ فارس کو خبر کی۔ اور خود عجلت کے ساتھ گھاٹون پر قبضہ کر لیا۔ اور اُس کے ہمراہی سپہ گر زنجیرون کے ذریعے سے باہم وابستہ ہوگئے تاکہ لڑائی مین کسی کا قدم پیچھے نہ ہٹے۔ خالدؓ کو یہ حال معلوم ہوا اور اس کے ساتھ اُنھون نے یہ بھی سُنا کہ دشمنون نے گھاٹ پر قبضہ کر لیا ہے تو مجبوراً خشک

زمین مین پڑاؤ ڈالا۔جہان پانی نام کو نہ تھا۔ہمراہیون نے اس کی شکایت کی تو جواب دیا
کہ میری جان کی قسم فریقین مین سے جو زیادہ صبر آزما ہوگا وہی پانی کا مالک ہو سکے گا۔اب
مسلمانون نے اپنا سامان اُتارا۔اور خالد عجمیون کی طرف بڑھے اور مقابل ہوے۔اتنے
مین اللہ نے ابر بھیجدیا گھٹائین چھا گئین۔اور خوب مینھ برسا۔مسلمانون نے سیر ہو کے
پیا۔اور اُن کے دل مضبوط ہو گئے۔

اب ہرمز میدان مین آیا۔اور خالدؓ کو اپنے مقابلے پر بُلایا۔اور اپنے چند ہمراہیون کو
ہدایت کر دی کہ خالد پر بہادری سے حملہ کر دین۔حضرت خالد اپنے لشکر سے نکل کر پا پیادہ
اُس کی طرف چلے۔ہرمز بھی گھوڑے سے اُتر پڑا۔اور دونون مین لڑائی ہونے لگی۔خالدؓ
اس سے لپٹ گئے۔اور ساتھ ہی لوگون نے جن کو سکھا پڑھا دیا تھا حملہ کر دیا۔مگر خالد نے
نے اس کی پروا نہ کی۔اور اُس کے قتل کرنے سے نہ رُکے۔اِدھر قعقاع بن عمرو نے بھی اُن پر
حملہ کر کے اُنھین دم بھر مین پسپا کر دیا۔اہل فارس بھاگے۔اور مسلمانون نے تعاقب کیا۔اور
خالد نے ہرمز کو قتل کر کے اُسکے کپڑے اور اسلحہ اُتار لیے۔ہرمز کا فقط تاج ہی ایک لاکھ کا تھا۔
اہلِ فارس مین معمول تھا کہ جو شخص انتہائی اعلیٰ منصب پر پہونچ جاتا وہ ایک لاکھ کا تاج
پہنتا تھا۔بعد ازان خالد نے خمس مال غنیمت اور فتح کی خوشخبری ابوبکر کے پاس بھیجی۔اور
اور اس لڑائی کا نام ذات السلاسل یعنی زنجیرون والی لڑائی قرار پایا۔

یہان سے روانہ ہو کر خالدؓ اس جگہ اُترے جہان اب بصرہ آباد ہے۔اور مثنیٰ بن حارثہ
کو دشمن کی جستجو مین بھیجا۔چنانچہ اُنھون نے جا کے حصن المرأة کا محاصرہ کیا۔اور فتح کر لیا۔
اس قلعے کی مالک چونکہ ایک عورت تھی اس لیے عرب اس کو حصن المرأة یعنی عورت کا
قلعہ کہنے لگے۔مطیع ہونے کے بعد وہ عورت مسلمان ہو گئی۔اور مثنیٰ نے اس سے عقد کر لیا
اردشیر کسریٰ کو سپہ سالار اسلام خالد کی چڑھائی کے بارے مین ہرمز کا خط ملا تو اُس نے
ہرمز کی کمک پر ایک امدادی لشکر روانہ کیا۔وہ لشکر راستہ ہی مین تھا کہ ہرمز کی شکست خوردہ

سپاہ ملی۔ اور وہ لوگ یہ خبر سُن کر پلٹ گئے اور نہر ثنی کے کنارے جا کے اُترپڑے۔ اسی وجہ سے
یہ معرکہ جنگ ثنی کے نام سے مشہور ہے چنانچہ اُن کا حال خالد کو معلوم ہوا تو اُن کے
مقابلے کو روانہ ہوئے۔ آخر لڑائی ہوئی۔ اور اہل فارس نے یہاں بھی شکست کھائی
اس معرکہ میں تیس ہزار عجمی قتل ہوئے۔ اور جو دریا میں ڈوب کے مرے اس کے علاوہ ہیں۔
مسلمانوں کو بہت زیادہ مال غنیمت ہاتھ آیا کاشتکاروں سے جزیہ وصول کیا گیا۔ اور وہ
ذمی بن گئے۔ اسیران جنگ میں حسن بصری کے والد ماجد بھی تھے جو نصرانی تھے۔

کسریٰ کو اس شکست کی بھی خبر پہونچی تو اُس نے ایک بڑا بھاری لشکر روانہ کیا۔
جس نے مقام دلجہ میں پڑاؤ ڈالا۔ خالدؓ وہاں بھی جا پہونچے۔ مقابلہ کیا۔ شکست دی
اور بہتوں کو قتل کیا۔ اب وہ لوگ مقام الیس میں جمع ہوئے۔ اور اُن کے ساتھ عرب کے
بہت سے عیسائی بھی تھے۔ خالد کوچ کر کے وہاں پہونچے تو مالک بن قیس اُن کے مقابلے
کو میدان میں آیا۔ حضرت خالدؓ نے اُسے تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ اور نہایت سخت لڑائی
ہونے لگی۔ آخر دشمنوں نے شکست کھائی۔ اُن کے بیشمار آدمی مارے گئے۔ اور بکثرت
اسیر ہو گئے۔ یہاں حضرت خالدؓ نے اتنے دشمن قتل کیے کہ وہاں کی ندی میں خون بہنے لگا۔ اور
اس ندی کا نام "نہر الدم" یعنی خون کی ندی پڑ گیا۔ اور مقتولین کا شمار ستر ہزار کو پہونچ
گیا۔ بعد ازاں حضرت خالدؓ امغیشیا کی طرف بڑھے اور وہاں کے لوگوں پر اس طرح آناً فاناً
جا پڑے کہ وہ لوگ اپنا مال و متاع کہیں منتقل نہیں کرنے پائے تھے غرض امغیشیا میں جو کچھ تھا
سب پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ اور اُسے خراب و برباد کر دیا حضرت ابوبکرؓ نے یہ حالات سُنے
تو فرمایا "عجزت النساء ان یلدن مثل خالد" (خالد کا ایسا فرزند پیدا کرنے سے عورتیں عاجز
ہیں) اب خالدؓ حیرہ کی طرف روانہ ہوئے۔ اور تمام ساز و سامان اور آدمیوں کو کشتیوں
پر سوار کرا کے روانہ کیا۔ حیرہ کا مرزبان (حاکم) مقابلے کے لیے نکل کے مقام غرتین میں
خیمہ زن ہوا۔ اور اپنے بیٹے کو بھیجا کہ پانی کو کاٹ دے تا کہ کشتیاں آگے نہ بڑھ سکیں۔

اور یہی ہوا۔کشتیاں زمین پر لگ گئیں۔خالد فوراً اُس کے سر پر جا پہونچے اُسے اور اُس کے تمام ساتھیوں کو قتل کر ڈالا۔اور اُس کے باپ پر حملہ کرنے کے لیے حیرہ کی طرف روانہ ہوے۔مگر وہ بے لڑے بھاگ گیا۔اور خالد نے پہونچ کر حیرہ کے تمام قصروں کا محاصرہ کر لیا۔اور کثرت سے قتل وقمع شروع کیا۔آخر ابن قبیصہ قصر سفید سے اور عمرو ابن عبدالمسیح بن بقیلہ اپنے قصر بقیلہ سے نکل کے خالد کے پاس آئے۔عمرو بہت ہی سن رسیدہ آدمی تھا۔خالدؓ نے اس سے پوچھا تمھاری کیا عمر ہوگی۔بولا سیکڑوں برس کی۔کہتے ہیں کہ اس کی عمر چار سو سال کی تھی۔خالد نے پوچھا "تم نے سب سے عجیب کون چیز دیکھی ہے؟" بولا میں نے دمشق سے حیرہ تک سلسلہ وار گاؤں دیکھے۔کوئی عورت سفر کو نکلتی تو ایک روٹی کے سوا کچھ زاد راہ ساتھ نہ لیتی۔

عمرو بن عبدالمسیح کے ساتھ ایک خادم تھا اور اس کے ہاتھ میں ایک پوٹلی تھی۔خالد نے اُس سے پوچھا "یہ کیا ہے"بولا "زہر جو ایک ہی گھڑی میں کام تمام کر دے۔" خالد نے اس پوٹلی کو لیکر تھوڑا سا زہر ہاتھ میں لیا۔اور پوچھا اُس کو تم اپنے ساتھ کیوں لائے ہو؟ بولا مجھے اندیشہ تھا کہ آپ نے جیسا سلوک کیا ہے اس کے خلاف کریں۔ایسی حالت میں اپنی قوم کو مصیبت میں ڈالنے کے عوض خود اپنی جان دیدینا زیادہ اچھا ہوتا۔خالدؓ نے فرمایا "جب تک موت نہ آئے کوئی مر نہیں سکتا" پھر خالدؓ بسم اللہ الذی لا یضر مع اسمہ شیء پڑھ کے زہر کو پھانک گئے۔یہ دیکھ کر ابن عبدالمسیح کہنے لگا خدا کی قسم جب تک آپ لوگوں میں ایک شخص بھی ان صفات کا موجود ہے جو آپ چاہیں گے وہی ہوگا۔اب خالدؓ نے کہا "جب تک ابن عبدالمسیح کی بیٹی کرامہ صحابی رسول اللہ شویل کو نہ دے دی جائے ہم صلح نہیں کر سکتے۔" ان صحابی کے نام میں اختلاف ہے علامہ ابن اثیر شوئل اور علامہ ابن خلدون شریک نام بتاتے ہیں۔اور کرامہ بنت عبدالمسیح کی نسبت لکھتے ہیں کہ اس کا اصلی نام شیما تھا۔اسے شویل کو دلوانے کا باعث یہ تھا کہ حضور سرور عالم نے فرمایا کہ میری اُمت فارس وغیرہ پر قبضہ کرے گی۔یہ سُن کے اُن صحابی نے

عرض کیا کہ یا رسول اللہ اس وقت ابن عبد المسیح کی بیٹی کرامہ مجھے عطا فرمائی جائے۔" ابن اثیر کہتے
ہین کہ ان صحابی نے عالم شباب مین کرامہ کو دیکھا تھا اور اُس پر فریفتہ ہو گئے تھے۔ اُن کی التجا
پر آنحضرتؐ نے وعدہ فرما لیا۔ اب حیرہ فتح ہوا تو شویل نے کرامہ کو طلب کیا۔ اور کئی
بزرگون نے آنحضرتؐ کے وعدے کی شہادت دی۔ غرض حیرہ والون نے اس عورت کو خالدؓ
کی خدمت مین حاضر کر دیا۔ اور خالد نے اس کو ان صحابی کے حوالے کر دیا تاکہ آنحضرت صلعم
کا وہ وعدہ پورا ہو جائے جو آپ نے شویل سے فرمایا تھا۔ مگر کفار حیرہ نے ہزار درہم دیکر
کرامہ کو شویل سے خرید لیا۔ خالد نے دو لاکھ نوے ہزار تاوان جنگ پر اُن لوگون سے
صلح کر لی۔ اہل حیرہ نے اور بھی بہت سے تحفے تحائف خالدؓ کی خدمت مین پیش کیے جن کو خالدؓ
نے مژدۂ فتح کے ساتھ حضرت ابو بکرؓ کی خدمت مین بھیجدیا۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُن ہدیون کو جزیہ
مین محسوب کیا۔ اور خالدؓ کو لکھا کہ ان چیزون کی قیمت جزیے کی رقم مین سے وضع کر دین۔

عبد المسیح کی بیٹی کرامہ کا قصہ علامہ دُمیری نے اپنی کتاب حیاۃ الحیوان مین خچر کے ذکر
مین بیان کیا ہے وہ لکھتے ہین کہ طبرانی اور ابو نعیم کی سندون سے خزیمہ بن اوس سے روایت کرتے
ہین کہ اُنھون نے کہا مین ہجرت کر کے آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوا جس وقت وہان پہونچا ہون آپ
تبوک سے واپس آ رہے تھے۔ مین نے دین اسلام اختیار کیا۔ اور سُنا کہ آپ فرما رہے ہین "یہ
شہر حیرہ ہے۔ تمھارے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ عنقریب تم اس کو فتح کرو گے۔ اور یہ بقیلہ کی
بیٹی شیما ازدیہ سرخ خچر پر سوار سیاہ دوپٹہ اوڑھے جا رہی ہے۔" مین نے عرض کیا
"یا رسول اللہ اگر ہم حیرہ مین داخل ہون۔ اور شیماء کو اس حالت مین پائین تو وہ مجھے
مل جائے۔" آنحضرتؐ نے فرمایا "ہان وہ تمھین کو ملے گی۔" اس کے بعد جب ہم خالدؓ کے ساتھ
حیرہ پر پہونچے اور اس مین داخل ہوے تو سب سے پہلے ہم کو شیما بنت بقیلہ ملی جو اسی
وضع و شان سے جو حضور رسالتؐ نے فرمائی تھی سرخ خچر پر سوار اور سیاہ دوپٹہ اوڑھے
چلی جاتی تھی۔ مین نے دوڑ کر اُسے پکڑ لیا اور کہا "یہ عورت آنحضرتؐ نے مجھے عطا فرمائی ہے۔"

خالد نے مجھ سے اس کا دعویٰ کیا ثبوت طلب کیا۔ مین نے گواہ پیش کر دیے۔ اور خالدؓ نے شیماء کو میرے حوالے کر دیا۔ تب شیماء کا بھائی عبدالمسیح قصر سے اُتر کے ہمارے پاس آیا اور کہا اُس کو میرے ہاتھ بیچو گے؟" مین نے کہا ہان عبدالمسیح نے کہا "تو ٹھیک ٹھیک قیمت بتا دو۔ کیا لو گے؟" مین نے کہا۔ خدا کی قسم ایک ہزار درہم سے کم پر ہرگز نہ دون گا۔ اُس نے مجھے ہزار درہم گن دیے۔ اب لوگون نے مجھسے کہا تم اگر ایک لاکھ درہم مانگتے تو وہ بھی دیتا۔ مین نے کہا میرے خیال مین ایک ہزار درہم سے زیادہ کوئی رقم ہوتی ہی نہین ہے۔" طبرانی کہتے ہین مجھے معلوم ہوا ہے کہ جن دو گواہون نے شویل کی شہادت دی وہ محمد بن مسلمہ اور عبداللہ بن عمرؓ تھے۔

اور اسد الغابہ مین مذکور ہے کہ ان صحابی کا نام خریم بن اوس طائی تھا۔ اس عورت کا نام شیماء تھا۔ اور گواہ محمد بن مسلمہ اور عبداللہ ابن عمرؓ تھے۔ بعض لوگ محمد بن مسلمہ اور محمد بن بشیر کو گواہ بتاتے ہین۔ لہذا بعض حضرات نے جو ان صحابی کا نام شویل یا شریک بتایا ہے وہ غالباً اُن کا لقب ہو گا۔ علی ہذا القیاس جس نے یہ کہا ہے کہ عورت کا نام کرامہ تھا تو غالباً یہ بھی نام نہین بلکہ اس خاتون کا لقب ہو گا۔ کیونکہ قصہ دراصل ایک ہی ہے۔ اور یہ قصہ آنحضرتؐ کے معجزات اور آپ کی نبوت کے علامات مین سے ہے۔

حیرہ علاقہ کوفہ مین ساحل دریا پر ایک وسیع شہر تھا جہان شاہان عرب نعمان بن منذر وغیرہ گزرے ہین۔ جو تاجدار فارس کسریٰ کی جانب سے والی تھے۔ مگر اب اس شہر کا کہین پتہ نہین۔ بلکہ شہر کی جگہ دریائے دجلہ لہرین لے رہا ہے۔

حیرہ سے آگے کی فتح

قرب و جوار کے زمیندار انتظار کر رہے تھے کہ خالدؓ کا اہل حیرہ کے ساتھ کیا سلوک ہوتا ہے۔ چنانچہ جب حیرہ والون سے صلح ہو گئی اور وہ لوگ صلح پر جم گئے تو چارون طرف کے رئیس و زمیندار خالد کی خدمت مین حاضر ہوے۔ اور اطراف حیرہ کے تمام کاشتکارون نے بیس لاکھ پر صلح کر لی۔

اب خالدؓ نے چھوٹی چھوٹی فوجین حدود عجم پر پھیلا دین۔ اور اُن کو تاخت و تاراج کا حکم دے دیا۔ ان لوگون نے ساحل دجلہ تک لوٹ مار مچادی۔ اور خالدؓ نے فرمان روایان فارس کو اس مضمون کے خطوط بھیجے کہ اسلام قبول کرو یا جزیہ دو۔ اور ایک سال تک حیرہ مین ٹھہرے رہے۔ کبھی اِدھر اُدھر پہلوؤن پر جاتے اور کبھی آگے بڑھ جاتے۔ ایرانی حیران تھے کہ کسے بادشاہ بنائین۔ اس لیے کہ اُن کا بادشاہ مرگیا تھا۔ اور انتظام سلطنت درہم برہم تھا۔

اب خالدؓ انبار کی طرف روانہ ہوئے۔ انبار کا محاصرہ کرلیا۔ تیراندازون کو حکم دیا کہ دشمنون کی آنکھون کا نشانہ باندھ کر تیراندازی کرین۔ اُنھون نے یکے بعد دیگرے دو بار تیر مارین اور ایک ہزار آنکھین ضایع کردین۔ اسی مناسبت سے اس جنگ کا "وقعۃ ذات العیون" یعنی آنکھون والا معرکہ نام ہوگیا۔ آخر اہل شہر نے صلح کا پیام بھیجا۔ مگر شرطین ایسی پیش کین جن کو خالدؓ نے نہین پسند کیا۔ اور ایلچیون کو واپس کردیا۔ اور پھر اپنی فوج کے ضعیف و ناتوان اونٹون کو ذبح کرکے دشمنون کی خندقون مین ڈال کے اُنھین پاٹا۔ اور اُنھین لاشون پر سے گزر کے اس پار پہونچ گئے۔ یہان مسلمان اور کفار خندق پر پل پڑے اور سخت لڑائی ہوئی۔ اب دشمنون نے خالدؓ کی من مانی شرطین قبول کین۔ اور صلح کرلی۔ اور اُن کو پناہ کی جگہ مین پہونچا دیا اور بجز اپنے مال کے کوئی چیز نہ لیجا سکے۔ اس کے بعد انبار کے اطراف و جوانب اور باشندگان کلواذا نے بھی حضرت خالدؓ سے صلح کرلی۔

فتح عین التمر

انبار کی مہم سر کرکے حضرت خالدؓ عین التمر کی طرف روانہ ہوئے۔ وہان اہل عجم کا ایک زبردست لشکر تھا۔ اور اُن کے ساتھ قبیلۂ بنی تغلب وغیرہ کے عرب بھی تھے۔ عربون نے اُن سے کہا کہ عربون سے لڑنا ہم ہی خوب جانتے ہین۔ آپ ہمین اور خالد کو چھوڑ دین باہم

سمجھ لین گے۔ عجمیون نے کہا بہت ٹھیک ہے۔ اور عرب خالد سے لڑنے کے لیے آگے بڑھے۔ مگر پہلے ہی حملے مین خالدؓ نے اُن کے سردار کو اسیر کرکے قتل کر ڈالا۔ اُنھین شکست دی۔ اور اُن مین کے بہت سے لوگ گرفتار کر لیے۔ یہ دیکھ کر عجمی قلعہ چھوڑ کے بھاگ کھڑے ہوئے جس مین شکست خوردہ اہل عرب پناہ گزین تھے۔ خالدؓ نے قلعے کا محاصرہ کر لیا۔ آخر عاجز آکے اُنھون نے امان مانگی۔ مگر خالد نے نہ مانا۔ اور مجبوراً اُنھون نے بلا شرط نکل کے ہتھیار ڈال دیے۔ اور خالدؓ نے سب کو گرفتار کرکے قتل کیا۔ قلعے مین جو لوگ باقی تھے وہ اسیر کر لیے گئے اور جو کچھ ملا لوٹ لیا گیا۔ یہان کے گرجے مین چالیس لڑکے ملے جو انجیل کی تعلیم پاتے تھے۔ خالدؓ نے اُن کو پکڑ کے مختلف شہرون کے لوگون مین تقسیم کر دیا۔ محمد بن سیرین کے والد سیرین۔ موسیٰ بن نصیر کے والد نصیر۔ اور حضرت عثمانؓ بن عفان کے خاص غلام اُنھین لڑکون مین تھے۔ پھر خالدؓ نے فتح کی خوشخبری اور خمس غنیمت کی رقم حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین بھجوائی۔

واقعہ دومۃ الجندل

حضرت خالدؓ عین التمر کی جنگ سے فارغ ہی ہوے تھے کہ عیاض بن غنم کی ایک تحریر ملی۔ عیاض اُس اسلامی فوج کے سردار تھے جو دومۃ الجندل کے عیسائی عربون سے معرکہ آرا ہونے کو بھیجی گئی تھی۔ اُنھون نے خالد کو لکھا تھا کہ عیسائی عربون کے مقابلے مین ہماری مدد کیجیے۔ وہان بہت سے دشمن قبائل جمع تھے۔ چنانچہ خالدؓ نے فوراً پہونچ کر دومۃ الجندل کی ایک سمت مین پڑاؤ ڈالا۔ اور اُس کے مقابل دوسری جانب عیاض کی فوج تھی۔ اب دونون جانب سے اسلامی فوجون نے کفار عرب پر حملہ کیا۔ اور انجام یہ ہوا کہ وہ لوگ شکست کھا کر قلعے مین بند ہو گئے۔ مسلمانون نے بزور شمشیر قلعہ فتح کر لیا۔ اور نہایت سخت جنگ ہوئی جس مین مسلح لوگ تلوار کے گھاٹ اُتارے گئے اور ان کے بال بچے قید کر لیے گئے۔ خالد نے چند روز دومۃ الجندل مین قیام کیا۔ ادھر عجمیون نے پھر حیرہ پر دندان طمع تیز کیے۔ اور شہر حصید مین اُن کی بہت سی فوجین

آبوبکرؓ کو بھی اُس وقت معلوم ہوا جب وہ واپس آچکے تھے۔ حضرت صدیقؓ اُن کی اس کارروائی سے ناراض ہوے۔ اور اس جرم کی سزا یہ دی کہ اُن کو عراق سے شام مین بھیجدیا کہ معرکۂ یرموک مین عساکر اسلام کی مدد کرین۔ حضرت خالدؓ کو اِن سب لڑائیون مین ایک سال سے کم زمانہ لگا۔ کیونکہ محرم ۱۲؁ھ مین وہ عراق کی طرف روانہ ہوئے تھے جیسا کہ بیان ہوچکا ہے۔

اب ہم اُن لڑائیون کو بیان کرتے ہین جو خالدؓ کے علاوہ دیگر سپہ سالاران اسلام اور مرتدون کے درمیان پیش آئین۔ پھر اس کے بعد فتوح شام کی طرف توجہ کرین گے۔

بنی عامر ہوازن اور سلیم کا ارتداد

بنی عامر کی یہ حالت تھی کہ ارتداد کی طرف ایک قدم آگے بڑھاتے تھے اور دوسرا پیچھے ہٹاتے۔ منتظر تھے کہ دیکھین طلیحہ کا کیا انجام ہوتا ہے اور بنی اسد و بنی غطفان کیا کرتے ہین۔ یہان تک کہ خالدؓ نے قبائل مذکور کے ارتداد کا خاتمہ کردیا۔

بنی عامر کے رئیس قرہ بن ہبیرہ اور علقمہ بن علاثہ تھے۔ علقمہ آنحضرتؐ کے عہد مین ایمان لاکے مرتد ہوگیا تھا۔ اور فتح طائف کے بعد ملک شام مین چلا گیا جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو جھٹ پٹ شام سے واپس آیا اور بنی کعب مین ٹھہر کے لشکر جمع کیا۔ آبوبکرؓ کو اطلاع ملی تو آپ نے بہ سرداری قعقاع ابن عمرو اس کے مقابلے پر ایک فوج روانہ کی۔ قعقاع نے اُس تالاب پر حملہ کیا جس کے کنارے علقمہ کا پڑاؤ تھا۔ وہ ہر وقت تیار اور مستعد رہا کرتا تھا لہذا مسلمانون کے پہونچنے سے پہلے ہی گھوڑے پر سوار ہوکے بھاگ گیا۔ مگر اُس کے اہل و عیال نے اسلام قبول کرلیا۔ قعقاع نے اُن کو لاکے آبوبکرؓ کی خدمت مین حاضر کردیا۔ اُنھون نے قطعاً انکار کیا کہ ہم علقمہ کے پیرو نہ تھے۔ حضرت صدیقؓ کو اس کی خبر نہ تھی کہ وہ لوگ گھر چھوڑ کے علقمہ کے گروہ مین شامل ہوئے تھے۔ اُن لوگون نے یہ بھی کہا کہ علقمہ نے جو کچھ کیا اُس مین

ہمارا کیا قصور ہے؟ چنانچہ حضرت صدیقؓ نے اُن کو چھوڑ دیا اسکے بعد علقمہ بھی ایمان لایا اور ابوبکرؓ نے اسکو قبول فرمایا۔

اہل بزاخہ کی شکست کے بعد بنی عامر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جس دین سے ہم نکل گئے تھے اُس مین پھر داخل ہونا چاہتے ہین۔ اور اللہ اور اُس کے رسول پر ایمان لاتے ہین۔ یہ لوگ حضرت خالدؓ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ خالدؓ نے جن شرائط پر اہل بزاخہ سے بیعت لی تھی اُن سے بھی لے لی۔ اور اسلام کے لیے سب نے اپنے ہاتھ خالدؓ کے ہاتھ مین دیدیے۔ مگر بنی اسد و بنی غطفان و بنی طے اور بنی سلیم سے کہا کہ تم مین سے کسی کی توبہ اُس وقت تک نہین قبول ہو سکتی جب تک ان مجرمون کو نہ حاضر کرو۔ جنھون نے مسلمانون کو جلایا۔ اُن کی لاشون کے ناک کان کاٹ کے بے حرمتی کی اور زمانۂ ارتداد مین اسلام پر تعدی کی تھی۔ چنانچہ اُنھون نے ایسے مجرمون کو حاضر کر دیا۔ اور اُن کے ساتھ وہی برتاؤ کیا گیا جو اُنھون نے کیا تھا۔ یعنی اعضا کاٹے گئے۔ جلائے گئے۔ پتھرون سے کچلے پہاڑون پر سے ڈھکیلے گئے اور کنوؤن مین گرائے گئے۔ یہ کارروائی کر کے حضرت خالد نے ابوبکر صدیقؓ کو اس کی اطلاع کی۔

رہا قرہ بن ہبیرہ۔ وہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد عمرؓو ابن العاص سے ملا۔ جب کہ وہ عمان سے واپس آرہے تھے اور اُن سے کہا تم زکوٰۃ لینا چھوڑ دو۔ کیونکہ اہل عرب کچھ دے کے تمھاری اطاعت نہ کرین گے۔ عمروؓ بن عاص کو اس پر بڑا غصہ آیا۔ اُسے بُرا بھلا کہا۔ اور جو کچھ اُس نے کہا تھا ابوبکرؓ کی خدمت مین عرض کر دیا۔ ابوبکرؓ نے یہ حال خالدؓ کو لکھا۔ اُنھون نے قرۃ کو گرفتار کر کے حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین بھیج دیا۔ وہان آ کے قرۃ ایمان لایا۔ اور عذر خواہی کی۔ ابوبکرؓ نے اس کا عذر قبول کیا اور اُس کا خون معاف کر دیا۔ اس کے بعد قبائل بنی غطفان و بنی ہوازن و بنی طے و بنی اسد کے کچھ لوگ سلمیٰ بنت مالک بن حذیفہ بن بدر نام ایک عورت کے پاس مقام جوأب مین جمع ہوئے۔ اہل بزاخہ کی جنگ سے فارغ ہونے پر خالدؓ کو ان لوگون کی سرکشی کی اطلاع ملی۔ اُن سے جا کے مقابلہ کیا۔ سلمیٰ اپنے ناقے پر سوار بیچ میدان مین کھڑی اپنی فوج کو لڑا رہی تھی۔ یہان تک کہ اُس کے

ناقے کی کونچین کاٹی گئین۔ اور وہ خود قتل ہوئی۔ اُس کی محمل کے گرد سو آدمی مارے گئے آخر انھون نے بھی شکست کھائی۔

اب بنی سلیم کا حال سُنیئے۔ اُن کا ایک سردار فجاۃ بن عبد یالیل حضرت ابوبکرؓ کی خدمت مین حاضر ہوا اور اپنا مسلمان ہونا ظاہر کرکے آپ سے طالب اعانت ہوا اور آپ سے اقرار کیا کہ مُرتدون سے جا کے لڑون گا۔ آپ نے اس کی امداد کی اور اُسے مقابلے کی اجازت دی۔ مگر مقام جون مین پہونچکر وہ مُرتد ہو گیا۔ اور نجبہ بن ابی المثنی کو جو بنی شرید مین سے تھا روانہ کیا کہ بنی سلیم اور بنی ہوازن کو ساتھ لے کے مسلمانون کو لُوٹے مارے۔ یہ حال حضرت ابوبکرؓ کو معلوم ہوا آپ نے طریفہ بن حاجز اور عبداللہ بن قیس جاسی کے پاس کہلا بھیجا کہ ان لوگون کی خبر لین۔ وہ دونون چل کھڑے ہوئے۔ اس سے مقابلہ کیا۔ آخر نجبہ مارا گیا۔ اور فجاۃ بھاگا۔ طریفہ نے اُس کا تعاقب کیا۔ گرفتار کر لیا۔ اور ابوبکر کی خدمت مین لا کے حاضر کر دیا۔ اُس کے لیے عیدگاہ مدینہ کے سامنے لکڑیان جلائی گئین۔ اور وہ گٹھری کی طرح ہاتھ پاؤن باندھ کے اُس مین ڈلوا دیا گیا۔ اور جل کے مرا۔ اب سارے بنی سلیم اپنی حرکتون سے باز آئے اور اسلام مین داخل ہوئے۔ انھین مین خنسا کا بیٹا ابو شجرہ بن عبد العزی سلمی تھا جو مرتد ہو گیا تھا۔ اُس نے چند اشعار کہے تھے جس مین کا ایک شعر یہ ہے۔

فَرَوَّیْتُ رُمْحِی مِنْ کَتِیْبَۃِ خَالِدٍ وَاِنِّیْ لَاَرْجُوْ بَعْدَہَا اَنْ اُعَمَّرَا

اپنے نیزے کو مین نے گروہ خالد (کے خون) سے سیراب کیا۔ اور مجھے اُمید ہے کہ اس کے بعد عمرؓ کی باری ہو گی یعنی عمر بن خطابؓ کے خون سے اپنے نیزے کو سیراب کرون گا۔ اب وہ مسلمان ہوا تو ابوبکرؓ نے اُس کا اسلام قبول فرمایا۔ حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت مین یہ شخص مدینے مین آیا یہان دیکھا کہ حضرت عمرؓ فقرا و مساکین مین روپیہ تقسیم فرما رہے ہین۔ بڑھ کے عرض کیا "مجھے بھی کچھ دیجیے۔ مین بھی حاجتمند ہون۔" پوچھا "تم کون ہو؟" کہا "ابو شجرہ بن عبد العزی

یہ سُنتے ہی آپ نے فرمایا او دشمنِ خدا! خدا کی قسم ہرگز نہ دون گا۔ تو ہی نے تو کہا ہے

فَرَوَّيْتُ رُمْحِي مِنْ كَتِيبَةِ خَالِدٍ وَإِنِّي لَأَرْجُو بَعْدَهَا أَنْ أُعَمَّرَا

یہ کہکر حضرت عمرؓ نے اپنا دُرّہ اُٹھایا کہ اس کے سر پر رسید کرین۔ مگر قبل اس کے کہ پڑے وہ بھاگا۔ اپنے ناقے پر سوار ہوکر اپنی قوم مین چلا گیا۔ اور چند اشعار کہے جن مین یہ بھی ہے۔

ضَنَّ عَلَيْنَا أَبُو حَفْصٍ بِنَائِلِهِ وَكُلُّ مُخْتَبِطٍ يَوْمًا لَهُ وَرَقُ

"ابو حفص (عمرؓ) نے ہمین دینے مین بخل کیا۔ حالانکہ جو کوئی درخت کو جھاڑتا ہے اُسے کوئی پتا مل ہی جاتا ہے"

اہلِ بحرین کا ارتداد

قبائل ربیعہ مین عبد القیس اور بکر ابن وائل وغیرہ آنحضرت صلعم کی وفات کے بعد مرتد ہو گئے تھے۔ مگر قبیلۂ عبد القیس کو جارود بن معلے نے پھر مسلمان بنا دیا۔ جارود ایمان لائے تھے اور آنحضرتؐ کی خدمت مین حاضر ہوئے تھے۔ واپس جاکر اپنی قوم کو دعوتِ اسلام کی بھی دی۔ وہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔ مگر جب آنحضرتؐ نے وفات پائی تو پھر مرتد ہو گئے اور کہنے لگے "آپ نبی ہوتے تو نہ مرتے"۔ جارود نے اُن سے کہا تمھین معلوم ہے کہ آپ سے قبل اللہ کے اور بہت سے نبی گذر چکے ہین جنھین تم نے نہین دیکھا۔ اور جانتے ہو کہ وہ سب مر گئے۔ اسی طرح حضرت محمدؐ نے بھی انتقال فرمایا۔ مین شہادت دیتا ہون کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہین اور محمد اللہ کے رسول تھے۔ یہ سُن کر وہ پھر اسلام لائے اور اُس پر ثابت قدم رہے لیکن جارود اور اُن کے پیروون کے سوا اور قبائل ربیعہ مرتد ہو گئے اور اُنھون نے بحرین مین جماؤ کیا۔ اسی اثنا مین قبیلۂ بنی قیس بن ثعلبہ کا بھائی حُطَم بن ضبیعہ تھا۔ بکر ابن وائل کے لوگون کے ساتھ اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور بہت سے مرتد اس کے پاس جمع ہو گئے۔ ان لوگون مین بہت سے وہ لوگ بھی تھے جو اب تک اسلام نہین لائے تھے اور شرک ہی پر قائم رہے تھے

اب حطم قطیف اور ہجر مین آکے ٹھہرا اور ان دونون مقامات کے لوگون کو بہکا لیا۔ یہان سے اس نے دارین اور جواثا کی جانب فوجین بھیجین جنھون نے آکر مسلمانون کو محصور کر لیا۔ اور ان دونون مقامات مین جو مسلمان تھے نہایت سختی مین مبتلا ہوگئے۔ یہ سُن کر حضرت ابو بکر رض نے علاء بن حضرمی کو عساکر اسلام کے ساتھ بحرین کے مُرتدون کے مقابلے پر روانہ کیا۔ حضرت علاء ہجر مین آکر ٹھہرے اور جارود رض کے پاس پیام بھیجا کہ اپنے قبیلۂ بنی عبد القیس کو ہمراہ لے کے حطم بن ضبیعہ کے مقابل خیمہ زن ہون۔ اِدھر علاء اور مسلمانون نے اپنی حفاظت کے لیے خندقین کھود لین اور مُرتدون سے لڑائی چھیڑ دی۔ یہ لوگ روز صُبح کو مقابلہ کرتے اور پھر اپنی خندقون کے حلقے مین واپس چلے آتے۔ مسلسل ایک مہینے تک اسی طرح لڑائی ہوتی رہی۔ ایک رات مُرتدون مین بڑا شور و غل اور ہنگامہ سُنا گیا۔ مسلمانون نے حالات معلوم کرنے کے لیے جاسوس بھیجا اور وہ خبر لایا کہ وہ لوگ نشہ مین بدمست ہو رہے ہین۔ یہ موقع پاتے ہی مسلمانون نے ان پر شب خون مارا۔ یکایک ان پر تلوارین پڑنے لگین۔ بھاگڑ پڑ گئی۔ اور بدحواسی مین خندقون کے اندر گرنے لگے۔ اور یہ حالت ہوئی کہ کوئی ہلاک ہوا۔ کوئی نکل کے بھاگا۔ کوئی مارا گیا۔ اور کوئی قید ہوا۔ غرض وہ سب تباہ و برباد ہو گئے بخوبی اپنے کیفر کردار کو پہونچے۔ اور مسلمانون نے مال غنیمت کو آپس مین تقسیم کیا۔

اب علاء نے لوگون کو دارین کی طرف کوچ کرنے کا حکم دیا۔ اور اُن سے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے خشکی مین اپنی نشانیان تمھین دکھا دین۔ تاکہ بحری لڑائی مین وہ تمھارے لیے نصیحت ہون۔ لہذا دشمنون کے مقابلے کے لیے اُٹھ کھڑے ہو۔ اور دریا کے پار اُتر جاؤ۔ چنانچہ علاء اور اُن کے تمام ہمراہیون نے کوچ کر دیا۔ مسلمانون اور دارین کے درمیان مین سمندر حائل تھا۔ وہ گھوڑون۔ اُونٹون اور خچرون وغیرہ پر سوار دریا مین کود پڑے اور اُن مین پیدل بھی تھے۔ علاء اور سب مسلمان دُعا مانگتے ہوئے چلے اور اُن کی زبانون پر یہ دُعا تھی کہ "یا ارحم الراحمین۔ یا کریم یا حلیم یا احد یا صمد یا حی یا محی الموتی یا حی یا قیوم

لا الٰہ الا انت یا ربنا - اے تمام مہربانون سے زیادہ مہربان - اے کریم - اے بردبار -
اے ذات واحد - اے بے نیاز - اے زندہ اے مُردون کے جلانے والے - اے ہمیشہ برقرار
رہنے والے تیرے سوا کوئی معبود نہین - اے ہمارے پروردگار" غرض خدا کے حکم سے خلیج کو
طے کر گئے - اور پانی پر اس طرح جارہے تھے جس طرح کوئی بالو پر چلتا ہے - اونٹون کے سُم نہین
ڈوبتے تھے - ساحل اور دارین مین جہازون کا پورا ایک رات دن کا راستہ تھا - دریا سے
اُترکے کفار سے مقابلہ کیا - نہایت سخت لڑائی ہوئی آخر مسلمان فتح یاب ہوے اور مشرکون
نے ہزیمت اُٹھائی - اور مسلمانون نے سخت کشت و خون کیا - حتیٰ کہ کوئی خبر دینے والا بھی
زندہ نہ چھوڑا - بہت سا مال غنیمت حاصل کیا - اور بہتون کو قید کر لیا - اور جب اس مُہم
سے فارغ ہوے تو اسی طرح واپس آئے جس طرح گئے تھے - علاء نے ابوبکرؓ کو خط لکھا
جس مین مُرتدون کی ہزیمت اور حطم ابن ضبیعہ کے مارے جانے کا حال درج تھا - اور
جب مال غنیمت تقسیم کیا تو ایک ایک سوار کے حصہ مین چھ چھ ہزار اور پیدلون کے حصے مین
دو دو ہزار آئے -

مسلمانون کے ساتھ اہل ہجر کا ایک راہب تھا - اُس نے اسلام قبول کر لیا - کسی نے
پوچھا کہ تمھین مسلمان ہونے کا کس وجہ سے شوق ہوا - اُس نے کہا تین باتون سے جن کو دیکھکر
مین ڈرا کہ اب بھی مین نے اسلام نہ قبول کیا تو خدا مجھے مسخ نہ کر دے - بالو کے دشت مین پانی
ملنا اور بہ سہولت سمندر سے عبور کر جانا اور ایک دُعا جو مسلمانون کے لشکر مین صبح کے وقت
مین نے فضاے ہوا مین گونجتی ہوئی سُنی - وہ یہ تھی - اَللّٰهُمَّ اَنْتَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ لَا اِلٰهَ غَيْرُكَ
اَلْبَدِيْعُ فَلَيْسَ قَبْلَكَ شَيْئٌ وَالدَّائِمُ غَيْرُ الْغَافِلِ اَلْحَيُّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَخَالِقُ مَا يُرٰى وَمَا لَا يُرٰى
وَكُلَّ يَوْمٍ اَنْتَ فِيْ شَاْنٍ عَلِمْتَ كُلَّ شَيْئٍ بِغَيْرِ تَعَلُّمٍ - یعنی اے اللہ تو رحمٰن ہے - رحیم ہے - تیرے سوا
کوئی پیدا کرنے والا خدا نہین - لہذا تجھ سے پہلے کوئی چیز نہ تھی اور تو ابدی ہے اور غافل
نہین ہے - خبردار ہے - تو وہ زندہ جاوید ہے کہ کبھی نہ مرے گا - ہر نظر آنے والی اور

نہ نظر آنے والی چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اور ہر روز تو ایک خاص شان مین ہے۔ بغیر کسی بتانے والے کے تو نے ہر چیز کو جان لیا۔ یہ باتین دیکھ کر مجھے معلوم ہو گیا کہ جب تک کوئی قوم حق پر نہ ہو فرشتے اُس کی مدد نہین کرتے۔ چنانچہ آنحضرت ؐ کے اصحاب اکثر بعد بھی اُس راہب کی زبان سے یہی واقعات سُنا کرتے۔

اور علاء بن حضرمی ایک مشہور و نامور صحابی ہین جنھون نے ۲۱ھ مین وفات پائی مستجاب الدعوۃ تھے یعنی اُن کی دُعا قبول ہو جایا کرتی تھی۔ اصل مین تو وہ حضر موت کے تھے مگر اُن کے دادا مکے مین آکے رہ پڑے تھے۔ اور حرب بن اُمیہ کے حلیف (دوست ہم معاہد) تھے۔ اس جنگ مین اُن کے بہت سے آثار خیر اور بہت سے کرامات ظاہر ہوئے۔ اُن مین سے ایک یہ ہے کہ مسلمان جہاد کو جا رہے تھے کہ ایک موقع پر پانی نہ رہا پیاس کے مارے سب کے ہلاک ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ حضرت علاء اُتر پڑے۔ دو رکعت نماز پڑھی پھر یہ دُعا مانگی "یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اسقنا" اے بردبار اے جاننے والے اے برتر اے بزرگ ہمین سیراب کر۔ فوراً ابر کا ایک ٹکڑا گویا کسی پرندے کا پر تھا اُن کے سر ان پر وہ گر جا اور برسنے لگا۔ یہان تک کہ مسلمانون نے برتن بھر لیے اور سواری کے جانورون کو پلایا راوی کا بیان ہے کہ اس کے بعد ہم وہان سے کوچ کر کے مقام دارین مین آئے۔ جہان سمندر ہمارے اور دشمنون کے درمیان حائل تھا۔ ایک روایت مین یون ہے کہ ہم ایک خلیج پر پہونچے جس مین اس سے پہلے کبھی کوئی نہین اُترا تھا۔ ہمین جہاز نہین ملے۔ مرتدون نے تمام جہاز جلا دیے تھے۔ یہان بھی حضرت علاء نے دو رکعت نماز پڑھی پھر کہا "یا حلیم یا علیم یا علی یا عظیم اجزنا" یعنی اے بردبار اے دانا۔ اے برتر۔ اے بڑے ہمین پار اُتار دے۔ اِس کے بعد اپنے گھوڑے کی باگ ہاتھ مین لی اور کہا "بسم اللہ کہہ کر چلو" ابو ہریرہ رضؓ جو خود یہان مسلمانون کے ساتھ تھے فرماتے ہین کہ ہم سب پانی پہ چلنے لگے۔ اور خدا کی قسم ہمارے پاؤن بھی تو تر نہ ہوئے۔ اور نہ جانورون کے سُم اور قدم بھیگے

اور لشکر مین چار ہزار آدمی تھے - اور ابراہیم بن حبیبہ کہتے ہین کہ جب تک پار نہ اتر لیے سمندر بھرا رہا - غرض علاء اور اُن کے ساتھ والے پیدل چل کر پار ہوے جہان اس سے پہلے اس دریا مین جہاز چلتے تھے -

اہلِ عمان و مہرہ کا مرتد ہو جانا

عمان اور مہرہ مین آنحضرت ؐ کے دو عامل (کلکٹر) رہتے تھے جیفر اور عیاذ جلندی کے بیٹے - پھر جب آنحضرت نے انتقال کیا تو قبیلۂ ازد کا ایک شخص اُٹھ کھڑا ہوا جس کا نام لقیط بن مالک ازدی تھا - اُس نے مرتد ہو کر نبوت کا دعویٰ کیا اور ملک عمان پر متصرف ہو کے ان دونون عاملون کو نکال باہر کیا - جیفر نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت ابوبکرؓ کو کی - حضرت ابوبکرؓ نے حذیفہ بن محصن حمیری کو عمان کی طرف اور عرفجہ بارقی کو مہرہ کی طرف روانہ کیا - اور دونون کو حکم دیا کہ جیفر سے خط و کتابت کر کے اُن سے مشورہ کرین - عکرمہ بن ابی جہل کو آپ نے یمامہ مین اور مسیلمہ کے مقابلے پر بھیجا تھا وہان انھین شکست ہوئی جیسا کہ اُوپر گذر چکا ہے تو انھین بھی حکم دیا کہ حذیفہ اور عرفجہ کے ساتھ چلے جائین - اور اُن کے ساتھ مل کر عمان و مہرہ والون سے لڑین - اور اس مُہم سے فراغت ہو جائے تو یمن کی طرف رُخ کرین - چنانچہ حذیفہ اور عرفجہ عمان پہونچنے بھی نہ پائے تھے کہ عکرمہ اُن سے جا ملے - ابوبکرؓ نے اُن کو حکم دیا تھا کہ وہ عکرمہ کی رائے کی پیروی کرین - ان تینون سردارون نے عمان پہونچکر جیفر و عیاذ سے مراسلت کی - ادھر لقیط کو بھی جو حکمران بن گیا تھا عساکر اسلام کے آنے کی خبر پہونچی - چنانچہ وہ شہر دبا مین آ کے خیمہ زن ہوا اور جیفر و عیاذ صحار مین آ کے فروکش ہوئے - اب عکرمہ اور حذیفہ اور عرفجہ بھی آگے بڑھے اور اُن سردارون سے مراسلت کی جو اپنی فوجین لیکر مسلمانون کی کمک کو آئے تھے - اب وہ لقیط کی طرف بڑھے اور مقابلہ کیا - لقیط نے اپنے اہل و عیال کو اپنی صفون کے

پیچھے رکھا تھا۔ لڑائی میں قریب تھا کہ مسلمانوں کو شکست ہو جائے۔ ناگہان قبیلۂ بنی ناجیہ بہرای حریث بن راشد اور سیحان بن سوجان ان کی مدد پر آگئے۔ حریث بنی عبد القیس میں سے تھے۔ مدد پہونچتے ہی دشمنوں کو شکست ہوگئی اور مسلمان فتح یاب ہوئے۔ دشمنوں میں سے تقریباً دس ہزار آدمی مارے گئے۔ ان کے لڑکے اور عورتیں اسیر کرلی گئیں۔ اور پوری فتح حاصل ہوئی۔ مسلمانوں نے مال غنیمت تقسیم کیا اور پانچواں حصہ ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ پانچواں حصہ آٹھ سو جانور تھے۔ اب حذیفہ عمان میں ٹھہر گئے اور عکرمہ مہرہ کی طرف بڑھے۔ وہاں بھی دشمنوں کو شکست دی۔ اُن کا سردار مارا گیا۔ اور دو ہزار اونٹ ہاتھ آئے۔ اب ان اطراف کے لوگوں نے اسلام قبول کرلیا۔ عکرمہ نے مژدۂ فتح حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھیجا۔ اور تیزی کے ساتھ یمن کی جانب روانہ ہوگئے۔

اہل یمن کا مرتد ہو جانا

آنحضرتؐ کی زندگی ہی میں جس وقت اسود عنسی ظاہر ہوا ہے اور اُس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے تو یمن کے لوگ بکثرت مرتد ہوگئے۔ مگر جب فیروز دیلمی نے اسود عنسی کا خاتمہ کر دیا تو پھر اُن میں سے بہت سے لوگ اسلام لے آئے۔ لیکن انھیں جب آنحضرتؐ کی وفات کا حال معلوم ہوا۔ تو چند لوگوں کے سوا پھر سب کے سب مرتد ہوگئے۔ ابوبکرؓ نے فیروز دیلمی کو صنعا کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ چنانچہ اُن کو جن لوگوں سے مقابلہ کرتے بنا۔ اُن سے لڑتے رہے۔ اِن کے علاوہ یمن میں چند اور اسلامی عمال تھے جنھیں آنحضرتؐ نے اپنی زندگی ہی میں وہاں مقرر فرما دیا تھا۔ ان میں عمروؓ بن حزم مقام نجران میں نماز کے عامل تھے۔ اور اُن کے ساتھ حضرت ابوسفیانؓ زکوٰۃ و صدقات کے نگران تھے۔ زمع۔ زبید اور نجران کے درمیان خالدؓ بن سعید بن عاص تھے۔ سارے بنی ہمدان کے حاکم عامر بن شہر ہمدانی تھے۔ مقام جند کے حاکم یعلی بن اُمیہ تھے۔ مآرب پر ابو موسیٰ اشعری متعین تھے۔ عک پر طاہر بن ابی ہالہ تھے

حضرموت پر زیاد بن لبید بیاضی اور عکاشہ بن ثور غوثی تھے۔ بنی کندہ پر مہاجر بن اُمیہ مخزومی تھے۔ اور معاذ بن جبل سارے یمن مین قرآن کی تعلیم دینے پر مُتعین تھے۔ جو دورہ کرتے رہتے۔ کبھی یہان ہوتے کبھی وہان۔

جب وہان کے لوگ مُرتد ہوئے تو عمرو بن حزم تو مدینے چلے آئے۔ اور اُن کے بعد خالد بن سعید واپس آئے۔ رہے مہاجر بن ابی اُمیہ تو انھین آنحضرتؐ صلعم نے جب بنی کندہ مین والی مقرر فرمایا ہے۔ تو بیمار ہوگئے اور وہان نہ پہونچ سکے۔ اور اُن کی طرف سے نیابۃً زیاد بن لبید کام کرتے رہے۔

ابوبکرؓ نے مُرتدون سے لڑنے مین فقط خط و کتابت سے کام لیا۔ اور کسی مُرتد کے مقابلے پر کسی کو نہین روانہ کیا۔ اس کی ابتدا آپ نے مہاجرہ و انصار سے کی پھر قُرب و جوار کے تمام لوگون کو مقابلے پر آمادہ کیا۔ یہان تک کہ اُن لوگون کے آمادہ کرنے سے فراغت ہوئی اور کسی مُرتد سے آپ نے مدد نہین لی۔ اسی کے مطابق عتاب ابن اسید کو جو مکہ مین تھے۔ اور عثمان بن ابی العاص کو جو طائف مین تھے لکھا کہ جو لوگ مُرتد نہین ہوئے ہین وہ مُرتدون سے لڑنے کے لیئے روانہ ہون۔ بنی مدلج اور خزاعہ کے کچھ اوباش تہامہ مین جمع ہوئے تھے۔ عتاب نے اُن کے مقابلے پر فوج بھیجی جس نے بہتون کو دریا مین ڈبو دیا اور بہتون کو قتل کیا۔ اِدھر شنوءۃ مین بنی ازد۔ بنی خثعم اور بنی بجیلہ کے کچھ لوگ اکٹھا ہوئے تھے۔ ان کے مقابلے پر عثمان بن ابی العاص نے فوج روانہ کی۔ جن لوگون نے اُنھین منتشر کر دیا۔ اور اُن کا قلع و قمع کیا۔ تہامہ کے ساحلی راستے پر بنی عک اور اشعریون کے چند گروہ تھے اُن کے مقابلے کے لیے طاہر بن ابی ہالہ مع مسروق عکی کے گئے۔ اُن کو شکست دی۔ قتل کیا۔ اور اپنے لشکرون کے ساتھ ٹھہر کے ابوبکرؓ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔ اور خود ابوبکرؓ نے ایک فوج نجران مین بھیج دی تھی۔

ابوبکر رضی اللہ عنہ نے عثمان بن ابوالعاص کو لکھا کہ وہ اہل طائف کے

قصبات سے لوگ فوج کے لیے لیں۔ چنانچہ اُنھوں نے ہر قصبے کے ذمے بیس آدمی دینا لازم کیا۔ اور یہ لشکر جمع ہوا تو اس پر اپنے بھائی عبدالرحمن کو افسر مقرر کیا۔ اسی طرح حضرت صدیق نے عتاب بن اسید کو لکھا کہ مکہ اور اس کے مضافات سے بھی سپاہی جمع کریں۔ اور مقرر کر دیا کہ وہاں سے پانچ سو آدمی لیے جائیں۔ اُنھوں نے بھی یہ لشکر فراہم کر لیا۔ اور اس کا افسر اپنے بھائی خالد کو مقرر کیا۔ اور یہ لشکر مرتب کر کے سب حضرت ابو بکرؓ کے حکم کا انتظار کرنے لگے۔

اب جناب ابو بکر صدیقؓ نے مہاجر بن ابی اُمیہ مخزومی کو حکم دیا کہ یمن کی طرف روانہ ہو کے وہاں کے معاملات کی اصلاح کریں اور اس کے ساتھ ہی اس خدمت پر چلے جائیں جس پہ آنحضرت صلعم نے اُنھیں مقرر فرمایا تھا۔ اور فرمایا کہ تم نجران اور اقصائے یمن کے مابین حملہ آوری کرو۔ چنانچہ مہاجر نے اس حکم کی تعمیل کی۔ جاتے وقت وہ مکہ اور طائف میں سے ہو کے گزرے۔ وہاں سے خالدؓ ابن اسید اور عبدالرحمن بن ابی العاص بھی مع اپنی فوجوں کے اُن کے ساتھ ہو لیے۔ پھر جب وہ جریر بن عبدالرحمن عکاشہ بن ثور کے علاقوں میں گزرے تو اُنھیں بھی ساتھ شامل کر لیا۔ عمرو ابن معدیکرب اور قیس ابن مکتوم مرتد ہو گئے تھے۔ مہاجر اُن پر بھی فتح یاب ہوئے۔ اور دونوں کو اسیر کر کے حضرت ابو بکرؓ کی خدمت میں بھیج دیا۔ بارگاہ خلافت میں حاضر ہو کے اُنھوں نے ارتداد سے توبہ کی۔ اور حضرت ابو بکرؓ نے اُن کی توبہ قبول فرمائی۔ اور اُن کو واپسی کی اجازت دی۔

مہاجر آگے روانہ ہوئے تو مرتدوں میں سے جو ہاتھ آیا اُسے قتل کیا۔ جس نے مقابلہ کیا اُس سے لڑے۔ اور جس نے توبہ کی اُس کی توبہ قبول کی۔ اسی طرح بڑھتے ہوئے صنعاء میں جا پہونچے اور ابو بکرؓ کو اپنے صنعاء میں داخل ہونے کی اطلاع کی۔ وہاں سے جواب آیا کہ اب عکرمہ بن ابی جہل کو ساتھ لے کر بنی کندہ کی طرف جاؤ۔ حضرت عکرمہ اب عمان کی طرف سے یہاں پہونچ گئے تھے۔ اور اُن کے لشکر میں قبائل

مہرہ - آزد - ناجیہ اور عبدالقیس وغیرہ کی ایک خلقت عظیم تھی - یہ سب لوگ مہاجر کے ساتھ بنی کندہ کی طرف روانہ ہوئے۔

زیاد نے جو بنی کندہ میں مہاجر کی طرف سے نیابۃً کام کر رہے تھے مہاجر کو لکھا کہ یہاں بہت جلد آیئے - زیاد کا یہ خط مآرب و حضرموت کے درمیان بمقام مفارہ مہاجر کو ملا۔ انھون نے اپنی جگہ عکرمہ کو لشکر مین چھوڑا اور خود جلدی کوچ کرکے زیاد کے پاس پہونچ گئے - اور بنی کندہ پر سخت حملہ کیا۔ ان مین سے اکثر لوگ مرتد ہو گئے تھے - اور اشعث بن قیس سکسکی بھی مرتد ہوا تو مرتدین بنی کندہ نے اُسی کو اپنا سردار بنا لیا۔ مہاجر نے اُن سے مقابلہ کیا۔ شکست دی - اُن مین سے بہتون کو قتل کیا اور جو بچے وہ نجیر نام اپنے ایک قلعے مین بھاگ کے پناہ گزین ہو گئے - قلعے مین اُن کے ساتھ اور قبائل کے لوگ بھی تھے جن کو انھون نے بھڑکایا اور بہکایا تھا۔ مسلمانون نے اُن کا محاصرہ کر لیا۔ ہر طرف سے اُن کا راستہ بند کر دیا۔ اور مدد پہونچنے کے ذرایع مسدود کر دیے۔ مسلمان محاصرہ کیے ہوئے تھے کہ مہاجر بھی آ پہونچے۔ اب اشعث نے عکرمہ سے امان مانگی اور خود قلعے سے نکل کے عکرمہ کے پاس چلا آیا۔ عکرمہ اُسے مہاجر کے پاس لائے۔ مہاجر نے اُسے - اُس کے اہل و عیال مال و متاع - اور اُس کی قوم کے نو آدمیون کو امان دی - جو اُس کے ساتھ قلعے سے نکل کر آئے تھے۔ مگر مہاجر نے کہا تم جو کچھ چاہتے ہو مجھے کاغذ پر لکھ دو - مین اُس پر اپنی مُہر کر دون گا اس کے معاوضے مین اُنھون نے اپنے ذمے لیا کہ قلعہ کا دروازہ کھول دین گے - واپس جا کے انھون نے یہی کیا - اور دروازہ کُھلتے ہی مسلمان قلعہ مین گھس پڑے - لڑنے والون کو قتل کیا اور اُن کے بال بچون اور عورتون کو قید کر لیا ان اسیرون مین ایک ہزار عورتین تھین - اشعث بن قیس نے جب معاہدہ لکھا ہے اور مہاجر نے اس پر اپنی مُہر کی ہے تو اس مین اُس نے اپنے نو ہمراہیون کے نام تو لکھے مگر خود اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ مسلمانون کو جب قتل و اسیر کرنے سے فراغت ہوئی تو مہاجر نے وہ اپنا مُہری کاغذ مانگا

اب جو دیکھا تو اُن مین اوروں کے ساتھ اشعث کا نام نہ تھا۔ یہ دیکھکر مہاجر نے کہا خدا کا شکر کہ او دشمن خدا اشعث تجھ سے غلطی ہوگئی۔ مین بھی یہی چاہتا تھا کہ خدا تجھے ذلیل و خوار کرے۔ یہ کہتے ہی اُس کی مشکین بندھوادین۔ کسی نے کہا "اسے سزا دینے مین تامل کیجئے اور اس کو ابو بکر کے پاس بھجوا دیجیے وہی اس کے بارے مین مناسب فیصلہ کر سکتے ہین۔ چنانچہ مہاجر نے اور قیدیون کے ساتھ اسے بھی دار الخلافت مین بھجوا دیا۔ راستے بھر تمام مسلمان اسے لعنت و ملامت کرتے جاتے تھے اور اُن کے ساتھ خود اس کی قوم کے اسیر بھی صلواتین سُنا رہے تھے اُس کی قوم کی عورتون نے اُس کا نام عرف النار یعنی دغا باز و غدار رکھدیا تھا۔ جب وہ مدینے پہونچا تو ابو بکرؓ نے اس سے کہا "تمہارے خیال مین تمھارے ساتھ مین کیا سلوک کرون گا؟" بولا "مین نہین جانتا" ابو بکرؓ نے فرمایا "مین تجھے قتل کرون گا" اُس نے کہا "مین وہ شخص ہون جس نے دس آدمیون کے معاوضے مین اپنی قوم کو بیچ ڈالا۔ لہذا میرا خون حلال نہین ہوسکتا" ابو بکر نے فرمایا "صلحنامہ پر مُہر ہوجانے کے بعد فقط اُن لوگون کا چھوڑنا لازم ہے جس کے نام اُس مین درج ہین اور قوم کی یہ بیچ تو نے دستخط کرنے سے پہلے کی تھی" اب اس کو قتل ہونے کا اندیشہ ہوا۔ تو کہا "کیا یہ نہین ہوسکتا کہ آپ میرے ساتھ احسان کرین؟ اسیرون کو آزاد کرین۔ میری لغزش کو معاف کرین۔ اور مجھ سے اور لوگون کے ساتھ جو سلوک کرین وہی میرے ساتھ بھی کرین اور میری بیوی میرے حوالے کردین؟"

جب وہ آنحضرت صلعم کی خدمت مین حاضر ہوا ہے تو اس نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کی بہن اُمِ فروہ کے ساتھ نکاح کر لیا تھا اور اُن کو یہین چھوڑ گیا تھا کہ دوبارہ واپس آکر لے گا۔ پھر جب آنحضرتؐ نے انتقال فرمایا تو یہ مرتد ہوگیا۔ پھر کہنے لگا اگر میرے ساتھ آپ ایسا سلوک کرین گے تو دین الٰہی کی پیروی مین مجھے اپنے تمام ہموطنون سے اچھا پائین گے" حضرت ابو بکرؓ نے یہ سُن کر اُس کی جان بخشی کی اور اپنی بہن کا پھر اُس کے ساتھ عقد کر دیا۔

نہین ہے۔ سپاہی نے اُس عورت کو گالیان بھی دین۔ اور کچھ مارپیٹ بھی کی۔ عورت لاچار ہوکر احمد خان کے پاس گئی۔ یہ احمد خان برادر خورد حقیقی نواب قائم جنگ مقتول کا تھا اور قصبہ مئو مین بروزینہ مقررہ نواب صفدر جنگ پر بسر اوقات کرتا تھا۔ اس ضعیفہ نے اُس سے کہا کہ اگر تمھارے باپ کے گھر مین بیٹی پیدا ہوتی تو تم ایسے نالائق بیٹے سے کہین بہتر تھا۔ مین ضعیفہ قوم افغان سے ہون اور ایک ہندو سپاہی نے ناحق مجکو بیعزت کیا ہے۔ یہ سُن کر احمد خان کو کمال غیرت اور حمیت کا سا ہوا۔ مگر بوجہ مجبوری اور لاچاری کے خاموش ہو رہے سو دو روز اس غم و اندوہ سے کچھ کھانا نہ کھایا اور اپنے ایک دوست رستم خان آفریدی سے یہ صد مشکل بیان کیا۔ اُس نے کہا کہ اگر تمھارا ارادہ لڑائی کا ہے تو مین بھی اپنی جان سے حاضر ہون۔ احمد خان نے کہا کہ روپیہ کی ضرورت ہے۔ رستم خان نے جواب دیا کہ میرے پاس نقد روپیہ تو نہین ہے مگر پانچ چار ہزار روپیہ کا اسباب خانہ داری موجود ہے۔ احمد خان نے کہا وہی لاؤ اور آپس مین یہ قرارداد ہوئی کہ بعد جنگ و جدال کے جو کچھ حاصل ہو نقد و جنس و ملک و مال سب مین بالمناصفہ حصہ فیما بین احمد خان اور رستم خان کے ہو جایا کرے۔

الغرض رستم خان نے کسی تدبیر سے چار ہزار روپیہ احمد خان کو لا کر دیے۔ اور احمد خان نے اپنے چار دوستون کو بُلا کر اور اُن کو ایک ایک ہزار روپیہ دیکر کہا کہ سو سو پٹھان اپنی اپنی قوم کے بمشاہرہ پانچ پانچ روپیے کے نوکر رکھو اور دو روزہ تنخواہ پیشگی اُن کو دے کر حکم کرو کہ سب اپنے گھر مین رہین جس وقت ہم طلب کرین مسلح ہوکر حاضر ہو جائین۔

بعد آٹھ روز کے ایک مقام مین کہ قصبہ مئو سے بفاصلۂ ۱۲ کوس کے تھا دریافت ہوا کہ وہان ایک مہاجن رہتا ہے جو اُس علاقے کا خزانچی ہے۔ اور آج اُس کی کوٹھی مین ستر توڑے روپیے کے اور ایک توڑا اشرفیون کا آکر جمع ہوا ہے۔ اُسی روز احمد خان بجمعیت چار سو ملازم آدمیون کے اور رستم خان اپنے شریک کے روانہ ہوکر دم صبح اُس مہاجن کے مکان پر بِلا تامل بآسانی نازل ہوئے۔ اور عالم غفلت مین خود اُس مہاجن کو مع اکثر نوکرون کے قتل کرکے وہ سب مال بلکہ سارا گھر اُس کا لوٹ لیا اور اُسی روز اُس مقام مین نگہداشت فوج جدید جاری کرکے دو تین روز مین

پانچ چھ ہزار آدمی نوکر رکھ کے قصبہ مئو پر اپنا قبضہ کر لیا اور چند ہی روز میں اور بہت آدمی نوکر رکھ کے فرخ آباد میں پہونچے معرکۂ عظیم کے بعد قلعہ فرخ آباد پر بھی قبضہ کر لیا تمام تھانہ جات راجہ نول رائے کو ریاست فرخ آباد سے نکال دیا۔ اور قبضہ و دخل اپنا تمام ریاست پر بخوبی کر کے مخاطب بہ نواب احمد خان غالب جنگ ہوئے

یہ حال سُن کر راجہ نول رائے نائب نواب صفدر جنگ نے بجمعیت پچاس ہزار سپاہ کے صوبہ اودہ سے چڑھائی کی جب بمقام خدا گنج متصل فرخ آباد کے پہونچا۔ خود بغرور تمام نصف فوج لے کر دریائے کالی ندی سے عبور کیا۔ اور نصف لشکر ہنوز اُترنے نہیں پایا تھا کہ وہاں پٹھانوں سے لڑائی شروع ہو گئی۔ اس طرح کہ نواب احمد خان بجمعیت اپنے چار ہزار سوار کے واسطے دیکھنے مقامات جنگ کے اُس طرف چلے تھے اُدھر راجہ نول رائے فوج کو ایک مقام پر ٹھہرا کر بجمعیت چار پانچ سو سواروں کے ایک سمت کو واسطے تجویز مقام خیمہ اپنے کے اور نیز مقامات مورچہ ہائے فوج کے استادہ تھا کہ نواب احمد خان نے وہاں پہونچکر راجہ مذکور کو مار لیا۔ اور باقیماندہ تمام لشکر راجہ کا بسبب مارے جانے اپنے مالک کے بھاگا۔ اُدھر سے پٹھانوں نے تہ تیغ کرنا شروع کیا۔ ہزاروں آدمی جان سے مارے گئے اور ہزاروں کالی ندی میں ڈوب کر غریق رحمت ہوئے۔ یہ سب حال پُر ملال سُن کر نواب صفدر جنگ کو کہ دہلی میں کار فرمائے وزارت تھے نہایت صدمہ و ملال ہوا۔ اور بجمعیت فوج کثیر سلطانی کے کہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہو گی روانہ فرخ آباد ہوئے۔ راجہ سورج مل جاٹ رئیس بھرتپور بھی بجمعیت اپنی سپاہ کے اُن کے ہمراہ ہوا۔ اور دیگر اکثر اُمرائے دہلی بھی بہ پاسداری وزارت مآب ہمراہ ہوئے۔ الغرض اس کر و فر سے داخل علاقہ فرخ آباد ہوئے۔ ادھر سے نواب احمد خان غالب جنگ رئیس فرخ آباد مع رستم خان آفریدی اپنے شریک کے بجمعیت فوج جرار اپنی کے کہ قریب پچاس ہزار کے ہو گی آمادۂ مقابلہ ہوئے۔

معرکۂ اول میں رستم خان آفریدی مارا گیا کہ بظاہر نواب احمد خان کا موجب دلشکنی کے ہوا مگر توکلاً علی اللہ معرکہ شروع کر دیا۔ اُس وقت نواب صفدر جنگ بسواری فیل مع دیگر اُمرائے دہلی اور سواران اردلی کے ایک جانب کھڑے تھے کہ نواب احمد خان نے ایک ہزار سوار اور پانچ چھ ہزار سپاہیان بندوقچی لے کر اور نواب صفدر جنگ کے پشت کی جانب سے پہونچ کر ایک باڑھ

بندوقون کی مارہی اور تلوارین کھینچ کر ایک مرتبہ حملہ کر دیا۔ اتفاقاً فیلبان نواب صفدر جنگ کا اُس وقت جان سے مارا گیا۔ اور خود نواب کے ایک گولی ایسی لگی کہ غشی کی حالت مین ہودج فیل مین لیٹ گئے اور دیگر اکثر سرداران و امیرزادگان کہ اُن کے ہمراہ وہان موجود تھے مجروح و مقتول ہوئے۔ آخر راجہ جگت نرائن برادر لچھمی نرائن دیوان نواب موصوف نے بجائے فیلبان کے بیٹھ کر فوراً شہر دہلی کا راستہ لیا اور تمام لشکر پاشان و پریشان ہو گیا۔ بہت سی فوج تو ایسی تھی کہ وہان پہونچنے بھی نہ پائی تھی یہ حال دیکھ اور سُن کر اُلٹی پھر گئی۔ اور شکست عظیم نواب صفدر جنگ کو اور فتح عظیم نواب احمد خان کو حاصل ہوئی۔

اب نواب احمد خان نے تمام صوبہ اودھ پر بھی اپنا قبضہ و داخلہ کر لیا۔ اور جا بجا اپنے تھانجات مقرر کر دیے۔ مگر مہا راجہ بنارس نے دو کرور روپیہ نذرانہ دیکر اپنے شہر کو تاخت و تاراج افاغنہ سے محفوظ رکھا۔

الغرض نواب صفدر جنگ بعد اس شکست کے دہلی مین پہونچے اور شب و روز اسی رنج و ملال مین رہتے تھے کہ باقتضائے تقدیر الٰہی خود بخود ایک معاملہ تازہ موجب اُن کی مسرت خاطر کے یہ ہوا کہ خاص شہر لکھنؤ مین ایک روز محلہ نخاس مین جہان خرید و فروخت گھوڑون کی ہوا کرتی تھی۔ دو تین پٹھان ایک دُوکان پر بیٹھے تھے۔ ایک شیخزادہ لکھنؤ بھی اُس دُوکان پر وارد ہوا۔ اُس وقت افاغنہ مذکور بہت لاف و گزاف سے نواب احمد خان کی تعریف اور نواب صفدر جنگ کی توہین بیان کر رہے تھے۔ اُس شیخزادہ نے بطور معقول اُن کو فہمایش کی کہ فتح و شکست باختیار خدائے پاک ہے کسی رئیس کو اس طرح صاف صاف بُرا نہ کہنا چاہیے۔ وہ پٹھان تو اپنی حکومت کے غرور مین مست تھے اُس کو گالیان دینے لگے وہ بیچارہ مرد شریف تھا لاچار تلوار کھینچ کر اُن سے بر سر مقابلہ ہوا۔ اور اُن مین سے دو کو مار لیا۔ مگر چونکہ وہ زیادہ تھے آخر کو وہ بیچارہ شیخزادہ مارا گیا۔

جب یہ خبر مشہور ہوئی تو اور شیخزادہ ہائے لکھنؤ وہان پہونچے۔ اور اُن کو پکڑ کر خوب زدوکوب کی۔ اور شیخ معز الدین خان بہادر کو کہ اُس وقت شہر لکھنؤ مین اقوام شیخ کے سرغنہ و رئیس تھے یہ

خبر پہونچائی۔ انھون نے شباشب تمام شیوخ لکھنؤ کو جمع کرکے صبح کو حاکم لکھنؤ سے کہ از جانب نواب احمد خان کے تھا مقابلہ کیا اور اُس کو مع ہمراہیون کے مار لیا۔ باقیماندہ افاغنہ نے بھاگ کے یہ تدبیر نکالی کہ ملک اودھ مین جس قدر تھانہ جات افاغنہ کے ہین سب کو یکجا مجتمع کرکے شیوخ لکھنؤ کا تدارک کرین۔

ادھر شیخ معز الدین نے بھی اپنے برادری کے رئیسون کو اور اکثر تعلقدارون کو طلب کیا اور بعد چندروز کے خوب لڑائی ہوئی جس مین شیخ صاحب فتحیاب ہوئے اور افاغنہ کو شکست فاش ہوئی۔

اب تمام صوبۂ اودھ مین بلوائے عام ہوگیا۔ تمام تھانجات افاغنہ کے ہر مقام پہ مارے گئے۔ جو پٹھان جہان معلوم ہوا اُسے زمیندارون نے مار لیا۔ الغرض دفعۃً تمام صوبۂ اودھ پٹھانون سے خالی ہوگیا۔

شیخ معز الدین خان بہادر نے تمام صوبۂ اودھ مین از جانب نواب صفدر جنگ کے تھانجات بٹھا کر اس فتح کی مبارکباد مین عرضی نواب صفدر جنگ کو دہلی مین بھیجی۔ اور نواب موصوف نے خلعت گران بہا مع خط شکریہ کے شیخ صاحب کو بھیجا۔

صوبۂ اودھ تو اس طرح پٹھانون سے خالی ہوگیا۔ مگر ملک میان دوآب اور بنارس وجونپور وگورکھپور وغیرہ پٹھانون کے قبضے مین تھا۔ اور شب وروز نواب صفدر جنگ اسی فکر مین رہتے تھے۔ کہ کسی طرح اپنا باقی ماندہ ملک بھی نکال لین اور پٹھانون سے بدلہ لین۔

اسی فکر و تدبیر مین یہ صلاح ٹھہری کہ افواج مرہٹہ کو اپنی کمک کے واسطے طلب کرنا چاہئیے۔ چنانچہ راجہ رام نرائن اپنے دیوان کو بھیج کر ملہار راؤ ہلکر سردار مرہٹہ کو بجمعیت اسی ہزار سوار کے طلب کیا اور یہ قرارداد ہوا کہ بعد فتح کے ڈیڑھ کرور روپیہ سردار مرہٹہ کو دیا جائے گا۔ جب فوج مرہٹہ پہونچی نواب صفدر جنگ بہمراہی فوج مغلیہ وغیرہ کے بجمعیت کثیر فرخ آباد کی جانب روانہ ہوئے۔

یہاں نواب احمد خان بہادر رئیس فرخ آباد نے یہ انتظام کیا کہ نواب حافظ الملک رئیس بریلی اور نواب سعد اللہ خان رئیس رامپور وغیرہ جملہ رئیسان قوم افاغنہ کو طلب کر کے ڈیڑھ لاکھ فوج جمع کی الغرض جب مقابلہ افواج طرفین کا قریب پہونچا بہ دریافت موجودگی افواج مرہٹہ کے خود بخود اقوام افاغنہ نے بے جنگ وجدال کے فرار کیا اور بطرف کوہ تینی تال کے چلے گئے۔ اور نواب صفدر جنگ نے وہاں پہونچ کر ان کا محاصرہ کیا اور لڑائی شروع ہو گئی۔ افاغنہ نے بطور قلعے کے اُس مقام کو درست کر لیا تھا۔ اُس کے اندر سے لڑتے تھے اور باہر سے نواب وزیر کی فوج لڑتی تھی۔

دو مہینے برابر یہ صورت رہی کہ بسبب بند ہونے رسد وغیرہ کے نواب احمد خان کے لشکر کو بہت پریشانی لاحق ہوئی۔ لہذا نواب احمد خان نے ملہار راؤ سردار مرہٹہ کو بوعدہ دینے پچاس لاکھ روپیہ کے بشرط صلح کرا دینے فیمابین سرداران افاغنہ اور نواب وزیر کے راضی کیا۔ سردار مرہٹہ نے درمیان ہو کر اس طرح صلح کرا دی کہ احمد خان بنارس اور جونپور وغیرہ تمامی ریاست نواب وزیر سے اپنا قبضہ اُٹھا لیوین اور نواب وزیر ریاست فرخ آباد کہ اسی قدیم ہو کہ موروثی نواب احمد خان کی تھی۔ اُن کے قبضے مین چھوڑ دین۔ اور نواب حافظ الملک وغیرہ رئیسان بریلی و رامپور سے کہ نواب احمد خان کی مدد کو آئے تھے کچھ تعرض نہ کرین۔ چنانچہ اسی اقرار و مدار سے سب رئیسان افاغنہ راضی ہو کر اپنی ریاستون مین چلے گئے۔ اور نواب وزیر دہلی مین پہونچ کر پیشگاہ بادشاہ سے بعطائے خلعت سرفراز ہوئے اور نواب محمد قلیخان اپنے حقیقی بھتیجے کو بطور نائب کے صوبہ الہ آباد و اودہ وغیرہ مین مقرر کر کے روانہ کیا۔

ذکر برہمی مزاج حضرت احمد شاہ ابن محمد شاہ بادشاہ ہندوستان کا نواب صفدر جنگ سے باغوائے انتظام الدولہ خانخانان وغیرہ اُمرائے شاہی

اُس زمانہ مین نواب صاحبہ زمانیہ والدہ ماجدہ بادشاہ کی سرکار مین ایک خواجہسرا

مخاطب بہ نواب بہادر بہت محیط تھا اور بسبب دولتمندی اور سخاوت کے ہزاروں شرفائے دہلی اُس کے مطیع و بندۂ احسان تھے۔ اُس کو نواب صفدر جنگ سے بسبب تسلط ان کے اور اغوائے نواب خانخانان وغیرہ عداوت ہو گئی۔ اور اُن کے اُمور انتظامی میں مداخلت ہائے بیجا کرنے لگا۔ حتیٰ کہ ایک روز اُس کے اغوا سے ایک شخص نے سر سواری نواب صفدر جنگ کو گولی ماری۔ مگر زندگی باقی تھی وہ محفوظ رہے۔

اب نواب صفدر جنگ کو بجز اس کے کچھ چارہ نہ ہوا کہ کسی طرح اُس خواجہ سرا کو قتل کرنا چاہیئے۔ الغرض ایک روز دعوت کے بہانے سے اُس کو طلب کر کے اپنے گھر میں قتل کر ڈالا۔ اور بسبب مقتول ہونے خواجہ سرائے مذکور کے والدۂ بادشاہ اور دیگر رئیسانِ سلطنت بلکہ اکثر ابنائے شہر کو نواب صفدر جنگ سے عداوت قلبی ہو گئی۔

آخر ۱۱۶۵ھ ہجری میں نواب صفدر جنگ نے آزردہ ہو کر جمعیت اپنی فوج کے بیرون شہر دہلی کے خیمے استادہ کیے باین اُمید کہ شاید حضرت بادشاہ مہربان ہو کر مجھکو بآبرو طلب فرمائیں گے۔ یہاں معاملہ بالعکس ہو گیا۔ نواب خانخانان اور نواب عماد الملک وغیرہ اُمرائے بادشاہی نے دربار خالی پا کر اور بادشاہ کو سمجھا کر اجازت جنگ کی حاصل کی اور نواب صفدر جنگ سے آمادۂ کارزار ہو گئے۔ قریب دو مہینے کے جانبین سے مورچہ بندی ہو کر لڑائی رہی۔ آخر نواب صفدر جنگ نے ایک عرضداشت بحضور بادشاہ اس مضمون سے روانہ کی کہ غلام کا یہ مقدور نہیں کہ حضور سے مقابلہ کرے۔ مگر جو لوگ میرے مخالف ہیں اُن سے یہ مقابلہ رہا اور اُنھوں نے بوجہ حضور کے مزاج کو مجھسے برہم کر دیا ہے۔ عجب یہ ہے کہ باوصف میری قدیمی خیرخواہیوں کے اِس خانہ زاد کے حق میں حضور نے اُن کا کہنا مان لیا۔ بعد چندے حضور کو ان لوگوں کی بدباطنی کا حال خود ظاہر ہو جائے گا۔

اس عرضداشت پر بادشاہ نے اپنے ہاتھ سے دستخط کیے کہ جو کچھ تم نے عرض کیا بجا اور واقعی ہے لیکن بالفعل مناسب وقت اور ہماری مرضی یہ ہے کہ تم اپنے صوبہ کی طرف رخصت

ہوجاؤ چنانچہ بموجب اس حکم شاہی کے نواب صفدر جنگ مع اپنی فوج کے وہان سے روانہ ہوکر صوبۂ اودھ مین پہونچے اور یہان کے کاروبار مین مصروف ہوئے۔ وہان خلعت وزارت کا نواب انتظام الدولہ خانخانان کو بسبب سفارش والدۂ بادشاہ کے حاصل ہوا۔ بعد چندے وہی خلعت وزارت اُن سے بھی تبدیل ہوکر نواب عماد الملک کو ملا جو حقیقی بھانجے نواب خانخانان کے تھے۔

اسی زمانۂ قریب مین یہان نواب صفدر جنگ کو مثل نواب برہان الملک کے ایک دنبل اسفل جسم مین ظاہر ہوا اور وہان عماد الملک اور احمد شاہ بادشاہ سے صورت منافرت کی پیدا ہوئی۔ بادشاہ نے پوشیدہ رقعہ طلب بدستخط خاص نواب صفدر جنگ کو بھیجا۔ مگر یہ رقعہ اُس وقت پہونچا جب نواب صفدر جنگ کو طاقت حس وحرکت بھی نہ تھی۔ بانیوجہ ایک عرضداشت اپنی بمضمون معذرت ومجبوری روانہ کی۔ پھر اُسی ہفتہ مین بمقام پاپر گھاٹ قریب قصبۂ سلطان پور کہ وہان چھاؤنی فوج کی تھی اُسی عارضۂ دنبل سے انتقال کیا اور اول شہر فیض آباد مین بمقام گلاب باڑی جہان مقبرہ نواب شجاع الدولہ بہادر کا ہے دفن ہوئے۔ وہان سے ان کی لاش روانہ دہلی ہوئی اور وہان مقبرہ عالی شان تین لاکھ روپیہ کے صرف سے طیار ہوا جو اب تک بیرون شہر شاہجہان آباد کے موجود ہے اور بسبب زینت وآراستگی اور جاری ہوتے نہرون کے سیر گاہ خلایق ہے۔

من بعد بموجب وصیت کے نواب شجاع الدولہ بہادر اُن کے خلف الرشید نے اُنکی لاش بصرف کثیر عراق عرب مین روانہ کی اور مشہد مقدس کربلائے معلی مین دفن کیا۔

نواب صفدر جنگ کی عمر قریب پچاس برس کے تھی اور حیا وشرم خلقی اُن کے مزاج مین تھی۔ بجز ایک محل کے دوسرا محل نہین کیا اور بڑے صاحب ہمت تھے کہ تمام فوج اور رعایا اُن سے ہمیشہ راضی رہی۔ اُن کے زمانے مین سلطنت دہلی مین نہایت اضمحلال ہوگیا تھا آمدنی صوبے کی بخوشی خاطر کبھی کچھ دست برداشتہ بھیجدیا کرتے تھے اور کوئی طلب وتعرض

نہ کرسکتا تھا گویا خود مالک مستقل اپنے صوبے کے ہوگئے تھے اور ۱۸ برس بڑی شان و شوکت سے حکمران رہے اور محض ایک پسر عالی گہر چھوڑا جو کہ بعد اُن کے مسند آرائے وزارت و حکومت صوبۂ اودھ ہوا۔

نواب ابوالمنصور خان صفدر جنگ نے ۱۱۶۷ ہجری مطابق ۱۷۵۴ء میں انتقال کیا اور تاریخ انتقال اُن کی مقبرہ عالی شان پر جو شاہجہان آباد میں موجود ہے مرقوم ہے اور نامہ نگار نے بخیم نود بعا لکھا ہے۔

چو آن صفدر عرصۂ مردمی | زدار فنا گشت رحلت گزین
چنین سال تاریخ او شد رقم | کہ بادا مقیم بہشت برین

باب سوم دربیان حالات وزارت و فرمان روائی نواب شجاع الدولہ بہادر

بعد انتقال نواب صفدر جنگ بہادر کے نواب شجاع الدولہ مرزا جلال الدین حیدر خان بہادر اسد جنگ خلف الرشید نے چھبیس ۲۶ برس کی عمر میں مسند حکومت اودھ پر جلوس فرمایا۔

اُس وقت اسمٰعیل بیگ خان کابلی نے کہ سپہ سالار و مدار المہام نواب صفدر جنگ کا تھا اختیار کُلی پایا۔ شہر لکھنؤ سے دو کوس قریب چنہٹ کے ایک گانون بنام اسمٰعیل گنج آباد ہے وہ اسی اسمٰعیل بیگ خان کابلی کا آباد کردہ ہے۔ چونکہ نواب شجاع الدولہ بسبب ایام جوانی اور نشہ حکومت و دولت کے ابتدا میں بطرف عیاشی کے بہت مائل تھے۔ اور سپہ سالار مذکور باطن میں نواب محمد قلیخان صوبہ دار الہ آباد برادر زادہ نواب صفدر جنگ سے مربوط تھا لہذا تمام افسران فوج مغلیہ کو اُن کی جانب رجوع کر کے نواب شجاع الدولہ سے منحرف کر دیا۔ اور یہ چاہا کہ اُن کے واسطے کچھ معاش مقرر کر کے نواب محمد قلی خان کو مسند نشین ریاست اودھ کرے مگر نواب عالیہ بیگم صاحبہ والدۂ نواب شجاع الدولہ نے یہ حال سن کر بمقتضائے عقل و دانش مردانہ کے سپہ سالار مذکور اور تمام افسران سپاہ مغلیہ کو اپنی فیاضی سے بدل و جان فرمان بردار نواب شجاع الدولہ کا کر دیا

اور اُسی روز سے نواب شجاع الدولہ نے نواب محمد قلیخان اپنے چچا زاد بھائی کو دل مین دشمن جان کر بمصلحت وقت خاموشی اختیار کی بن بعد اُسی زمانہ قریب مین اسمٰعیل بیگ خان مذکور کا انتقال ہوا
نواب شجاع الدولہ بجمعیت کثیر بطرف بنارس روانہ ہوئے۔ اور راجہ بلونت سنگھ رئیس بنارس نے اپنی عرضی مشعر اطاعت و فرمان برداری مع نذرانہ و پیشکش کے گذرانی۔ بعد اطمینان خاطر نواب موصوف نے وہان سے آکر شہر فیض آباد مین کہ اس کو دارالامارہ ٹھہرایا تھا قیام کیا۔

۱۱۷۳ہجری مین شہزادہ عالم و عالمیان مرزا عالی گوہر بہادر کہ وہی آخر مین تخت نشین ہو کر مخاطب بہ شاہ عالم بادشاہ ہوئے بسبب فتنہ پردازی عمادالملک وزیر دہلی سے مفرور ہو کر ملک اودھ مین پہونچے۔ نواب شجاع الدولہ استقبال کر کے اُن کو فیض آباد مین لائے اور سات لاکھ روپیہ نقد اور گیارہ ضرب توپ اور دیگر جواہر و اشیائے قیمتی اور عمدہ عمدہ گھوڑے اور ہاتھی پیشکش گذرانے یہانسے شاہزادۂ موصوف بطرف بنگالہ روانہ ہوئے۔ اور نواب محمد قلی خان مذکور صوبہ دار الہ آباد کو اُمیدوار وزارت کر کے اپنے ہمراہ لے گئے۔

اب نواب شجاع الدولہ کو کینۂ دیرینہ از سر نو محمد قلی خان مذکور اپنے برادر چچا زاد سے تازہ ہو گیا کسی بہانے سے اُن کو طلب کر کے مقید کر لیا۔ اور بعد چندے قلعۂ جلال آباد مین کہ متصل شہر لکھنؤ واقع تھا داخل کر کے بسبب فتنہ پردازی اُن کے اُمور ریاست مین ہلاک کر ڈالا۔

ایک بڑا کام نواب شجاع الدولہ سے یہ ہوا کہ فوج کثیر مرہٹہ نے نواب نجیب خان رئیس افاغنہ کو مقام شکرتال مین محاصرہ کیا اور بسبب طول ہو جانے زمانۂ جنگ و محاصرے کے نہایت تنگ ہو کر نواب نجیب خان نے چاہا کہ حسب رواج قدیم راجپوتان ہنود کے اپنی عورتون کو مار کے خود قلعے سے نکل پڑین اور مرہٹون سے لڑکر مر جائین۔ یہ خبر سُن کر نواب شجاع الدولہ بغیر طلب نواب نجیب خان کے بجمعیت تین ہزار سوار منتخب اور بائیس ہزار فوج پیادہ کی وہان جا پہونچے۔ فوج مرہٹہ بغیر نواب سے جنگ و مقابلہ کیے محاصرہ چھوڑ کر چلی گئی اور نواب نجیب خان اس بلا سے نجات پا کر تمام عمر کے لیے نواب کے بندۂ احسان ہو گئے۔

بیان ملازمت نواب شجاع الدولہ بہادر با احمد شاہ دُرانی بادشاہ قندھار واسطے شرکت جنگ بھاو وجھیکو وغیرہ سرداران مرہٹہ

سنہ ۱۱۷۴ ہجری مین جب احمد شاہ دُرانی بادشاہ قندہار بقصد مقابلہ افواج مرہٹہ دارد ہندوستان ہوا تو نواب نجیب خان کو مع فرمان طلب پاس نواب شجاع الدولہ کے روانہ کیا اور نواب شجاع الدولہ ہمراہ نواب نجیب خان کے بجمعیت چالیس ہزار سپاہ کے روانہ ہو کر شریک افواج شاہ دُرانی ہوئے۔

یہ لڑائی احمد شاہ دُرانی کی ساتھ بسواس رائو پسر مہاراجہ باجی رائو پیشوا دکن کے ہوئی اعلیٰ افسر فوج مرہٹہ کے بھاؤ اور جھیکو دو سرار عظیم الشان تھے اور مہاراجہ سندھیا رئیس گوالیار اور مہاراجہ ہلکر رئیس اندور اور نواب باندہ وغیرہ سب زیر حکم پیشوائے دکن اس لڑائی مین موجود تھے۔ قریب پانچ لاکھ کے فوج مرہٹہ کی اس لڑائی مین مجتمع ہوئی تھی۔ ہندوستان مین یہ لڑائی ایسی واقع ہوئی ہے کہ دَور آخر مین اور کوئی لڑائی مثل اس کے نہین ہوئی۔ اور باوجودے کہ بادشاہ کے ہمراہ فقط ساٹھ ہزار سوار ولایتی تھے۔ لیکن اتنی بڑی فوج عظیم مرہٹہ کو ایسی شکست دی کہ سوائے مہاراجہ سندھیا بہادر والی گوالیار کے جمیع سرداران کلان اور خود مہاراجہ بسواس رائو پسر پیشوا مع فوج کثیر کے جان سے مارے گئے۔ اور غنیمت بے بہا نہایت فوج شاہی کے ہاتھ لگی۔ یہ لڑائی اس ملک ہند مین بزمانۂ آخر گویا نمونۂ مہابھارت ہوئی۔ کئی منزل تک اطراف پانی پت کے تمام زمین مقتولون کے خون سے گلرنگ ہو گئی تھی۔ بائیس ہزار لونڈی اور غلام دکھنی فوج ولایتی مین تقسیم ہوئے۔ اور جواہر گران بہا بے حساب اور سیکڑون توپین اور پچاس ہزار گھوڑے دکھنی اور دو لاکھ گائے بیل اور پانچ سو فیل مست بعد فتح کے داخل غنیمت فوج شاہی ہوئے تھے چنانچہ اس معرکۂ عظیم کی تاریخ غنیم پامال یعنی سنہ ۱۱۷۴ ہجری ہے۔ اس معرکۂ عظیم کے حال تفصیلی کے

واسطے ایک کتاب جداگانہ چاہیئے۔

الغرض نواب شجاع الدولہ نے بہ معیت شاہ دُرانی کے اس جنگ مین ایسے کارہائے نمایان کیے کہ نہایت مورد التفات شاہ دُرانی ہوگئے اور بعد اس فتح کے بادشاہ قندھار نے حضرت شاہزادہ عالی گہر کو جو پیش ازین بخوف فتنہ پردازی نواب غازی الدین خان وزیر دہلی سے بطرف بنگالہ چلے گئے تھے غائبانہ مخاطب بہ شاہ عالم بادشاہ کرکے نواب شجاع الدولہ کو منصب وزارت کُل ہندوستان کا عنایت کیا۔ نواب نجیب خان کو خلعت امیرالامراء اور میر بخشی گری پہنا کر مخاطب بہ خطاب نجیب الدولہ بخشی الملک امیرالامرا نواب نجیب خان بہادر کیا اور خود اپنے دارالسلطنت قندھار کو معاودت فرمائی۔

نواب شجاع الدولہ بہادر بعد رخصت شاہ کے روانہ دارالامارہ فیض آباد ہوئے اور اب عدالت وانصاف اور خبرگیری رعیت کی طرف نسبت سابق کے زیادہ تر توجہ کی کہ میزان عدالت مین غریب اور امیر کو برابر سمجھا۔

سنہ ۱۱۷۵ ہجری مین نواب شجاع الدولہ نے بطرف مُلک بندیل کھنڈ چڑھائی کی اور اُن کے دبدبے سے جمیع راجہ ہائے بندیل کھنڈ نے حاضر ہوکر اطاعت قبول کی اور باج وخراج ہر سالہ دینا منظور کرکے بعد گذراننے پیش کش وغیرہ کے اپنی اپنی ریاستون کو رخصت ہوئے مگر راجہ ہندوپت رئیس پنا نہ خود حاضر ہوئے۔ نہ کسی کو اپنی طرف سے بطور وکیل کے بھیجا۔ اس وجہ سے نواب نے چاہا کہ واسطے تدارک کے اُس طرف روانہ ہون کہ راجہ بلبھندر نامی ایک تعلقدار نے بجمعیت تیس ہزار راجپوت کے ملک اودہ مین ہنگامہ وفساد برپا کیا۔ لہذا نواب موصوف اس کا تدارک مقدم سمجھ کر بطرف ملک اودہ چلے آئے۔

اور پہلے پہل راجہ بلبھندر کا تدارک کرکے مرتبہ ثانی عزم بالجزم واسطے چشم نمائی ہندوپت کے کیا۔ اُس وقت راجہ ہمت بہادر گوسائین سنے جو ایک بڑا مصاحب خاص نواب کا اور فوج ہنود ناگہ کا سردار تھا عرض کیا کہ ادنیٰ زمیندار کے واسطے حضور کو تشریف لیجانا کیا ضرور ہے —

اس خدمت کے واسطے مجھکو حکم دیجیے۔ چنانچہ بموجب درخواست کے اُس کو حکم دیا گیا اور وہ مع
کرامت خان نامی افغان کے کہ ایک سردار ذی مرتبہ راجہ پنّا کا تھا اور اُس سے آزردہ ہوکر
یہان چلا آیا تھا روانہ ہوا۔ وہان پہونچ کر لڑائی ہوئی۔ اور کرامت خان مذکور بڑی بہادری
سے لڑتا ہوا مارا گیا اور راجہ ہمت بہادر شکست پاکر بہت شرمندگی سے نواب کے پاس آیا۔

اُسی زمانے مین ایک اور یہ معاملہ پیش آیا کہ اُمراؤگیر گوشائین برادر ہمت بہادر گوشائین
مذکور کہ یہ بھی ایک بڑا سردار اور نہایت دمساز نواب کا تھا کسی وجہ سے آزردہ ہوکر جمعیت فوج
ناگہ ہمراہی اپنے کے ملک اودہ سے چلا گیا اور فرخ آباد مین پہونچ کر وہاں کے رئیس نواب احمد خان
بنگش کا نوکر ہوا۔ یہ حال سُن کر نواب شجاع الدولہ نے ایک خط نواب احمد خان کو اس مضمون کا لکھا
کہ اُمراؤگیر کو اپنی سرکار سے نکال دو ورنہ ہم سے اور تم سے فساد ہوگا۔ نواب احمد خان نے جواب
مین لکھا کہ مین نے اُمراؤگیر کو طلب نہین کیا تھا۔ وہ خود یہان آیا ہے۔ اب اس کو اپنے گھر سے نکالنا خلاف
مروت ہے اور تمھارا خوف مجھکو ایسا نہین ہے کہ بلا وجہ اُس کو اپنے پاس سے نکال دون۔

یہ جواب دیکھکر نواب شجاع الدولہ برہم ہوکر با فواج جرار بطرف فرخ آباد روانہ ہوئے۔ اُدھر
نواب احمد خان بھی آمادہ کارزار ہوئے۔ نواب نجیب خان نجیب الدولہ جن کا تذکرہ اوپر ہوا ہے
کہ نواب شجاع الدولہ کے دوست اور بڑے لائق سردار تھے۔ یہ حال سُنکر فوراً فرخ آباد مین پہونچے۔
اور طرفین مین صلح کرادی۔ یعنی اُمراؤگیر گوشائین نے نواب احمد خان سے کہا کہ میری ذات کے
واسطے اگر ایسی بڑی خونریزی ہو تو میرا یہان رہنا کیا ضرور ہے۔ لہذا مین رخصت چاہتا ہون۔
نواب احمد خان نے اُس کو رخصت کیا اور نواب شجاع الدولہ وہان سے مراجعت کرکے فیض آباد مین
داخل ہوئے۔ یہ فوج کشی بسمت فرخ آباد ۱۱۸۵ھ ہجری مین ہوئی تھی مگر بخیر گذری۔ نوبت جنگ و
جدال کی نہین پہونچی۔

چونکہ سابقاً نواب شجاع الدولہ کو بسبب شکست پانے ہمت بہادر گوشائین کے راجہ
ہندوپت رئیس پنّا سے بہت ملال ہوا تھا۔ اب بذات خود وہان جانے کا ارادہ کیا اور طیاری

فوج کا حکم دیا۔ ہنوز نوبت روانگی کی اُس طرف نہین آئی تھی کہ ایک اور معاملہ تازہ بروئے کار آیا۔

بیان مقابلہ نواب شجاع الدولہ بہادر با صاحبان انگریز بہادر بمقام بکسر

نواب قاسم علیخان عالی جاہ صوبہ دار بنگالہ صاحبان انگریز بہادر سے شکست پا کر بامید اعانت و امداد نواب شجاع الدولہ کے پاس شہر فیض آباد مین داخل ہوئے۔ تمام اہل و عیال اُن کے مع تین سو پچاس ہاتھی محمولہ اشرفی و جواہرات کے اُن کے ہمراہ تھے۔ نواب شجاع الدولہ نہایت تعظیم اور خاطرداری سے پیش آئے۔ اور بعد گفتگوے باہمی کے یہ قرار پایا کہ نواب شجاع الدولہ باعانت نواب قاسم علیخان فوج انگریز سے مقابلہ کرین تو پچاس ہزار روپیہ روزانہ مقام کا اور ایک لاکھ روپیہ روز کوچ کا اُن کو دیا جائے گا اور بعد فتح کے تین کروڑ روپیہ نقد اور صوبہ عظیم آباد کہ جس کی جمع سال تمام پچانوے لاکھ روپیہ اُس وقت تھی بنام نواب آصف الدولہ بہادر خلف الرشید نواب شجاع الدولہ بہادر کے دیا جائے گا۔

بعد اس معاہدہ قرارداد کے نواب شجاع الدولہ نے طیاری فوج کا حکم دیا۔ چونکہ نواب قاسم علی خان عالی جاہ ایک شخص متلون مزاج تھے۔ اسی زمانے مین جب کہ فیض آباد مین مقیم تھے اور نواب شجاع الدولہ کی طرف سے دعوتین ہوتی تھین ایک عرضی اپنی بنام شاہ عالم بادشاہ دہلی اس مضمون کی بھیجی کہ مین نے تمام فوج نواب شجاع الدولہ کو اپنا مطیع کر لیا ہے۔ عنقریب خود اُن کو قید کیا چاہتا ہون۔ امیدوار ہون کہ خلعت وزارت اور صوبہ داری اودھ مجھ کو مرحمت ہو کہ ڈیڑھ کروڑ روپیہ نذرانہ پیش کش سلطانی کرون گا اور بعدہ ملک بنگالہ پہ بھی مسلط ہو کر ہر سال زر خطیر داخل خزانۂ عامرہ سلطانی کیا کرون گا۔۔۔

اتفاقاً نواب مدار الدولہ کو کہ از طرف نواب شجاع الدولہ بہادر بادشاہ دہلی کے حضور مین بطور سفیر و وکیل کے حاضر رہتے تھے۔ یہ عرضی دربار شاہی مین مل گئی اور انھون نے بجنسہ اُس کو نواب شجاع الدولہ کے پاس بھیج دی۔ بمجرد معائنہ مہر و دستخط نواب قاسم علیخان کے نواب شجاع الدولہ

نے اُن کو گرفتار کرلیا۔ اور تمام نقد وجنس اُن کا ضبط کرکے اپنے خزانے مین داخل کیا اور بعد چندے بسفارش میر فتح علیخان نامے ایک سوار ہمراہی اپنے کے اُن کو مع اہل وعیال کے رہا کرکے اپنے ملک سے نکال دیا۔ اور خود نواب شجاع الدولہ بافوج عظیم واسطے مقابلہ صاحبان عالی شان کے روانہ بسمت بنگالہ ہوئے

چونکہ خدا تعالی نے صاحبانِ انگریز بہادر کو قدیم سے عقل ودانش کامل عنایت کی ہے جس کی وجہ سے دانایانِ فرنگ تواریخ قدیمہ مین لکھے جاتے ہین لہذا اُنھون نے بمقتضائے حق پسندی واسطے اتمام حجت کے بخدمت نواب شجاع الدولہ بہادر کے اس مضمون کا ایک خط لکھا کہ ہم کو آپ سے اور آپ کو ہم سے کوئی وجہ لڑائی کی نہین ہے۔ نواب قاسم علیخان ایک مرد متلون مزاج اور محسن کش مفسد آدمی تھے کہ اول نواب جعفر علیخان اپنے بزرگ ومحسن کو برباد کیا۔ بعدہ ہم سے کہ اُس کے خاص محسن ومُربی تھے نقض عہد کرکے چند بیگناہون کا ناحق خون کیا۔ من بعد جب کہ بامید استعانت آپ کے پاس حاضر ہوے اور آپ نے بمقتضائے ریاست وانسانیت ہر طرح اُن کی خاطرداری کرکے وعدہ اعانت وامداد کا فرمایا تو خود آپ کی فکر براندازی مین ہوکر بادشاہ کو عرضی بھیجی۔ انجام کو آپ کے اقبال سے خود اپنی سزا کو پہونچے الغرض صوبہ عظیم آباد جو کہ نواب قاسم علیخان سے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ ہم بھی آپکے صاحبزادے کے نام دیتے ہین آیندہ ہمیشہ آپ کا دشمن ہمارا دشمن اور ہمارا دشمن آپ کا دشمن خیال کیا جائے گا۔ ہم چاہتے ہین کہ یہ بنائے عہد ایسی مستحکم ہو کہ پھر کبھی متزلزل نہ ہو۔

نواب شجاع الدولہ کے نائب راجہ بینی بہادر نے اس خط کو مع سفیر باتوقیر صاحبانِ انگریز بہادر کے پیش کیا اور ہر طرح کوشش کی کہ صورت مصالحت کی ہوجائے۔ مگر بعض مصاحبانِ خاص اور افسر کلان خصوصاً مرزا علیخان اور مرزا سالار جنگ اور منیر نعیم خان وغیرہ کے کہنے سے نواب شجاع الدولہ نے کسی طرح مصالحت کو قبول نہ کیا۔

آخر ۱۱۷۸ہجری مین بمقام بکسر نوبت مقابلہ طرفین کے پہونچی اور جنگ عظیم واقع ہوئی۔

اور معرکۂ جنگ مین نواب موصوف ہاتھی پر سوار تھے۔ جب کہ تنور حرب گرم ہوا اُس سے اُتر کر گھوڑے پر سوار ہوئے تاکہ جابجا افواج کو مدد بھیجین جو کہ مصروف کارزار ہین۔ افواج سواران مغلیہ نے نواب کا ہاتھی جاتے دیکھ کر یہ خیال کیا کہ شاید مارے گئے۔ یا شدید زخمی ہوئے۔ اور ایک طرف سے راجہ بینی بہادر نائب نے بھی لڑائی سے طرح دی۔ اُسی وقت بالکل شکست ہو گئی۔

الغرض بعد شکست عظیم کے نواب شجاع الدولہ بمشورہ نواب عنایت خان سعادت اکبر نواب حافظ الملک رئیس بریلی جو اس لڑائی مین بجمعیت پانچ ہزار سوار ہمراہ تھے روانہ ملک روہیل کھنڈ ہوئے تاکہ باعانت سرداران افاغنہ کے دوبارہ صاحبان انگریز بہادر سے معرکہ آرائی کرین۔ نواب حافظ الملک بہت خاطرداری سے پیش آئے۔ اور چاہا کہ خود اُن کی شرکت کرین مگر اور سرداران افاغنہ نے مثل نواب دوندے خان وغیرہ کے صاف طرح دی۔ بلکہ بالعکس اعانت کے خواہان اس کے ہوئے کہ کسی طرح نواب کو تاراج کرین چونکہ اُس وقت بھی نواب کے ہمراہ ستر ہزار سوار تھے کچھ نہ کر سکے۔

آخر نواب حافظ الملک نے نواب شجاع الدولہ سے کہا کہ یہ افاغنہ میرے اختیار سے باہر ہین۔ مصلحت یہ ہے کہ آپ اور ہم نواب احمد خان رئیس فرخ آباد کے پاس چلین۔ اگرچہ وہ بظاہر آپ سے راہ و رسم خط و کتابت نہین رکھتے مگر ایک مرد دانا اور پختہ کار ہین ضرور صلاح نیک تجویز کرین گے۔ چنانچہ نواب شجاع الدولہ اور نواب حافظ الملک نے بریلی سے بطرف فرخ آباد کوچ کیا۔ ایک منزل پیشتر نواب حافظ الملک فرخ آباد مین پہونچے اور نواب احمد خان کو اس حال سے مطلع کیا۔ وہ فوراً استقبال کو آئے۔ نواب شجاع الدولہ کو اپنے ہمراہ فرخ آباد مین لے گئے اور نہایت تعظیم و احترام سے سامان دعوت وغیرہ کا مہیا کیا۔ اتفاقاً انھین ایام مین نواب عماد الملک وزیر بھی دہلی سے فرخ آباد مین پہونچے۔ اور وہان دونون وزیرون سے باہم ملاقات ہوئی۔

القصہ نواب احمد خان رئیس فرخ آباد نے بسبب دانائی اور انجام بینی کے یہ صلاح دی کہ مناسب یہ ہے کہ آپ صاحبان انگریز سے صورت مصالحت کی پیدا کرین۔ اور جنگ و جدال

سے دست بردار ہوں مگر اور سرداروں اور عماد الملک وزیر کے صلاح اس کی خلاف ہوئی۔
چونکہ نواب شجاع الدولہ بہادر نوجوان تھے۔ اور ہر طرح کا حوصلہ لڑائی کا رکھتے تھے بصلاح نواب
عماد الملک وزیر راجہ ملہار راؤ ہلکر کو بوعدۂ ادائی چالیس ہزار روپیہ روزانہ کوچ اور بیس ہزار
روپیہ روزانہ مقام کے طلب کیا اور راجہ مذکور جمعیت چالیس ہزار سوار مرہٹہ کے آکر شریک
لشکر نواب شجاع الدولہ کا ہوا۔

پھر مرتبۂ ثانی نواب نے بمقام کوڑہ جہان آباد فوج انگریزی سے مقابلہ کیا۔ اول فوج مرہٹہ آمادہ
کارزار ہوئی۔ اور تھوڑی ہی دیر میں یکقلم فرار ہوگئی۔ مگر راجہ ملہار راؤ ان کے افسر نے اپنی پالکی میدان جنگ میں
رکھا دی اور کہا کہ میں اسی مقام پر مارا جاؤں گا لیکن ہرگز یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہ حال دیکھکر نواب شجاع الدولہ
اور نواب عماد الملک دونوں وزیر وہاں پہونچے اور بہت کچھ سمجھا کر سردار مرہٹہ کو وہاں سے اٹھایا۔

چونکہ اس لڑائی میں تمام و کمال نقد و جنس نواب عماد الملک کا مرہٹہ کے ہاتھ سے تاراج
ہوگیا تھا۔ جو انھوں نے وقت فرار سب لوٹ لیا تھا لہذا نواب شجاع الدولہ نے پندرہ لاکھ روپیہ
سالانہ آمدنی کے ملک کی سند لکھکر نواب عماد الملک کے پاس بھیج دی۔ مگر انھوں نے بسبب
غیرت منصب وزارت نے سند مذکور کو پھیر دیا۔ اور نواب شجاع الدولہ کا احسان قبول نہ کیا۔
اور خود بطرف کالپی کے کہ وہاں ان کی جاگیر تھی روانہ ہوئے۔

اس سے پہلی لڑائی میں جو بمقام بکسر نواب شجاع الدولہ اور صاحبان انگریز بہادر سے
ہوئی تھی ایک روز سواران مغلیہ نواب نے دو صاحب انگریز کو کہ شاید کسی پلٹن کے کپتان
وغیرہ چھوٹے افسروں میں تھے اور واسطے ہواخوری کے ایک بگھی پر سوار نکلے تھے پکڑ کر نواب
شجاع الدولہ کے پاس حاضر کیا تھا۔ نواب نے اپنے خیمۂ خاص کے برابر ان کا خیمہ استادہ کرایا بہت
خاطرداری سے ان سے ملاقات کی اور ہر طرح کا سامان باتکلف دعوت کا ہر روز ان کے واسطے
مہیا کیا گیا۔ حتی کہ پانچ چار طوائف رقاصہ بھی ان کے خیمے میں حاضر رہتی تھیں اور خود نواب
ہر روز ایک مرتبہ ان کے خیمے میں جاتے تھے اور وہ تو برابر نواب کے خیمۂ خاص میں آیا جایا کرتے تھے۔

وہ دونون صاحب اس قدر نواب کے مشکور ہوئے کہ ہرچند بارہا نواب نے چاہا کہ وہ رخصت ہوکر چلے جائین مگر وہ خود جانے کو راضی نہ ہوئے - بالآخر بعد شکست ثانی بمقام کوڑہ جہان آباد کے نواب نے اُن دونون صاحبون کو چار چار گھوڑے عمدہ با سازہاے نقرہ اور دو دو ہاتھی باہودج ہاے نقرہ اور ایک ایک تھیلی اشرفیون کی اور ایک ایک خوانچہ جواہر کا دے کر بہت اعزاز و اکرام سے رخصت کیا اور یہ قصد کیا کہ بطرف دہلی جاکر تیمور شاہ ابن احمد شاہ بادشاہ قندھار کو جو اُن دنون پنجاب مین آئے تھے اپنی مدد کے لیے ہمراہ لائین اور جدید فوج مرتب کرکے پھر مقابلہ کرین-

ابھی دہلی کی طرف روانگی کی نوبت نہین آئی تھی کہ دونون صاحب جب اپنی فوج مین گئے اور نواب کی ریاست اور مروت کا حال بیان کیا - اور تحائف گران بہا جو اُن کو ملے تھے دکھائے تو دیگر صاحبان جلیل القدر کو اس مروت سے یہ تعجب ہوا کہ مثل سراج الدولہ بہادر وغیرہ رئیسان بنگالہ کے اُن دونون انگریزون کے ساتھ نواب شجاع الدولہ جبر و ظلم سے نہین پیش آئے بلکہ اُس کے بالعکس نہایت خاطرداری کی لہذا جنرل صاحب بہادر افسر فوج انگریزی نے انھین دونون صاحبون کو نواب کے پاس بھیجا اور اشتیاق ملاقات ظاہر کیا-

ہرچند کتاب تاریخ فارسی مین تو اسی طرح لکھا ہے مگر عقلیہ پایا جاتا ہے کہ نواب شجاع الدولہ بہادر قطع نظر شجاعت ذاتی کے ایک دانشمند آل اندیش آدمی تھے - لہذا پہلے ہی سے اُن دونون صاحبون کی تعظیم و توقیر و مہمانداری کی تھی اور وقت رخصت کے بھی بالیت کثیر اُن کو دیکر روانہ کیا تھا کیا عجب کہ خود ہی اُن کے واسطہ سے پیغام مصالحت کا بھیجا ہو-

الغرض وہ دونون بہت خوش خوش صلح کا پیغام لے کر اُس کے دوسرے روز نواب کے پاس آئے اور نواب صاحب نے بھی ہر آئینہ صلح کو جنگ سے بہتر جان کر بہت جلد مع ہمراہی چند کس مصاحبان خاص اور جلوس سواری کے واسطے ملاقات صاحبان عالی شان بہادر کے تشریف لے گئے-

سرداران افواج انگریزی مع جنرل کرنک صاحب بہادر افسر اعلی کے یہ خبر سن کر بیرون لشکر

واسطے استقبال کے آئے۔ اور بہت تعظیم سے اپنے ہمراہ لے جاکر خیمہ ہائے عمدہ مین بٹھایا۔ اور بعد ادائے مراسم تعظیم وتکریم کے کہا کہ نہ ہم کو پیشتر آپ سے ارادۂ جنگ تھا نہ اب ہے۔ اس واسطے کہ آپ کی مروت وجوانمردی جوان دونون صاحبون کے ساتھ ظاہر ہوئی ہمارے لیے موجب شکر گذاری کے ہوئی اور یہ کہ دو مرتبہ آپ کو شکست ہوئی کچھ جائے ملال نہین جوانمردون کو کبھی شکست اور کبھی فتح ہوتی ہے۔ درحقیقت جوانمرد وہی ہو کہ اپنے عزم وارادہ سے باز نہ ہے اور وقت سختی کے استقلال کو ہاتھ سے نہ دیوے اور حریف پر اگر دست رس پائے تو اُس کے ساتھ احسان کرے۔ یہ سب اُمور بفضلہ تعالیٰ آپ کی ذات مین موجود ہین۔ بہرحال فیما بین ہمارے اور آپ کے رابطۂ اتحاد مستحکم ہوا۔ جو دشمن آپ کا ہوگا وہ ہمارا دشمن ہے اور جو دشمن ہمارا ہوگا وہ آپ کا دشمن ہے۔ چاہیئے کہ ہم اور آپ آپس مین مثل شیر وشکر کے رہین اور واسطے مصارف تنخواہ اس فوج جدید کے ایک روپیہ مین چھ آنے ہم کو ملا کرین۔ اور دس آنے آپ لیا کرین اور اپنے تمام مُلک پر قبضہ مالکانہ رکھین۔

بعدہ ایک عہدنامہ بشرائط ذیل تحریر ہوا اور بذریعہ راجہ شتاب رائے کہ اُمرائے بنگالہ سے ہمراہ فوج انگریزی کے تھے یہ مقدمہ انجام کو پہونچا۔ شرط اول یہ کہ نواب شجاع الدولہ بہادر پچاس لاکھ روپیہ بابت مصارف جنگ کے دیوین۔ اس طرح کہ نصف نقد اسی وقت دیوین اور نصف مُلک سے تحصیل کر کے ادا کرین۔ اور جو کچھ زمانہ عمل ودخل انگریزی مین مُلک سے وصول ہوا ہو وہ اس رقم مین مجرا دیوین۔ شرط دوم یہ کہ صوبہ الہ آباد شاہ عالم بادشاہ کو دیا گیا۔ وہ وہان رہین گے اور مرزا نجف خان کو جو بادشاہ کے رفیق اور حکام انگریزی سے ہین ایک لاکھ روپیہ سالانہ نواب شجاع الدولہ بہادر دیا کرین گے۔ شرط سوم یہ کہ ایک صاحب رزیڈنٹ انگریزی نواب شجاع الدولہ بہادر کے دربار مین رہین گے اور کار سفارت سرکاری کو انجام دین گے اور دیگر معاملات ملکی مین کچھ دخل نہ دین گے۔ شرط چہارم یہ کہ نواب صاحب راجہ بلونت سنگھ تعلقدار بنارس کا جو رفیق انگریزی ہے قصور معاف کرین۔

یہ عہدنامہ تحریر پایا نواب شجاع الدولہ بہادر اور جرنیل صاحب بہادر کے دستخط ہو کر فریقین کے پاس رہا اور سلامی کی توپین چھوٹین۔ بعدہ صاحبان انگریز بہادر نے اکثر عوائف افسران سپاہ

مغلیہ کے جو صاحبان موصوف کے پاس پہونچی تھین حوالۂ نواب صاحب کین کہ ایسے بیلے وفا لوگ آپ کی فوج مین موجود ہین۔ من بعد بخوشی و خرمی کشتی ہاے جواہرات و پشمینہ وغیرہ روبرو نواب موصوف کے پیش کی گئین اور نواب صاحب بھی سب طرح کے کلمات محبت و التیام کے جواب مین فرماکر اور رابطۂ اتحاد کو بخوبی مستحکم کرکے شادان و فرحان اپنے لشکر مین تشریف لائے۔ یہ مصالحت آخر ۱۱۷۹ ہجری مین واقع ہوئی

بیان معاودت کرنا نواب شجاع الدولہ بہادر کا ملک اودہ مین اور تخفیف کرنا سواران مغلیہ کا اور تیار کرنا فوج جدید پیادگان کا اور درستی بٹالین بطرز انگریزی اور موقوفی راجہ بینی بہادر نائب کی۔

بعد اس صلح کے نواب شجاع الدولہ ملک اودہ مین آئے اور رفتہ رفتہ تمام فوج مغلیہ کو شکست کردیا کیونکہ اُس سے جنگ ہاے انگریزی مین بہت کچھ کوتاہی ظاہر ہوئی تھی۔ پھر ۱۱۸۱ ہجری مین راجہ بینی بہادر نائب کو مقید کرکے اندھا کرڈالا اور نقد و جنس اُس کا ضبط کرلیا۔ ایک ہزار سات سو گھوڑے عمدہ اور ایک سو پچاسی ہاتھی علاوہ خزانہ و جواہرخانہ و دیگر بیشمار اشیاے نقرئی و طلائی وغیرہ نواب کی سرکار مین داخل ہوگئے۔ من بعد نواب نے فوج سوار کو موقوف کرکے اسی پلٹن تلنگہ کی جسمین فی پلٹن ایک ہزار تلنگہ مکمل تھا نوکر رکھی۔ ہر تلنگہ کی تنخواہ سات روپیہ ماہوار تھی۔

چند پلٹن ہندوستانی سبز وردی کی نجیب کہلاتی تھین اور ان کے افسر اعلی میر احمد نامے ایک سردار تھے۔ اُن مین تنخواہ سپاہی کی چھ روپیہ ماہوار تھی۔ مگر قواعد بندوق اندازی وغیرہ مین نہایت چست و چالاک تھے۔ اور اُس بٹالین نجیب مین سواے مردم شریف کے کوئی آدمی رذیل قوم کا نوکر نہ ہوتا تھا اور اُس کا نام پلٹن بانکی تھا۔ اس پلٹن کے افسر اور سپاہی اچھے دلاور تھے اور اکثر مقامات مین کارہاے نمایاں اُن سے واقع ہوئے۔ چھ ہزار نجیب ہمراہی محبوب علیخان خواجہ سرا کے تھے جس کا نام بیرقی پلٹن تھا۔ اُس کی وردی سیاہ تھی اور چھ ہزار نجیب ہمراہی لطف علیخان خواجہ سرا کے تھے۔ اور ایک پلٹن جسکی وردی سبز بانات کی تھی اُن کے پاس بجاے بندوق کے نیزے تھے وہ

اکثر اردلی خاص مین رہا کرتے تھے اُس کے افسر میان بسنت خواجہ سرا تھے اور بارہ ہزار سپاہی ثابت خانی بسرداری میر نعیم خان نامے کہ بڑے مصاحب نواب کے تھے ملازم تھے -

تمام فوج پیادہ ایک لاکھ بیس ہزار خوب جنگی طیار تھی - اٹھائیس ہزار سوار تھے اور اٹھارہ ہزار بہرکارے تھے اور سوائے توپ خانہ خورد و کلان کے سات سو ضرب توپ جدید نواب نے خود طیار رکھی تھی - افسر توپ خانہ موسیو سوسن فرانسیسی تھے اور سوارون مین اور بہت سے فرانسیسی نوکر تھے

یہ سب فوج سنہ ۱۱۸۲ ہجری مین ایسی تھی کہ ہندوستان کی کسی دوسری ریاست مین موجود نہ تھی اُس وقت صاحب رزیڈنٹ کرنیل ہاپر صاحب بہادر تھے -

---

بیان تشریف لانا شاہ عالم بادشاہ دہلی کا شہر فیض آباد مین

سنہ ۱۱۸۲ ہجری مین حضرت شاہ عالم بادشاہ بموجب التماس نواب شجاع الدولہ بہادر شہر الہ آباد سے واسطے سیر و ملاحظہ شہر فیض آباد مین تشریف لائے - یہ شہر نواب شجاع الدولہ بہادر نے قریب شہر قدیم اجودھیا یعنی اودھ کے خود آباد کرکے خوب آراستہ کیا تھا - بیس کوس یعنی تا بہ قصبہ سلطان پور نواب شجاع الدولہ بہادر استقبال کرکے بہ کمال تعظیم اُن کو اپنے ہمراہ فیض آباد مین لائے - اور گیارہ لاکھ روپیہ نقد سوائے بہت کچھ اسباب گران بہا کے پیش کش کیے - تین روز حضرت بادشاہ نے شہر فیض آباد مین قیام فرماکر بطرف الہ آباد مُراجعت فرمائی

اس کے بعد سنہ ۱۱۸۳ ہجری مین نواب شجاع الدولہ بہادر شہر الہ آباد مین واسطے ملازمت بادشاہ کی حاضر ہوئے - اور یہ قرار پایا کہ نواب یمین الدولہ سعادت علی خان بہادر چھوٹے فرزند نواب شجاع الدولہ کے جو اُس وقت بارہ سال کے تھے خدمت شاہی مین بطور نائب وزیر کے حاضر رہا کرین - یہ منصب وزارت خاص نواب شجاع الدولہ بہادر کا تھا - راجہ چھجی ترائن دیوان کل اور مرزا حسن علی خان بہادر بطور اتالیق سعادت علی خان کے ہمراہ مقرر ہوئے -

اسی سنہ ۱۱۸۳ ہجری مین نواب شجاع الدولہ بہادر کے بڑے صاحبزادے نواب آصف الدولہ بہادر

کی شادی ساتھ دختر بلند اختر وزیر اعظم نواب انتظام الدولہ خانخانان بہادر ابن نواب وزیر الممالک اعتماد الدولہ قمر الدین خان بہادر کے بڑی طیاری سے بصرف چوبیس لاکھ روپے کے ہوئی۔ یہ جلسہ عظیم شہر فیض آباد میں بڑے تکلف سے ہوا تھا کہ دور دور اس کا شہرہ ہوگیا۔

اس کے بعد طرفہ سانحہ واقع ہوا کہ بارہ ہزار سپاہ ثابت خانی نے کسی وجہ سے بلوہ و ہنگامہ عظیم برپا کیا۔ یہ سوار باہتمام میر نعیم خان کے تھے اور جب کہ باوصف فہمایش نواب شجاع الدولہ بہادر اور صاحب رزیڈنٹ بہادر کسی طرح راہ راست پر نہ آئے تو نواب نے برہم ہوکر فوج ہمراہی کو ان کے مقابلے کا حکم دیا۔ وہ بھی مستعد جنگ وجدال ہوئے۔ آخر نواب کی فوج نے بعد زد و ضرب بسیار کے زیر کیا بہت ان میں سے مارے گئے اور باقی خستہ و خراب ہوکر مفرور ہوئے۔

اتفاقاً انھین ایام میں ایک خط شیخ حیدر علی نایک پدر سلطان ٹیپو والی مدراس و میسور ملک دکن سے بنام نواب شجاع الدولہ اس مضمون کا آیا کہ ہمیں کمال تعجب ہے کہ آپ باوصف فوج کثیر اور توپخانۂ عظیم کے صاحبان انگریز کا مقابلہ نہیں کرتے۔ مناسب ہے کہ ادھر سے میں بجمعیت افواج دکن اور ادھر سے آپ ان پر چڑھائی کریں اور ان کو ہندوستان سے بالکل نکال دیں۔ ورنہ یہ لوگ کسی رئیس کا نام و نشان ہندوستان میں باقی نہ رکھیں گے۔

نواب شجاع الدولہ نے جواب اس خط کا اس مضمون سے لکھا کہ صاحبان انگریز بہادر میرے محسن ہیں اور میں اپنی ریاست کی بقا ان کے سبب سے جانتا ہوں۔ مجھسے یہ کبھی نہ ہوگا کہ ان سے مقابلہ کروں بلکہ یہ سب فوج و توپخانہ میرا ان کے دشمنوں کے واسطے تیار ہوا ہے۔

اتفاقاً اس خط کو جو لفافے میں بند تھا بخیال فاسد اس کے کہ نواب شجاع الدولہ کو شیخ حیدر علی نایک سے بھی خفیہ سازش ہے کسی جاسوس نے بہ حکمت عملی ہرکاروں سے لے کر بحضور کرنیل ہاپر صاحب بہادر رزیڈنٹ کے پیش کردیا۔ صاحب رزیڈنٹ بہادر نے اس کا لفافہ کھول کر ملاحظہ کیا۔ تو بدگمانی سابقہ ان کی جو بوجہ طیاری فوج جدید کے پیدا ہوئی تھی مبدل بصفائی باطنی ہوگئی اور نواب سے اجازت لے کر اس خط کو واسطے ملاحظہ نواب گورنر جنرل بہادر

ہندوستان کے رواد کیا اور نواب گورنر بہادر نے نہایت خوشی سے بہت کچھ شکریہ اس خلوص و اتحاد باطنی کا نواب شجاع الدولہ کو تحریر کیا۔ پھر نواب نے اُس خط کو باجازت صاحب رزیڈنٹ بہادر شیخ حیدر علی نائک والی مندراس کے پاس بھیجدیا۔

بیان لشکرکشی نواب شجاع الدولہ بہادر واسطے اعانت نواب ضابطہ خان ابن نواب نجیب خان کے

۱۱۸۴ ہجری مین شہر شاہجہان آباد مین نجبی الملک امیرالامرا نواب نجیب الدولہ نجیب خان بہادر نے جو کہ ایک شخص لائق و مدبر اور بڑے دوست نواب شجاع الدولہ کے تھے انتقال کیا۔ اور اُن کی جگہ نواب ضابطہ خان اُن کے خلف الرشید قائم مقام ہوئے۔ حضرت شاہ عالم بادشاہ دہلی نے اُن سے ناراض ہوکر فوج مرہٹہ کو طلب کیا۔ اسّی ہزار سوار مرہٹہ نے دہلی مین پہونچکر نواب ضابطہ خان کو وہان سے نکال دیا۔ اور قلعۂ سکرتال کو جو مسکن قدیم اہل و عیال نواب ضابطہ خان کا تھا خوب تاراج کیا اور اُن کے اہل و عیال کو گرفتار کرلے گئے۔ پھر ملک میان دوآب وغیرہ جو اُن کے قبضہ مین تھا اُس پر اپنا عمل دخل کرلیا۔

بسبب دوستی قدیم نواب نجیب الدولہ مرحوم کے یہ حال سُن کر نواب شجاع الدولہ کو نہایت ملال ہوا۔ اور بجمعیت کثیر فیض آباد سے روانہ ہوئے۔ جب مقام شاہ آباد مین پہونچے اس مقام مین نواب ضابطہ خان مع دیگر سرداران افاغنہ کے باُمید اعانت و امداد حاضر ہوکر بادیاب ملازمت ہوئے۔ اور نواب حافظ الملک رئیس بریلی بھی آگئے۔

بعد مشورہ بھدگر یہ صلاح قرار پائی کہ اوّل سرداران مرہٹہ سے واسطے صلح و صلاح کے کہا جاوے۔ باایں ہمہ اگر وہ راضی نہ ہون اُس وقت مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ نواب شجاع الدولہ نے محمد دلیح خان اپنے نائب کو مع خط خاص و دستار مبارک کے پاس مہاجی سندھیا بہادر رئیس گوالیار کے یہی سردار اعظم افواج مرہٹہ کے تھے روانہ کیا۔ اور لکھا کہ ہماری خاطر سے اہل و عیال نواب ضابطہ خان کو رہا کردیجیے۔ اور بسبب روانگی دستار مبارک کے یہ

کہ ہندوستان میں پگڑی بدلنے سے یہ مراد ہے کہ اُس وقت سے گویا محبت دلی یا ہم گر بطور حقیقی بھائی کے ہوجاتی ہے۔ جب اس شان سے محمد ایلچ خان قریب فوج مرہٹہ کے پہونچے۔ مہاراجہ سندھیا بہادر نے یہ حال سن کر بڑی تعظیم سے اُن کو دو کوس پر ٹھہرایا اور آپ خود بطور استقبال کے وہان جاکر بڑی مسرت و تعظیم سے اُس دستار کو اپنے سر پر رکھا اور تین روز شادیانہ خوشی کا بجتا رہا۔ پھر محمد ایلچ خان کی دعوت اور خاطر داری کرکے خط کا جواب بہت تعظیم سے لکھا اور جملہ اہل وعیال نواب ضابطہ خان کو ہمراہی محمد ایلچ خان کے پاس نواب شجاع الدولہ کے بھیجدیا۔ اس وجہ سے تمام سرداران افاغنہ نواب شجاع الدولہ کے بدل وجان مطیع اور دوست ہوگئے اور سب نے اپنی اپنی ریاست کو مراجعت کی اور نواب بھی فیض آباد مین داخل ہوئے۔

بیان لشکرکشی نواب شجاع الدولہ بہادر واسطے اعانت سرداران افاغنہ کے مرتبہ ثانی مقابل افواج مرہٹہ کے

۱۱۸۶ہجری مین مہاراجہ مہاجی سندھیا اور مہاراجہ توکوجی ہلکر نے حضرت بادشاہ دہلی سے اجازت لے کر ہمراہی نواب نجف خان بہادر بقصد ملک افاغنہ بجمعیت اسّی ہزار سوار مرہٹہ کے روانہ ہوئے۔ اور تمام ملک میان دوآب اپنے قبضے مین کرلیا۔

یہ خبر سن کر بموجب درخواست سرداران افاغنہ نواب شجاع الدولہ دوسری دفعہ ایک بڑی فوج کے ساتھ فیض آباد سے روانہ ہوئے۔ یہ سفر رام گھاٹ کا مشہور ہے۔ اُس وقت اتنا بڑا لشکر نواب کا تھا کہ قریب ایک لاکھ کے صرف ڈوکانین لشکر مین مشہور تھین۔ نواب حافظ الملک رئیس بریلی کئی منزل واسطے پیشوائی کے آئے جب لشکر نواب کا ملک افاغنہ مین پہونچا پندرہ ہزار سوار پنڈارہ فوج مرہٹہ سے آمادۂ کارزار ہوئے۔ مگر نواب کے حکم سے برق پلٹن نے ایسا مقابلہ مردانہ کیا کہ وہ شکست پاکر ہٹ گئے تین کوس برابر برق پلٹن نے اُن کا تعاقب کرکے اور بہتون کو مار کے

مراجعت کی۔

الغرض جب سرداران مرہٹہ نے دیکھا کہ بسبب شریک ہوجانے نواب شجاع الدولہ کے اب ہم سے کچھ نہ ہوسکے گا۔ علاوہ برین انھین دنون مین پیشوائے کل اقوام مرہٹہ یعنی مہاراجہ نرائن راؤ والی پونا وستارہ آپس کے قضیہ مین دفعتہً مارا گیا۔ اور رگھوناتھ راؤ اُس کا چچا مسند نشین ہوا۔

یہ حال دریافت کرکے تینون سرداران مرہٹہ نے نواب شجاع الدولہ کو خط مین لکھا کہ ہم لوگ بسبب فساد عظیم مُلک دکن کے وہان جاتے ہین۔ اگر آپ ساٹھ لاکھ روپیہ ہم کو نقد واسطے خرچ راہ کے دیوین تو یہ مُلک میان دوآب جس پر ہم نے قبضہ کرلیا ہے آپ کے ہاتھ فروخت کرڈالین۔ سوا اس کے ساٹھ لاکھ روپیہ ہم کو سرداران افاغنہ سے دلادیجیے تاکہ باقی ماندہ ملک اُن کا محفوظ رہے۔ ورنہ آپ درمیان سے الگ ہوجائین تو ہم تمام ملک اُن کا فتح کرکے آپ کے حوالے کرین۔

نواب شجاع الدولہ نے اس حال سے نواب حافظ الملک وغیرہ رئیسان افاغنہ کو مطلع کیا۔ انھون نے جواب دیا کہ ساٹھ لاکھ ہم سے ادا ہونا اس وقت دشوار ہے مگر چالیس لاکھ روپیہ البتہ ہم دیسکتے ہین۔ ازانجملہ بیس لاکھ روپیہ میرے حصۂ خاص کے اور بیس لاکھ اور سرداران افاغنہ کے حصے کے ہین اُن کا بھی مین ذمہ دار ہوتا ہون۔ بالفعل یہ چالیس لاکھ روپیہ ہماری طرف سے اور ساٹھ لاکھ روپیہ اپنی طرف سے کہ جملہ ایک کرور روپیہ ہوا آپ سرداران مرہٹہ کو دے کر ہم کو اس بلا سے نجات دلا دیجیے بعد چندے مین یہ چالیس لاکھ روپیہ آپ کے پاس داخل کردونگا اور تمسک اُس چالیس لاکھ روپیہ کا لکھکر نواب حافظ الملک رئیس بریلی نے نواب شجاع الدولہ بہادر کے حوالے کیا۔ نواب شجاع الدولہ نے ایک کرور روپیہ اپنے پاس سے سرداران مرہٹہ کو دے کر رخصت کیا بعدازان افاغنہ اپنی اپنی ریاستون کو واپس گئے۔ اور نواب بھی فیض آباد مین داخل ہوئے۔

بیان سفر کرنا نواب شجاع الدولہ کا بطرف شہر بنارس کے واسطے صفائی خاطر نواب گورنر جنرل بہادر کے

اسی سال ۱۱۸۶ ہجری مین حسب ایمائے صاحب رزیڈنٹ بہادر نواب شجاع الدولہ بہادر بھی مین

شاہ قسطلہ کے پاس سفیر بھیج کے شکریہ ادا کیا۔ اپنے ملک کا حال لکھا اور خواہش کی کہ اُس عہدنامے کی مدت میں توسیع کر دی جائے جو دونوں سلطنتوں میں چلا آتا ہے بلکہ اگر ممکن ہو تو یہی ایک دائمی صلح نامہ قرار پا جائے۔ محمد الیاسر نے شاہ جان کے پاس یہ بھی کہلا بھیجا کہ میں نے سُنا ہے آپ کے عزیزوں اور اُمرا نے آپ کے خلاف بغاوت کر دی ہے لہٰذا میں آپ کی مدد کے لیے آمادہ ہوں اور چاہتا ہوں کہ مسلمان سواروں کی ایک جماعت آپ کی مدد کے لیے روانہ کروں تاکہ آپ دشمنوں کا مقابلہ کر سکیں۔ شاہ غرناطہ نے یہ خط اپنے ایک نہایت دانا اور معتبر دوست عبدالمنعم کے ذریعے سے روانہ کیا جو غرناطہ کا ایک معزز سردار تھا۔

یہ قاصد برغاس میں پہونچا کیونکہ شاہ قسطلہ اُس زمانے میں وہیں مقیم تھا۔ مسیحی بادشاہ نے اس کی بہت عزت کی مگر اُس مدد کے قبول کرنے سے انکار کر دیا جو محمد الیاسر بھیجنا چاہتا تھا۔ لہٰذا نقضِ عہدناموں کی شرطوں پر بحث ہونے لگی۔ اُس رقم کی واپسی کی خواہش کی گئی جو مسیحی بادشاہ نے محمد الیاسر کو تاج و تخت واپس لینے کے لیے بطور قرض کے دی تھی۔ اور وہ رقم مشخص ہوئی جو شاہ غرناطہ سونے کے ڈبلونوں میں ہر سال شاہ قسطلہ کو اپنی باجگذاری کے اعتراف میں ادا کرتا رہے گا۔ مگر محمد الیاسر نے کسی رقم کے دینے سے قطعی انکار کر دیا۔ اُس نے دیکھا کہ آج کل مسیحی بادشاہ اندرونی جھگڑوں اور لڑائیوں میں مشغول ہے لہٰذا جو شرطیں اس کے سامنے پیش کی جائیں گی اُنھیں مجبوراً منظور کر لے گا۔ مختصر یہ کہ شاہ غرناطہ چاہتا تھا کہ سب شرطیں اپنی مرضی کے مطابق طے کرا لے۔

غرض کوئی بات نہیں طے ہو سکی اور عبدالمنعم غرناطہ میں واپس آیا۔ اب شاہ قسطلہ نے تونس کے بادشاہ کو خط لکھا اور محمد الیاسر کی ناشکر گزاری کی شکایت کی۔ پھر اُس نے لکھا کہ میں عنقریب اس بادشاہ کے خلاف لڑائی چھیڑنے والا ہوں تاکہ اُس سے وہ وعدہ پورا کراؤں جو اس نے کیا تھا اور اُس رقم کے واپس دینے پر مجبور کر دوں جو اسے تاج و تخت واپس لینے کے لیے دی گئی تھی اور مجھے امید ہے کہ آپ اس لڑائی میں اس کی مدد نہ کریں گے کیونکہ مین ...

اس کے جواب میں شاہ تونس نے اطمینان دلایا کہ میں اُن کشتیوں اور جہازوں کو یہیں روک لوں گا جو میں نے محمد الیاسر کی ضرورتوں کے لیے تیار کرائی تھیں۔ ساتھ ہی اُس نے شاہ غرناطہ کو بھی ایک خط لکھا اور اُسے مشورہ دیا کہ مسیحی بادشاہ کے جائز مطالبات پورے کر دیے جائیں۔ کیونکہ آپ کو تاج و تخت اُسی کی مدد سے ملا ہے۔ اور اگر آپ نے اس فرض کی ادائی میں کمی کی تو آیندہ مجھ سے کسی قسم کی مدد کی اُمید نہ رکھیے۔ اس کے بعد شاہ تونس نے مسیحی بادشاہ قسطلہ کو ایک اور خط لکھا اور اُس سے درخواست کی کہ اس انتقام میں زیادہ سختی نہ کی جائے۔ آپ اعتدال سے کام لیں اور میرے عزیز محمد الیاسر کو زیادہ پریشان اور مجبور نہ کریں۔

شاہ غرناطہ پر نہ مسیحی بادشاہ کی دھمکیوں کا کوئی اثر ہوا اور نہ شاہ ابو فریس کے اس دوستانہ مشورے کا۔ لہذا جیسے ہی شاہ قسطلہ کو اپنے عزیزوں اور رباغی اُمرا کی طرف سے اطمینان ہو گیا اُس نے حکم دیا کہ سرحد پر فوجیں جمع ہوں تاکہ شاہ غرناطہ کے علاقے پر حملہ کیا جائے۔ اس حکم کے مطابق مسیحی فوج کا ایک حصہ ضلع رونده میں داخل ہوا اور دوسرا علاقۂ قرزلہ پر حملہ آور ہوا۔ قرزلہ پر جو فوج حملہ آور ہوئی تھی اُس میں زیادہ تر سوار تھے۔ شاہ محمد الیاسر اسلامی فوجوں کے ساتھ اُس کے مقابلے کو چلا۔ اور خوش قسمتی سے اُسے شکست دیدی۔ یہ مسیحی فوج بہت بڑی اور طاقتور تھی مگر اُسے ایسی کامل شکست ہو گئی کہ تقریباً ساری فوج میدان جنگ میں مقتول پڑی تھی۔ لیکن غرناطی اسلحہ کو اپنے علاقے کے دیگر مقامات پر ایسی کامیابی نہ ہو سکی۔ جب محمد الیاسر قرزلہ والی فوج پر کامیابی حاصل کر رہا تھا دوسری مسیحی فوجیں اُس کے ملک میں گھس آئی تھیں اور اُس کے بہت سے قلعوں پر قبضہ کر چکی تھیں۔ اس طرح بہت سے قلعہ مسلمانوں کے قبضے سے نکل گئے۔ انھیں میں شہر قمینہ بھی تھا اور محمد الیاسر نے یہ بھی سُنا کہ خود شاہ قسطلہ میرے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ آرہا ہے۔ اب اُس کے دل میں یہ خوف پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو اُن خبروں سے غرناطہ والے میرے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں لہذا اُس نے فوج کی سرداری اپنے سپہ سالار رضوان کے سپرد کی اور پانچ سو سوار ہمراہ لے کے خود دار السلطنت میں چلا آیا۔ یہاں اُس نے

شہر والون کی ایک فوج مرتب کی جس کی تعداد بیس ہزار تھی۔ ان سب کو اُس نے اسلحہ دیے اور کہا کہ اس شہر کی حفاظت تمھارے ذمے ہے اور محاصرے کی صورت مین اس کا بچانا تمھارا کام ہے۔ اس اثنا مین مسیحی آلورہ۔ تشاشر۔ علکورہ۔ ارشی دونہ اور دیگر اضلاع کو تباہ و برباد کرنے مین مصروف تھے۔ مگر اس کارروائی کے بعد ہی شاہ قسطلہ ان علاقہ جات سے بیشمار مال غنیمت لے کے اقیجہ ہوتا ہوا اپنے علاقۂ قرطبہ مین واپس چلا گیا۔

اب جس بات کا محمد المیاسر کو خوف تھا وہی پیش آئی۔ یعنی ایک بہت بڑی اور طاقتور جماعت اُس کے خلاف ہو گئی اور اُسے سلطنت سے معزول کرنے کی سازشین ہونے لگین۔ لہذا مسیحی بادشاہ کے واپس جانے سے اُس کے دل مین جو سکون پیدا ہوا تھا وہ تازہ ترین فکرون سے مبدل ہو گیا۔ شاہی نسل کے ایک شہزادے نے جس کے پاس بیشمار مال و دولت تھی اور جو بڑا حوصلہ مند سردار تھا یہ ارادہ کیا کہ محمد المیاسر کو تخت سلطنت سے معزول کر کے خود اُس کی جگہ پر قبضہ کر لے۔ اس شہزادے کا نام یوسف بن الاحمر تھا اور اس نے کامیابی حاصل کرنے کے لیے شاہ قسطلہ سے مدد لینی چاہی۔ اس نے یہ خواہش اپنے دوستون اور طرفدارون پر ظاہر کی جن کا شمار بہت زیادہ تھا اور ان سب لوگون نے متفق ہو کر اپنا ایک قاصد قرطبہ مین بھیجا کیونکہ وہ مسیحی بادشاہ آج کل وہین مقیم تھا۔ یوسف بن الاحمر نے جو قاصد منتخب کیا وہ ایک معزز سردار تھا اور اُس کا نام جلیل بن جلیل بن بوقا تھا اُس کی شادی شہزادی بیتی مریم کے ساتھ ہوئی تھی کیونکہ دونون مین بڑی محبت تھی۔ یہ جلیل بن جلیل بن بوقا ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتا تھا اور اگرچہ مسیحی تھا مگر بڑا بہادر تھا۔ شاہ محمد المیاسر نے اُسے دار السلطنت سے نکال دیا تھا اور وہ جلا وطنی کی حالت مین الحامہ مین اپنی زندگی بسر کر رہا تھا۔ یہ شخص چونکہ مسیحی زبان سے بخوبی واقف تھا لہذا سازش کرنے والون نے اسی کو اپنا قاصد بنا کے شاہ قسطلہ کے پاس بھیجا تاکہ اُن کے باغیانہ ارادون کے متعلق مسیحی بادشاہ سے گفتگو کرے۔ یوسف بن الاحمر نے اُس کے ذریعے سے مسیحی بادشاہ کو کہلا بھیجا تھا کہ مین آٹھ ہزار سے زیادہ لوگون کو اپنی طرفداری مین جمع کر سکتا ہون۔ اور ان مین سے زیادہ تر

وہ لوگ ہین جو مسلمانون کے معزز خاندانون سے تعلق رکھتے ہین۔ یوسف بن الاحمر نے مسیحی بادشاہ کو اطلاع دی کہ جیسے ہی آپ غرناطہ کے گرد کے میدانون (ویگا) مین نمودار ہون گے مین اپنے ہمراہیون کے ساتھ آکے آپ سے مل جاؤن گا۔ اور اگر میری اُمید کے مطابق آپ کی مدد سے غرناطہ کی سلطنت مجھے مل گئی تو ہمیشہ آپ کا فرمانبردار خادم رہون گا۔

یوسف بن الاحمر کے قاصد کو مسیحیون نے اچھی طرح ٹھہرایا کیونکہ اُن کا بادشاہ خود یہی سوچ رہا تھا کہ ویگا پر حملہ آور ہو۔ ایلچی لوٹا ایک کامیاب سفیر کی طرح اطمینان کے ساتھ واپس آیا۔ اور شاہ قشتالہ کا ایک زبانی پیام لایا جس مین ابن الاحمر کی خواہش کے مطابق وعدہ کیا گیا تھا کہ جو شخص میرے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائے گا اُس کی حفاظت کی ذمہ داری کی جائے گی۔

ان حوصلہ افزا باتون سے مطمئن ہو کے یوسف بن الاحمر کے طرفدار اسی بہانے سے کہ سرحد پر لڑائی مین شریک ہون گے دار السلطنت سے نکل آئے۔ اور جیسے ہی شاہ قشتالہ میدانون (ویگا) مین نمودار ہوا یوسف بن الاحمر نے اُس کی خدمت مین حاضر ہو کے اُس کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔ پھر وہ سب سردار اور معزز لوگ بھی حاضر ہو گئے جن کی تعداد یوسف بن الاحمر کے وعدے کے مطابق آٹھ ہزار سے کم نہ تھی۔ اور اس گروہ کا زیادہ تر حصہ گھوڑون پر سوار تھا

شاہ قشتالہ نے سیرا لویرہ کی ایک گھاٹی مین اپنی فوجون کا پڑاؤ ڈالا اور کھڑے ہو کے شہر غرناطہ کے پُر فضا منظر سے اپنی آنکھون کو تسکین دینے لگا۔ ابن الاحمر [illegible] کھڑا مشہور عمارتون اور مختلف قلعون کی طرف اشارہ کر کے بتا رہا تھا جن مین زیادہ [illegible] کے ساتھ اُس نے قصر الحمرا۔ اور برمغان اور البیزان کے برجون کو بتایا۔

غرناطہ کے سپہ سالارون اور سوارون نے جو بہادر اور تجربہ کار تھے [illegible] مسیحیون کا مقابلہ کیا۔ دونون جانب کے چھوٹے چھوٹے دستون مین کئی لڑائیان [illegible] ایک دن دونون فوجون کو پوری قوت کے ساتھ مقابلہ کرنا پڑا۔ یہ لڑائی نہایت سخت تھی

جس مین غرناطہ کے مسلمانون اور مسیحی شہسوارون نے بڑی بہادری کا اظہار کیا۔ اس لڑائی مین سب سے زیادہ کام سوارون نے انجام دیا اور انھین مین سب سے زیادہ خونریزی ہوئی۔ سارے دن لڑائی جاری رہی مگر شام کے قریب مسلمانون نے پیچھے ہٹنا شروع کیا اور رات کی تاریکی نے انھین کافی موقع دے دیا۔ وہ میدان جنگ سے چلے آئے جس مین مقتولین کی لاشین خاک و خون مین لتھڑی ہوئی پڑی تھین۔ سلطنت غرناطہ نے اس سے پہلے کبھی ایسا سخت نقصان نہین اُٹھایا تھا۔ اس دن مفتوحین کے کل بہترین سوار میدان جنگ مین مقتول پڑے تھے مگر فاتحون کا بھی کچھ کم نقصان نہین ہوا۔ اُن کے بھی بہترین رسالے جنگ مین کام آ گئے۔ اگر کہین اس لڑائی مین بھی اسلامی نیزے بجائے ایک دوسرے کے مقابل ہونے کے کافرون کے سینون کی طرف پھرے ہوتے تو اللہ کے دشمنون کے لیے یہ لڑائی بھی العقاب سے کم تباہ کن ہوتی جس کا نام سُن کے سارے مسیحی کانپ جاتے ہین۔

اس لڑائی سے غرناطہ کے باشندے بہت زیادہ رنجیدہ ہوئے مگر شاہ محمد المعروف بہ الیاس نے ہمت نہین ہاری تھی لہذا لوگون کو بھی کسی قدر اطمینان ہوا۔ بادشاہ نے باوجود ایسی شکست کے اپنے لوگون سے کہا کہ اس وقت سوا اپنی جان و مال کی حفاظت کے اور کوئی خیال دل مین نہ لاؤ۔ حالت یہ تھی کہ معلوم ہوتا غرناطہ والون کی طرح زمین بھی پاؤن کے نیچے کانپ رہی ہے۔ اور دراصل یہ نظر آتا کہ زمین کے اندر سے زور و شور کی آوازین بلند ہو کے گونج رہی ہین جن سے ساری زمین ہل رہی ہے۔ اور ان آوازون سے با ہمت اور جری لوگون کے دل بھی خوف و دہشت سے پست ہو جاتے۔ اور ان باتون سے ہر شخص اپنی طرفداری کے لحاظ سے یا تو خوفزدہ ہو جاتا یا اپنے دل مین کوئی خوش آئندہ امید قائم کرتا۔

جب شاہ قسطلہ غرناطہ کے گرد میدانون (ویگا) کو تباہ و برباد کر چکا تو یوسف بن الاحمر (ابن المول) کے خلاف اُس نے اپنے خیمے اُکھاڑے اور قرطبہ مین واپس چلا آیا۔ اب غرناطہ کے سازش کرنے والون کی بدگمانی بیجا نہ تھی۔ اُنھون نے دیکھا کہ مسیحی بادشاہ نے اپنا مقصد

حاصل کر لیا اور ہمین اپنے حال پر چھوڑ کے چل دیا جس کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہین ہوا کہ ہمارا ملک تباہ و برباد ہوا اور سارا مال و اسباب مسیحی اُٹھا لے گئے۔ مگر مسیحی بادشاہ نے قرطبہ مین پہونچ کے اپنے مددگارون کی اس طرح اشک شوئی کی کہ اپنی فوجون کے سامنے اور دربار مین یوسف بن الاحمر کے شاہ غرناطہ ہونے کا اعلان کیا اور وعدہ کیا کہ مین یوسف بن الاحمر کو تخت غرناطہ تک پہونچا دون گا۔ پھر قسطلہ کی سرحدی فوجون کو حکم دے دیا کہ یوسف بن الاحمر کی مدد کرین اور کوشش کر کے اُسے غرناطہ کے تخت سلطنت پر بٹھا دین۔

مسیحی بادشاہ کے اس فعل نے ابن الاحمر کی اُمیدون مین پھر جان ڈال دی۔ اور کئی شہرون نے اُس کی طرفداری کا اعلان کر دیا۔ سب سے پہلے شہر مانتی فریو نے اپنا جھنڈا بلند کیا۔ اور ابن الاحمر اپنے طرفدارون کی کوششون اور مسیحیون کی مدد سے آلورہ۔ تمبیل۔ الہبیر۔ ارتی تنکر اور تنشرشہ پر قابض ہو گیا۔ ان کے بعد حصن الونہ۔ رونده اور لوشہ بھی اُس کے قبضے مین آ گئے۔ اس آخر الذکر شہر نے چار سو شہسوار اُس کی امداد کے لیے پیش کیے۔

مقام اردالس کے یوسف بن الاحمر نے شاہ قسطلہ کے نام ایک خط لکھا اور اُس مسیحی بادشاہ کی سرداری تسلیم کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ ایک مقرر تعداد سونے کے ڈبلونون مین سالانہ ادا کیا کرون گا اور لڑائی کے موقعون پر پانچ سو سوارون سے مدد کرون گا۔ اور جب شاہ قسطلہ اپنا دربار کورسار طلیطلہ کے اس طرف منعقد کرے گا تو مین اُس مین حاضر ہون گا اور اگر کسی خاص وجہ سے خود نہ آ سکا تو اپنی جانب سے ایک نہایت معزز سردار کو مسیحی بادشاہ کے پاس روانہ کر دون گا۔ اس کے علاوہ اور بھی کئی شرطین تھین مگر اس عہدنامے کی خاص شرطین یہی تھین جو اوپر بیان کی گئین۔

اب یوسف بن الاحمر نے ایک بڑی فوج کے ساتھ غرناطہ کی جانب کوچ کیا اور شاہ غرناطہ محمد المیاسر کی جانب سے وزیر ذراغ نے باہر نکل کے مقابلہ کیا۔ ایک نہایت سخت اور خونریز لڑائی ہوئی جس مین بہادر ابن ذراغ شیر ببر کی طرح لڑتا ہوا مارا گیا۔ اُس کی فوج مین بے ترتیبی پیدا

ہو گئی۔ اور سپاہیون نے خوفزدہ ہوکے بھاگنا شروع کیا۔ شکست خوردہ فوج نے دارالسلطنت کا رُخ کیا اور وہان پہونچ کے دہشت زدہ جماعتون نے اُس فوج کی تعداد جس سے اُنھین شکست ہوئی تھی بہت بڑھا کے اور مبالغہ کے ساتھ بیان کی۔ اور کہا کہ ہماری طرف کے زیادہ تر سپاہی میدان جنگ مین مارے گئے۔

ان افواہون اور یوسف بن الاحمر کی فتح نے جس مین کسی قسم کا شک و شُبہ نہین باقی رہا تھا اُس کی شہرت بہت بڑھا دی اور غرناطہ والون کے دلون مین اُسی مناسبت سے خوف پیدا ہوا۔ تقریباً کُل اضلاع نے اُس کی طرفداری کا اظہار کر دیا تھا نقصان اور خرابی سے بچنے کے لیے زیادہ تر شہرون اور قصبون نے اُس کے لیے اپنے پھاٹک کھول دیے۔ اور باشندے ایک دوسرے کو دیکھ کے اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے لیے جوش و خروش کا اظہار کرتے۔ اب یوسف بن الاحمر نے آلورہ کی جانب کو کوچ کیا اور ایک بیشمار جماعت کے ساتھ دار السلطنت کی طرف چلا۔

اُس کی پیش قدمی کی خبر اور اس واقعہ نے کہ اُس کے ساتھ ایک بہت بڑی جماعت ہے سارے غرناطہ مین خوف و اضطراب پیدا کر دیا۔ شہر کے ادنٰی درجے کے لوگ بہت زیادہ خوفزدہ ہوے۔ اور عوام کی ایک شورش نے اُمراے سلطنت کو اس پر مجبور کیا کہ مقابلے کا خیال دل سے نکال ڈالین۔ اُنھون نے شہر کے ممتاز باشندون کو ہمراہ لیا اور شاہ محمد المیاسر کی خدمت مین حاضر ہوکے کہا کہ مدافعت بالکل بیکار ہے لہذا آپ شہر کو حملے کی مصیبت مین نہ مبتلا کیجیے۔ اب زیادہ مناسب ہے کہ آپ اپنے خاندان والون کو لے کر کسی امن کی جگہ چلے جائین۔ بادشاہ نے انھین کی رائے پر عمل کیا۔ اُس نے بیشمار دولت جو شاہی قصر مین جمع کی تھی اور اپنے حرم اور محمد السکیر کے دونون بیٹون کو جو اُس کے ہاتھ مین گرفتار تھے۔ اور معتبر ملازمون اور اُن طرفدارون کو جنھون نے اُس کے ساتھ جانے پر آمادگی ظاہر کی اپنے ساتھ لیا اور ملاغہ کی جانب روانہ ہو گیا۔ کیونکہ اُس شہر مین اب بھی اُس کے طرفدارون کی کثرت تھی۔

اب یوسف بن الاحمر غرناطہ مین داخل ہوا۔ مگر اُس کے جلوس مین فقط چھ سو سوار تھے

تاکہ شہر کے باشندون کو اطمینان رہے اور یہ خیال نہ ہو کہ ہم پر کسی قسم کی سختی یا زیادتی کی جائے گی۔ اُمرا نے اُس کا استقبال کیا اور اُس کے ہمراہ قصر الحمرا تک گئے۔ وہان پہونچ کے یوسف بن الاحمر نے سلطنت کے کُل شیوخ۔ والیون۔ قائدون اور قاضیون کو بُلایا اور اُن سے بیعت لی۔ اس کے بعد وہ شان و شوکت کے ساتھ شہر کی سڑکون اور گلیون پر نکلا۔ اس طرح یوسف بن الاحمر نے سلطنت غرناطہ پر قبضہ کیا۔ محمد الیاسر نے اُس پر دوبارہ قابض ہونے کے بعد تین سال حکومت کی تھی۔

جدید حکمران نے فوراً اپنا قاصد شاہ قسطلہ کے پاس بھیجا اور اُس بادشاہ کا شکریہ ادا کر کے اطمینان دلایا کہ مین آپ کا وفادار خادم ہون۔ پھر وعدہ کیا کہ مسیحی بادشاہ کو اتنی ہی رقم سونے کے سکون مین سالانہ بھیجی جائے گی جتنی گزشتہ زمانے مین شاہان غرناطہ قسطلہ مین بھیجا کرتے تھے۔ ابن الاحمر نے جو خط اس موقع پر لکھا اُس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

”یوسف بن الاحمر شاہ غرناطہ جو آپ کا خادم ہے آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا ہے۔ اور خود کو آپ کی عنایتون کے سپرد کر کے یہ عرض کرنا چاہتا ہے کہ اُس نے الورہ سے کوچ کر کے شہر غرناطہ کی جانب رُخ کیا۔ اس شہر کے سارے اُمرا استقبال کو آئے۔ اور اُنھون نے میرے ہاتھ کو بوسہ دے کر اپنا مالک اور آقا تسلیم کر لیا۔ پھر قصر الحمرا میرے سپرد کر دیا۔ میرے آقا۔ یہ سب خدا کی مہربانی اور آپ کی مدد کی بدولت ہے۔ محمد الیاسر ملاغہ کی جانب بھاگ گیا۔ اور اپنے بھتیجے قائد اخناف اور محمد الشکیر کے دونون بیٹون کو ہمراہ لیتا گیا۔ مگر یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اُس نے اپنے غلامون کو حکم دیا تھا کہ ان دونون کو قتل کر ڈالین۔ روانگی سے پہلے اُس نے قصر کی ہر چیز اپنے قبضے مین کر لی اور اپنے ساتھ بیشمار مال و دولت لیتا گیا ہے۔ اب آپ کی سرحد کا سپہ سالار رضوان خویا زر میرا میرے چند شہسوارون کے ساتھ اُس کے مقابلے کے لیے گیا ہے۔ خدا اس مہم کو کامیاب کرے۔ ہم نوجین ملاغہ پہونچ کے اُس پر حملہ آور ہون گی اور خدا کی عنایتون اور حضور والا کی مہربانی سے مجھے اُمید ہے وہ بہت جلد میرے ہاتھ مین گرفتار ہو جائے گا“

یوسف بن الاحمر نے یہ خط اشبیلیہ کے دربار مین اپنے ایک معزز سردار کے ہاتھ روانہ کیا

شاہ قسطلہ نے اس سردار کو اچھی طرح ٹھہرایا کیونکہ وہ بادشاہ کے لیے اچھی خبر لایا تھا۔ اسی زمانے مین ایک قاصد شاہ تونس کے پاس سے بھی ایک خط لایا جس مین ابو فریس نے شاہ قسطلہ سے درخواست کی تھی کہ آپ میرے عزیز محمد الیا سر کے ساتھ تعلقات قائم رکھین اور اُسے تباہ و برباد کرکے سلطنت سے محروم نہ کردین۔ شاہ تونس کا یہ خط حاکم قسطلہ کے پاس جنیوا کے ایک تاجر کے ہاتھون پہونچا تھا اور سچی بادشاہ نے جواب مین اُس افریقی حکمران ابو فریس سے اس معاملے مین اپنے طرز عمل کے متعلق عذر خواہی کی۔

ابن الاحمر فقط چھ مہینے امن اور اطمینان کے ساتھ غرناطہ مین حکومت کرسکا۔ دفعتہً موت نے جو ہمیشہ انسانی تدبیرون کو بیکار اور اُن کی خوشیون کو برباد کردیا کرتی ہے اُس کا کام تمام کردیا۔ وہ بوڑھا اور ضعیف ہوچکا تھا اور انتظام سلطنت کی فکرون کو نہ برداشت کرسکا۔ اس کی موت نے غرناطہ والون کے سب جھگڑے رفع کردیے۔ اب سبھون نے متفق ہوکر پناہ گزین اور جلاوطن شاہ محمد الیا سر کو پھر حکومت کرنے کے لیے بلایا اور وہ سہ بارہ تخت سلطنت پر بیٹھنے کے لیے غرناطہ مین آپہونچا۔ اُس نے یوسف بن الاحمر کی موت کی خبر ملاغہ مین سنی تھی اور اُسے ویسی ہی خوشی حاصل ہوئی جیسی ایک دشمن کی موت پر ہوا کرتی ہے۔ اُس نے سب سے پہلے یہ بات دریافت کرنی چاہی کہ جو لوگ مجھے غرناطہ کی حکومت کے لیے بلا رہے ہین اپنے ارادون مین سچے ہین یا نہین۔ اور جب تک اُن کی وفاداری اور سچائی کی نسبت اطمینان نہین ہوگیا اُس نے دارالسلطنت کے ارادے سے اپنا قدم نہین اُٹھایا پھر جب اُس کے دل کو کامل اطمینان ہوگیا تو دارالسلطنت کی جانب روانہ ہوا۔

اب بادشاہ نے ایک معزز سردار عبدالبر کو جس کی غرناطہ والے بڑی عزت کرتے تھے اپنا وزیر منتخب کیا۔ اور اُس نے اس جگہ پہ مقرر ہوتے ہی بادشاہ کو مشورہ دیا کہ جس قدر جلد ممکن ہو شاہ قسطلہ اور ابو فریس شاہ تونس کے پاس سفیر بھیجے جائین تاکہ اس اثنا مین جو نا اتفاقیان اُن دونون بادشاہون سے پیدا ہوگئی ہین دور ہو جائین۔ محمد الیا سر نے خوشی کے ساتھ اس کی

عمل کیا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مسیحی بادشاہ سے ایک سال کے لیے معاہدہ ہو گیا۔ اور بعد میں اس کی مدت میں مزید بارہ مہینوں کی توسیع کر دی گئی۔

مگر جیسے ہی یہ مدت ختم ہوئی مسیحیوں نے غرناطہ کے علاقے پر حملہ کر دیا۔ قلعۂ بنی مورل پر بڑی سختی کے ساتھ دھاوا کیا گیا۔ شہر کے باشندوں نے بخوبی مدافعت کی مگر شہر پر مسیحیوں کا قبضہ ہو گیا۔ مرقیہ کی سرحد پر بھی مسیحی رسالے اپنے بہادر سردار نے یارو کی ماتحتی میں غرناطہ کے علاقے میں داخل ہو گئے۔ مگر غرناطہ کے وزیر عبدالبر نے غرناطہ اور الغرب کے رسالوں سے ان کا مقابلہ کیا۔ دونوں فوجوں کا سامنا ہوا اور ایک سخت لڑائی واقع ہوئی جس میں مسیحیوں کو شکست ہو گئی اور ان کا بہادر سپہ سالار اس وقت جب کہ اس کے زیادہ تر لوگ میدان جنگ سے بھاگ گئے تھے لڑائی کو قائم رکھنے کی کوشش میں لڑتا ہوا مارا گیا۔

اسی زمانے میں مسیحیوں کی ایک بڑی فوج نے شہر ہوسکا پر بزور اسلحہ قبضہ کر لیا۔ مسلمانوں نے اس شہر کو بڑی کوشش کے ساتھ بچایا تھا مگر ان کے بہت زیادہ لوگ کام آ گئے لہٰذا شہر پر کافروں کا قبضہ ہو گیا اور اسلامی بہادر قلعے میں چلے آئے۔ جہاں مسیحیوں نے ان کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کر لیا۔ فوراً باجہ کا رئیس القومی ان کی مدد کو چلا۔ اس نے مسیحی فوجوں میں راستہ نکال لیا اور قلعے کے اندر مددگار فوجیں پہونچا دیں۔ مگر وہاں خوراک کی قلت تھی اور سامان حرب بھی ختم ہو چکا تھا لہٰذا انھیں مجبوراً نامہ و پیام کرنا پڑا۔ قلعہ مسیحیوں کے حوالے کر دیا گیا اور مسلمان اطمینان سے محل کے باہر چلے گئے۔

اکتیسواں باب

مسلمانوں اور مسیحیوں میں لڑائی کا جاری رہنا۔ محمد بن عثمان کے ہاتھوں محمد المیاسر کی معزولی۔ ایک دوسری جماعت ابن اسمٰعیل کی حکومت کا اعلان کرتی ہے۔

سنہ ۸۴۴ھ (سنہ ۱۴۴۰ء) میں شاہ محمد المیاسر کے سپہ سالار اور غرناطہ کے وزیر عبدالبر نے

مدینہ ارشی و وبیدہ کے قریب کی تنگ گھاٹیون مین مسیحیون کو شکست دی۔ اور مسیحی مفرورین کا تعاقب کر کے اسلامی نیزون نے اُن مین سخت خونریزی کی۔ اللہ کے دشمنون نے اپنے دل مین یہ تجویز کی تھی کہ اس شہر پر اچانک حملہ کرین گے۔ اور غیر مانوس راستون سے وہ نہایت احتیاط کے ساتھ چھپ کے آ رہے تھے۔ مگر وزیر عبدالبر کو اس کی خبر ہو گئی اور ایک تنگ گھاٹی مین وہ اُن کا انتظار کرنے لگا پھر جیسا کہ اوپر بیان کیا جا چکا دفعۃً حملہ کر کے اُنھین منتشر کر دیا۔ اس سخت لڑائی مین مسلمانون نے القنطرہ کے سردار اعظم کا جھنڈا اچھین لیا۔ وہی اس لڑائی مین مسیحیون کا سردار تھا۔ اور اُس کے سارے سپاہی قتل ہوے یا گرفتار کر لیے گئے۔ خود سردار اعظم کو اپنے گھوڑے کی غیر معمولی تیزی کی وجہ سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ لیکن بہت کم لوگ تھے جو اس کے ساتھ جا سکے۔

اب وزیر نے آگے بڑھ کے شہر ہولمہ کے قریب مسیحیون کا مقابلہ کیا اور اس شہر کا محاصرہ کر لیا۔ مگر اُنھین فاتح اور بہادر سردار عبدالبر سے لڑنے کی جرأت نہین ہوئی۔ اُنھون نے خیمے اُکھاڑے اور جیان کی جانب واپس چلے گئے۔

دوسرے سال یعنی سنہ ۵۷۱ھ مین بھی اس سپہ سالار نے اللہ کے دشمنون کے خلاف لڑائی جاری رکھی جس مین اُسے خوش قسمتی سے سابقہ پڑتا رہا۔ یہ لڑائیان زیادہ تر علاقۂ وادی آش اور غرناطہ کے ویگا مین ہوتی رہین۔ ان معرکون مین قسطلہ کے بہت سے بہادر اور نامی سپہ سالار مارے گئے۔ دوسرے سال مرقیہ کی سرحدی فوجین سپہ سالار ابن فے یارد کی ماتحتی مین اسلامی علاقے مین داخل ہوئین۔ اور اُنھون نے بلدۂ بلنقہ اور بلدۂ ربیعہ کے مستحکم قلعون پر حملہ کیا۔ ان شہرون نے دشمنون سے نامہ و پیام کر کے اطاعت قبول کر لی۔ اُن کے باشندون نے مسیحی بادشاہ کی ماتحتی مین اس کی رعایا بن کے رہنا قبول کر لیا۔ اس طریقے سے اُنھون نے اس دائمی مصیبت سے نجات پائی جو اُنھین سرحدی فوجون کے حملون سے ہمیشہ برداشت کرنی پڑتی تھی۔ اور جس سے بچنے کی اس کے سوا اور کوئی ترکیب اُنھین نہ نظر آئی —

اسی ارادے سے وادی آش اور باجہ والون نے بھی شاہ قسطلہ سے معاہدہ کرنا چاہا۔ مگر وہ دونون شہر اس کے ساتھ آزاد بھی رہنا چاہتے تھے۔ انھون نے کہا کہ نہ تو ہم پر کوئی سردار حاکم مقرر کیا جائے اور نہ ان لڑائیون مین جو آئندہ واقع ہون ہم سے کوئی غرض رکھی جائے۔ شاہ قسطلہ نے ان سے یہ خواہش تھی کہ اپنے قلعے حوالے کر دین تا کہ ان مین مسیحی فوجین رکھی جائین جو علاقۂ غرناطہ پر حملہ آور ہو سکین۔ ان شرطون پر وہان کے باشندے راضی نہین ہوئے لہذا کوئی معاہدہ نہ ہو سکا اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس سال کی فوج کشی مین وادی آش اور باجہ بھی مسیحی فوجون کے حملون اور سخت ترین تباہی سے نہ بچ سکے۔ اسی اثنا مین مسیحیون نے متذکرۂ بالا شرائط یعنی وہان کے باشندے قسطلہ کی رعایا بن کے رہین گے مدینہ غلیرہ اور چند دیگر مستحکم مقامات پر قبضہ کر لیا۔

اب مسیحیون نے جبل طارق کا محاصرہ کیا۔ اس مہم مین ان کا سپہ سالار نیبلہ کا حاکم تھا۔ مگر شہر والے ان کے مقابلے کو نکلے اور رات کے وقت اچانک حملہ آور ہوئے جب کہ مسیحیون کو اس کی امید نہ تھی۔ محاصرہ کرنے والے اس فوری حملے سے پریشان ہو گئے۔ اور بے ترتیبی کے ساتھ بھاگنے لگے۔ دریاے پلماؤس مین بارش کی وجہ سے طغیانی تھی لہذا بھاگنے والون مین سے بہت زیادہ لوگ اسی مین ڈوب کے مر گئے۔ نیبلہ کا حاکم بھی انھین مین تھا جن کی جانین جبل طارق کے بہادر مسلمانون کی تلوار دن سے بچ گئی تھین مگر بھاگنے مین ضائع ہوئین۔ لیکن شہر ہوئلمہ والے جبل طارق والون کی طرح خوش قسمت نہ تھے۔ انھین مجبوراً اپنا شہر مسیحیون کے حوالے کر دینا پڑا جن کا سپہ سالار بالی طراگو کا سردار تھا۔ یہ سپہ سالار ایک مشہور شاعر اور نامور سپاہی تھا۔ اور اس نے مدینہ ہوئلمہ والون کو اجازت دیدی کہ اطمینان کے ساتھ شہر سے نکل کے چلے جائین۔

اب محمد المیاسر کے مشہور وزیر یوسف بن ذراغ کا بیٹا مسیحیون کے مقابلے کو چلا جو حاکم قرزلہ کی ماتحتی مین غرناطہ کے علاقہ جات کو تباہ و برباد کر رہے تھے۔ یہ ابن یوسف بن ذراغ

بڑا بہادر سپہ سالار تھا۔ دونون فوجین ایک وسیع میدان مین ایک دوسرے کے مقابل ہوئین اور دونون جانب سے یکسان بہادری اور استقلال سے حملہ ہوا۔ دن بھر ایسی شدید لڑائی جاری رہی کہ معلوم ہوتا انسان نہین بلکہ وحشی درندے آپس مین لڑ رہے ہین۔ آبن ذراغ نے ایسے حیرت خیز اور نمایان کام انجام دیے کہ اپنے دشمنون کو جو اُسی کے برابر قوی تھے شکست دیدی مگر اس کوشش مین اُسے اپنی جان دینی پڑی۔ وہ لڑائی مین مشغول تھا اور اُن زخمون کی کوئی پروا نہ کی جو اُسے دن بھر کی لڑائی مین پہونچے تھے۔ اور نتیجہ یہ ہوا کہ اُس کے جسم سے اس قدر خون نکل گیا کہ وہ جانبر نہ ہو سکا اور میدان جنگ مین ہی اُس نے جان دی۔ حاکم قرزلہ ڈان فلاری پیریا بھی جو بڑا بہادر شہسوار تھا اپنے سب ہمراہیون کے ساتھ اس لڑائی مین مارا گیا۔ اور بہت کم مسیحی سپاہی اس لڑائی سے اپنی جان بچا کے نکل سکے۔

اس لڑائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قسطلہ والون کی ہمتین پست ہوگئین اب اُنھین غرناطہ کے علاقہ جات مین آگے بڑھنے کی جرات نہ ہوتی۔ مسلمانون مین آبن ذراغ کی موت پر سارے ملک کو رنج تھا۔ مگر سب سے زیادہ صدمہ شہر غرناطہ کے شریف نوجوانون اور لڑکیون کو تھا کیونکہ اُس کی شرافت اور خوش ادائی نے ان سب کو اُس کا گرویدہ کر دیا تھا۔

اب قسطلہ مین نئے جھگڑے اور انقلاب پیدا ہوئے اور اُس کا اثر پڑوسی سلطنت غرناطہ مین بھی آگیا۔ اس شہر کے بہت سے نامی سردار اپنے بادشاہ محمد الیاسر سے ناخوش ہو کے دار السلطنت سے چلے گئے۔ اور اشبیلیہ کے دربار مین پہونچ کے شاہ قسطلہ کی ملازمت مین داخل ہوگئے۔ ان بدطینت لوگون مین سب سے ممتاز محمد بن اسمٰعیل تھا جو شاہ محمد الیاسر کا بھتیجا تھا۔ وہ اپنے چچا سے اس بنیاد پر ناخوش ہوا کہ اُس نے اُسے ایک لڑکی کے ساتھ جس سے اُسے خاص محبت تھی شادی نہین کرنے دی اور اُسے ایک دوسرے سردار کے عقد نکاح مین دے دیا۔ کیونکہ بادشاہ اُسے بہت زیادہ چاہتا تھا۔

ایک یہی خرابی نہین تھی جس سے ملک کے امن و امان مین رخنہ پڑنے کا اندیشہ تھا۔

بادشاہ کا ایک اور بھتیجا جس کا نام ابن عثمان تھا اور جو آلمیریا میں رہا کرتا تھا غرناطہ کے ان جھگڑوں سے واقف ہوا کہ بادشاہ اور اُس کے سرداروں میں نااتفاقی ہے وہ اپنے بہت سے طرفداروں کے ساتھ خفیہ طریقے پر دارالسلطنت میں آپہونچا۔ یہاں اُس نے عوام میں بے شمار روپیہ صرف کیا اور چند روز اس کوشش میں مصروف رہا کہ لوگوں کو بادشاہ کے خلاف مشتعل کردے۔ زیادہ زمانہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ اُس کے طرفداروں نے شورش پیدا کردی۔ ابن عثمان کا قصر الحمرا پر قبضہ ہوگیا اور اس کے بعد ہی شہر کے دیگر قلعہ جات بھی اُس کے ہاتھ میں آگئے۔ اب باغی اور نافرمان بھتیجے نے بادشاہ یعنی اپنے چچا کو گرفتار کرکے سخت ترین قید میں مبتلا کردیا۔ اس طرح وہ بدقسمت بادشاہ تیسری دفعہ تخت سلطنت سے معزول کیا گیا۔ اس دفعہ اُس نے تیرہ سال حکومت کی تھی۔

اب محمد بن عثمان کی حکومت کا اعلان کیا گیا۔ مگر سلطنت کی ساری رعایا اُس کی طرفدار نہ تھی۔ ابتدا میں جو لوگ بظاہر اس کے طرفدار نظر آتے تھے وہ بھی اب اُس سے الگ ہوگئے۔ اور بعض لوگ مشہور وزیر عبدالبر کی طاقتور جماعت میں شریک ہوگئے جو اپنے دوستوں اور عزیزوں کو لے کر شہر مانتی فریو میں چلا آیا تھا۔ یہ فوری اور خلاف اُمید انقلاب ۸۴۹ھ (۱۴۴۵ء) میں واقع ہوا۔

عقلمند وزیر عبدالبر نے دیکھا کہ اب معزول بادشاہ محمد الیاسر کو پھر تخت پر بٹھانا غیر ممکن ہے اُسے یقین تھا کہ اُس کی طرفداری میں ایک آواز بھی بلند کی گئی تو وہ جان سے مار ڈالا جائے گا۔ لہذا اُس نے شہزادہ ابن اسمٰعیل کو جو قسطلہ میں مقیم تھا خط لکھا۔ اور غرناطہ کی سلطنت اُس کے سامنے پیش کی۔

وزیر کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ ممکن ہے یہ معلوم ہوجانے کے بعد مسیحی بادشاہ ابن اسمٰعیل کو قسطلہ سے نہ آنے دے لہذا اُس نے نہایت احتیاط کے ساتھ خط بھیجا اور وہ خط ایک ایسی تحریر میں لکھا جو فقط اُسے اور شہزادہ ابن اسمٰعیل کو معلوم تھی۔ اسی قدر نہیں اُس نے

خط کو شہزادے کے پاس پہونچانے کے لیے اپنے ہی خاندان کے دو معزز سرداروں کو منتخب کیا۔ اور اُن سے کہا کہ چھپ کے اور بھیس بدل کے قسطلہ کے دربار میں جائیں۔ بہرحال ان احتیاطوں کے ساتھ وہ دونوں مسیحی دربار میں پہونچ کے ابن اسمعیل سے ملے اور اُسے راے دی کہ آپ خفیہ طریقے پر قسطلہ سے نکل چلیں۔ مگر شہزادے کو مسیحی بادشاہ کی شرافت پر کامل اطمینان تھا۔ وہ اس بات پر کسی طرح آمادہ نہ ہوا کہ اُسے اطلاع کیے بغیر اُس کے ملک سے چلا آئے اُس نے اس معاملے کو مسیحی بادشاہ کے سامنے ظاہر کرکے اس سے راے لی۔ اور کہا کہ غرناطہ کے یہ سردار اس غرض کے لیے یہاں بھیجے گئے ہیں اور وہ یہ تجویز پیش کرتے ہیں۔ مسیحی بادشاہ نے اُس کی روانگی میں کسی قسم کی دقت نہیں پیدا کی بلکہ خود مدد دینے کا وعدہ کیا۔ پھر اُس نے اپنے سرحد کے سپہ سالاروں کے نام خط دیے جن میں انھیں حکم دیا گیا تھا کہ اس مسلمان شہزادے کی مدد کریں تاکہ وہ اپنا مقصد حاصل کر سکے۔

اب شہزادہ ابن اسمعیل غرناطہ کی جانب روانہ ہوا۔ اُس کے ہمراہ چند شہسوار تھے جو شاہ قسطلہ کی ملازمت میں تھے جب وہ سرحد پر پہونچا تو فوج کے سردار اور سپہ سالاروں نے اُس کا استقبال کیا اور سواروں کی ایک بہترین جماعت کے ساتھ اُس کے ہمراہ ہوئے شہزادہ ان سب کو لے کر مدینۂ مانتی فریو کی جانب چلا اور جب اس شہر کے قریب پہونچا تو عبدالبر نے باہر آکے اُس کا استقبال کیا اور اُسی مقام پر اُس کے شاہ غرناطہ ہونے کا اعلان کیا گیا۔

اس اثنا میں ابن عثمان کو جو غرناطہ میں بادشاہ کی طرح حکومت کر رہا تھا یہ خبر پہونچی کہ مسیحیوں نے میرے چچازاد بھائی کی طرفداری کی ہے لہذا اُن سے اس دغابازی کا انتقام لینے پر آمادہ ہوگیا۔ اُس نے ایک بڑی فوج جمع کی اور اُن کے قلعوں پر حملہ کر دیا اور اُسے زیادہ کامیابی اس وجہ سے حاصل ہوگئی کہ اُس زمانے میں سلطنت قسطلہ میں لڑائیاں جاری تھیں اور انقلاب ہو رہے تھے۔ ابن عثمان نے غیر معمولی تیزی کے ساتھ اپنی فوجیں مستحکم قلعۂ نجی مورل کے قریب پہونچا دیں اور اُس کا محاصرہ کرکے زور و شور کے ساتھ حملہ کر دیا۔ محصورین کو مغلوب

ہونا پڑا۔ مسلمان بزور اسلحہ قلعے میں داخل ہو گئے۔ اور اُن سب مسیحیوں کو جو قلعے کے اندر موجود رہے تھے قتل کر ڈالا یا قید کر لیا۔ انھیں میں تنی مورل کا قائد عزارہ بھی تھا۔

اندلوسیہ میں مسیحی سرحدی فوجیں اس واقعے سے پست ہمت ہو گئیں۔ انھیں فاتح بادشاہ محمد بن عثمان سے مقابلہ کرنے یا اُس کی پیش قدمی کو روکنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ تنی مورل میں مسلمان حملہ آوروں کے پرجوش حملوں نے کافروں کے دلوں میں خوف پیدا کر دیا تھا۔ ان وجوہ سے بادشاہ کو موقع مل گیا اور وہ بغیر کسی مدافعت کے قلعہ آبن سالمہ تک بڑھتا چلا گیا جس میں بہت سی مسیحی فوجیں موجود تھیں۔ قائد عزارہ کے ذریعے سے جو اسلامی لشکر میں قیدی کی حیثیت سے موجود تھا فاتح بادشاہ ابن عثمان نے اُس شہر والوں کے پاس کہلا بھیجا کہ ہتھیار ڈال دو اور اس تباہی میں نہ پڑو جو تمھارے تنی مورل کے بھائیوں کو پیش آ چکی ہے۔ مسیحیوں نے اس دھمکی کی کوئی پروا نہ کی لہذا مسلمان شہسواروں نے جوش و خروش کے ساتھ حملہ کیا کہ کوئی طاقت انھیں نہ روک سکی۔ وہ سیڑھیاں لگا کے دیواروں پر چڑھ گئے اور قلعے کے اندر ایک شخص کی بھی جان ان کے ہاتھوں سے نہ بچ سکی۔ اس کارروائی کے بعد شاہ ابن عثمان شان و شوکت کے جھنڈے اڑاتا غرناطہ واپس آیا۔ اُس کے سپاہی اس قیمتی مال غنیمت سے لدے ہوئے تھے جو انھوں نے حاصل کیا تھا اور بے شمار قیدی اور مویشیوں کے گلّے بھی اُن کے ساتھ تھے۔

پینتیسواں باب

ابن عثمان کا مجبور ہو کے غرناطہ سے بھاگنا اور شاہ ابن اسمٰعیل کی حکومت کا اعلان۔

دوسرے سال ابن عثمان شاہ غرناطہ نے اپنی فوجوں کو کئی حصوں میں تقسیم کیا۔ اور ان جماعتوں کو سرحد کے مختلف مقامات پر بھیج دیا۔ اور ایک فوج اپنے چچا زاد بھائی ابن اسمٰعیل کے مقابلے کے لیے بھی بھیجی۔ سب سے بڑی فوج بادشاہ کے زیر علم تھی۔ اس فوج کو لے کر وہ اندلوسیہ کے علاقے میں داخل ہوا اور نہ ہو سکا۔ بلدہ عبید اور بادہ اجر پر قبضہ کر لیا۔

تفصیل ادویات مع قیمت

نام دوا	قیمت	نام دوا	قیمت
عرق کافور	۶/	طاعون کی گولیاں (چھوٹی ڈبیہ)	۱۲/
دمہ کی دوا	۸/ عصر	سالسہ	۵/
بخار کی دوا (کلاں)	۴/ عصر	سینی لائن	۸/ عصر
بخار کی دوا (خورد)	۱۰/	عرق پودینہ	۱۲/
پیڑا نا سوزاک	۵/	کلوروڈائن ۸/ (درجن ۵؍)	۸/
گرمی آتشک	۵/	لال شربت	۳/ عصر
کولا ٹانک	۴/ عصر	خارشت کھجلی کی دوا	۱۲/
گھینگھ کے کھانے کی دوا	عصر	امراض مستورات کی دوا	۸/ عصر
گھینگھ کے لگانے کی دوا	۶/	امراض دندان	۸/
گھینگھ کا مرہم	۱۰/	پیپرمنٹ کاسٹ	۱۲/
پین ہیلر	۴/ عصر	روغن پیپرمنٹ	۲/ عصر
کھانسی کی دوا (بڑی)	۴/ عصر	روغن یپٹی	۱۲/
کھانسی کی دوا (چھوٹی)	۱۰/	روغن صندل	۱۴/
کان بہنے کی دوا	۶/	روغن اجوائن	۸/
داد کا مرہم	۶/	روغن سونٹھ یا ادرک	۱۲/
زخم کا مرہم	۸/	روغن سولف	۶/
زخم دھونے کی ٹکیا	۳/	روغن دارچینی	۱۲/
مقوی باہ کی گولیاں	۴/ عصر	روغن لونگ	۸/
پرانے ملیریا بخار کی گولیاں	۱۰/	روغن لیمن	۶/
بدہضمی و بدہضمی کے دست	۸/ عصر	روغن الائچی	۱۲/
کونین کی ٹکیہ	۱۴/	لیونڈر	۱۴/
درد سر کی دوا	۱۲/	نمونہ کا بکس	۵/
[illegible]ب کی گولیاں	۹/	تھرمامیٹر انگریزی ے/ اردو ے/	ے/
طاعون کی گولیاں (بڑی ڈبیہ)	۲/ عصر		

مورخ

ایک ماہوار تاریخی رسالہ

نمبر ۱ بابت ماہ اکتوبر ۱۹۱۹ء جلد ۳

مرتبہ

مولوی محمد صدیق حسن صاحب ایڈیٹر مورخ

باہتمام

خاکسار محمد سراج الحق (حکیم) منیجر و پرنٹر و پبلشر

مورخ و دلگداز وغیرہ

دلگداز پریس لکھنؤ محلہ کٹڑہ بزن بیگ خان مین چھپکے شائع ہوا

سالانہ چندہ ۵ صہر

فی پرچہ ۸ر

مورخ کی خدمتین اور اُن کی قدردانی

مورخ تاریخی رسالہ ہی۔ مگر تاریخ کے متعلق بھی اُس کا یہ کام نہین کہ متفرق تاریخی مضامین شائع کیا کرے جیسے کہ دیگر اخبارات یا اور رسالون مین ہوتے ہین۔ مورخ کی اشاعت مین فقط یہ غرض پیش نظر رکھی گئی تھی کہ اُس کے ذریعہ سے اردو مین مستند اور ضخیم تاریخی تصانیف پیدا کردیے جائین۔ عام اس سے کہ وہ تصنیف و تالیف ہون یا عربی اور انگریزی کی مستند کتابون کے ترجمے۔

اس خدمت کو اُس نے کامیابی کے ساتھ انجام دیا تین سال کی اشاعت مین اُس نے مندرجۂ ذیل قیمتی اور پسندیدہ کتابین اردو پبلک کے سامنے پیش کردین (۱) تاریخ یہود۔ (۲) تاریخ مسیحیت۔ (۳) عرب قبل از اسلام۔ (۴) خاتم المرسلین (یہ چارون شمس العلما مولانا عبدالحلیم صاحب شرر کے تصانیف ہین اور مجموعی طور پر یہ ۱۲۴۴ صفحون مین تکمیل کو پہونچے ہین۔ (۵) دولت ہسپانیہ عرب دو ضخیم جلدون مین خاص اسپین کے ایک نامور رئیس کی تصنیف ہے جو میرے اعتقاد مین مسلمان اور تاریخ اسلام کا بڑا واقف کار تھا۔ یہ کتاب تقریبًا ۱۲۸۱ صفحون مین عنقریب پوری ہوجائے گی۔ الغرض مورخ نے آخر ۱۹۱۱ء تک تقریبًا ۳۰۰۰ صفحون کی کتابین اردو زبان کے کتب خانون اور شائقین تاریخ کے لیے مہیا کردین جس سے زیادہ مفید علمی خدمت غالبًا کوئی رسالہ اردو زبان کی نہ کرسکا ہو۔

مگر دشواری یہ ہے کہ مورخ کے متفرق پرچے درمیان کے اجزا ہونے کے باعث ناظرین کی نظر مین دلچسپ نہین ہوسکتے۔ اُن سے لطف اُسی وقت آسکتا ہے جب کتابین پوری ہوجائین اور ایسے پرچے کے لیے ظاہر ہے کہ باوجود اُن کے بے انتہا مفید ہونے کے زیادہ خریدارون کا ملنا دشوار ہی۔ چنانچہ آج تک اشاعت دو سو سے زیادہ نہ ہوسکی۔ اور اسی مجبوری سے ہماری کوشش ہی کہ ایسے علم دوست روسا پیدا کیے جائین جو اِس پرچے کی مربی گری کرکے بطور امداد کے کچھ سالانہ امداد سے دستگیری فرمائین۔ مگر چونکہ خاص طور پر کسی رئیس قوم کی طرف رجوع نہین کیا گیا لہٰذا ایسے مربی ہم کو نہین مل سکے۔

مگر فی الحال خدا نے ہماری امید کے باغ کو اپنے ابر کرم سے سرسبز کردیا۔ مولوی محمد سبحان اللہ خانصاحب رئیس گورکھپور اُن عالی خاندان روسائے اسلام سے ہین جن سے ہمیشہ مشائخ اور دیگر مستحقین کو فائدہ پہونچتا رہا۔ فی الحال اُن کی طبیعت اس جانب منعطف ہوئی کہ ایک بیش قیمت کتب خانہ گورکھپور مین قائم کردین چنانچہ اُنھون نے بہت سی نادر روزگار قلمی کتابین فراہم کرلی ہین اور جس سرگرمی سے سرگرم ہین امید ہی کہ بہت جلد ایک بہت اچھا کتب خانہ تیار ہو جائے گا۔

اُنھین علم دوست رئیس اسلام نے مورخ کی قدردانی فرماکے اُسکے لیے بطریق امداد ڈھائی سو روپیہ سالانہ مقرر فرمادیے ہین جس سے مورخ کی بقا کا پبلک کو بہت کچھ اعتماد ہوسکتا ہی۔ ہم اپنے فیاض مربی کے نہایت شکرگزار ہین اور سچ یہ ہی کہ شکریہ کا جو حق ہی اُسکے ادا کرنے سے عاجز ہین۔ مورخ مین اب "تاریخ ارض مقدس" کا سلسلہ رک گیا اور اُسکی جگہ جنوری ۱۹۱۲ء سے ہم سید احمد دحلان مرحوم مفتی شافعیہ مکہ معظمہ کی بے نظیر کتاب "الفتوحات الاسلامیہ" کا ترجمہ شروع کردین گے۔ اس مین فتوحات اسلام کا حال آغاز سے اُس زمانے تک نہایت خوبی و وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔ اور اُس کے مکمل ہوجانے کے بعد لوگ دیکھینگے کہ مسلمانون کے مذاق کے موافق اس سے اچھی تاریخ اردو مین نہین موجود ہے۔ دولت ہسپانیہ عرب بھی سال آئندہ کے اوائل ہی مین مکمل ہوجائے گی۔ اور اُس کی جگہ ہم نے مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ تاریخ گبن کو شروع کردین چاہے کتنے ہی دنون مین ختم ہو۔ علم دوست ناظرین مورخ کے سر پہ ہاتھ رکھے رہیے۔ چند روز مین وہ ثابت کردے گا کہ آپ کی توجہ و مرحمت بیکار نہین گئی۔

ملتمس خاکسار محمد صدیق حسن ایڈیٹر مورخ

جو اپنے ذاتی فائدون کی غرض سے بادشاہ کے نام سے ظلم کرتے اور لوگون کو نقصان پہونچاتے۔ بعض مورخین لکھتے ہین کہ محمد ابوعبد اللہ جنگ عقاب کی شکست سے مایوس ہو کے گوشہ نشین ہو گیا۔ اس کا اثر اُس کے دل پر ایسا سخت ہوا تھا کہ وہ کسی وقت اپنے رنج کو دور نہ کر سکتا۔ لیکن دیگر مورخین کا بیان ہے کہ اُس نے محض کاہلی اور سستی کی وجہ سے گوشہ نشینی کی زندگی اختیار کی تاکہ کوئی کام نہ کرنا پڑے۔ اُسے سوا دنیوی مسرتون کے اور کسی بات کی فکر نہ تھی۔

امیر محمد عبد اللہ الناصر لدین اللہ نے صوبہ افریقہ کی حکومت اپنے عزیز شیخ ابو محمد عبد الخالد بن ابی حفص عمر بن یحییٰ کو دی جو قبیلۂ ہنتانہ سے تعلق رکھتا تھا اور تونس کے شاہان بنی مرین کی نسل سے تھا۔

محمد ابوعبد اللہ کے وزرا مین فقط ایک شخص ایسا تھا جو کسی قدر سمجھ رکھتا تھا۔ اس کا نام ابن مثنی تھا۔ اس پر سب مورخین کو اتفاق ہے کہ یہ بادشاہ اپنی عمر طبعی سے پہلے ختم کر دیا گیا۔ اُسے ایک ایسا سخت زہر دیا گیا کہ وہ اُس کے اثر سے چند گھنٹون کے اندر مر گیا۔ الناصر لدین اللہ نے ۱۱ ماہ شعبان ۶۱۰ھ کو بروز چہارشنبہ انتقال کیا۔ اُس نے پندرہ برس چار مہینے اور اٹھارہ دن حکومت کی۔ اُس کی سلطنت کا اعلان ۲۲ ربیع الاول ۵۹۵ھ کو بروز جمعہ کیا گیا تھا اور جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ۱۱ شعبان کو اُس کی حکومت ختم ہوئی جس روز کہ اُس نے انتقال کیا۔

چھپنوان باب

المستنصر باللہ کی خلافت۔ خلیفہ کی نابالغی مین حکومت کا انتظام اور تخت نشینی کے لیے جنگ

امیر المومنین یوسف المستنصر باللہ جو المنصور باللہ کے لقب سے مشہور ہوا۔ محمد ابوعبد اللہ بن یوسف بن عبد المومن بن علی کا بیٹا تھا۔ اور اپنے باپ کے انتقال کے

بعد جب کہ اُس کی عمر پورے گیارہ سال کی نہ تھی تخت نشین ہوا۔ اُس کی ماں کا نام فاطمہ تھا جو ابن علی یوسف بن عبد المومن کی بیٹی تھی۔ لہذا وہ اُسی خاندان سے تھی جس سے کہ اُس کا باپ تعلق رکھتا تھا۔ اس خلیفہ کی کنیت ابو یعقوب تھی۔ وہ متوسط القامت اور خوبصورت تھا۔ اُس کا رنگ صاف بال لمبے اور سیاہ تھے۔ اور اُس کی آنکھیں نہایت خوشنما تھیں لیکن چہرے سے کسی قدر غرور اور تجبر ظاہر ہوتا۔ اس خلیفہ کے کاتب وہی شیوخ تھے جو اُس کے باپ کے زمانے میں مقرر ہوے تھے اور اس کے وزیر خاص اُس کے اعزا تھے۔ یا وہ موحدی سردار جن پر اُن اعزا کو اطمینان تھا۔ نو عمر بادشاہ کے چچا جملہ اُمور سلطنت کو پوری خود مختاری کے ساتھ انجام دیتے۔ اور صوبہ جات میں اُنھوں نے اپنی مرضی کے مطابق ایسے لوگوں کو مقرر کیا جن پر اُنھیں کامل اطمینان تھا۔

المستنصر باللہ کی تخت نشینی کی رسموں کے ختم ہو جانے کے بعد اُس کا چچا سید ابو محمد عبد اللہ بن المنصور مراکش سے روانہ ہو کے اُندلس میں آیا وہ یہاں والی بلنسیہ مقرر کیا گیا تھا۔ مگر شاطبہ۔ دانیہ۔ مرقیہ اور ان شہروں کی متعلقہ زمینیں بھی اُس کے قبضے میں تھیں۔ اور اس علاقے کا انتظام ابو محمد کی جانب سے اُس کا نائب شیخ سعید بن برجان انجام دیا کرتا تھا جو موحدین میں ایک مشہور سردار تھا۔ المستنصر باللہ کا ایک دوسرا چچا جس کا نام بھی عبد اللہ تھا صوبۂ افریقہ میں تھا۔ اور تقریباً یہی اختیارات اُسے اس علاقے میں حاصل تھے۔ صوبۂ افریقہ میں وہ ایک شورش رفع کرنے گیا تھا جو یحیی بن اسحق المیورقی کے طرفداروں نے شروع کر دی تھی۔ فقط یہی نہیں تھا کہ سید ابو عبد اللہ اُندلس میں آزادی اور خود مختاری کے ساتھ حکومت کر رہا تھا اور اپنی مرضی

کے مطابق قائدون اور دیگر عہدہ داروں کو مقرر کرتا بلکہ اس سے زیادہ خرابی یہ تھی کہ وہ بغیر کسی لیاقت یا قابلیت کے دیکھے ہوے لوگون کو اعلیٰ عہدون پر مقرر کرتا۔ وہ فقط یہ دیکھتا کہ یہ شخص میری نذر کرنے کے لیے کتنی رقم لایا ہے اس طرز عمل سے بڑی بے انصافی ہونے لگی۔ لوگون پر مظالم شروع ہو گئے۔ اور اُن مین عام طور پر پریشانی پیدا ہو گئی۔ ہر قائد اور قاضی اپنی جگہ پر فقط اُس وقت تک برقرار رہتا جب تک کہ کوئی دوسرا شخص اُس سے زیادہ رقم دینے کے لیے نہ آمادہ ہو جاتا۔ اُمرا نے قانون اپنے ہاتھ مین لے لیا تھا اور جیسا چاہتے قاضیون سے فیصلہ کرا لیتے۔ اپنی دولت کے ذریعے سے وہ ہر چیزین حاصل کر سکتے یہان تک کہ جرائم سے بھی بری ہو جاتے۔ معاملات کی یہ صورت تھی۔ اور ملک مین نہ ایماندار حاکم تھے۔ نہ حق کے طرفدار لوگ۔ عمدہ حکومت اور قابل عہدہ دارون کی جگہ حریص اور طامع لوگ مقرر کیے گئے۔ جو ہمیشہ ظالم۔ بدکار اور سلطنت کی بہبودی کے لیے خطرناک ہوا کرتے ہین۔

مسلمانون کی اس افسوسناک حالت سے مسیحیون نے پورا فائدہ اُٹھایا اور چاہا کہ اپنے علاقہ جات کو وسیع کر لین۔ العقاب کی لڑائی سے اُن کی ہمت بڑھ گئی تھی جو اُن کے لیے ویسی ہی اقبالمندی کی نشانی تھی جیسی مسلمانون مین تباہی اور پریشانی پیدا کرنے والی۔ اب اُنھون نے چاہا کہ اس موقع اور مسلمانون کی کمزوری سے پورا فائدہ اُٹھا لین۔ کافرون کو معلوم ہو گیا تھا کہ جنگ العقاب سے مسلمان بالکل پریشان اور تباہ ہو گئے ہین۔ پھر اُنھون نے یہ بھی دیکھا کہ مسلمان بجاے اس کے کہ اپنے نقصانون کی تلافی کی فکر کرین مختلف جماعتون مین منقسم ہین جس سے ہر قوم مین تباہی اور بربادی پیدا ہو جاتی ہے۔

مسیحی بادشاہون نے اپنے لوگون کو جمع کیا۔ اسلامی علاقے مین داخل ہوئے اور اپنی عادت کے مطابق کھیتون کو تباہ کرکے مویشیون کو پکڑلے گئے۔ اُنھون نے اپنے حملے جاری رکھے کیونکہ کوئی شخص اُن کی مدافعت کرنے والا نہین باقی رہا تھا۔ اس طرح وہ مدینہ عبیدہ اور باجہ تک پہونچ گئے۔ اور چند روز ان دونون شہرون پر قابض بھی رہے لیکن یہ شہر اسلامی علاقے کے اندر بہت دُور واقع ہوے تھے لہذا زیادہ دنون تک اُن پر قبضہ نہ رکھ سکے۔

سالہ۱۳ھ مین مسیحیون نے شہر دونیاس اور قلعہ حصن سجار پر قبضہ کرنے کے بعد قلعہ القریز کا محاصرہ کرلیا۔ یہ قلعہ موقع کے لحاظ سے نہایت مستحکم تھا لہذا چند روز اُس کی سپاہ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کرتی رہی لیکن دو مہینے تک متواتر لڑائیان جاری رہین اور قلعے کے سپہ سالار کو نہ مدد پہونچی اور نہ اس کی کوئی اُمید پائی گئی لہذا مجبوراً قلعے والون کو مسیحیون کے آگے ہتھیار ڈال دینے پڑے۔ اس ضلع کے دیگر مقامات کا بھی یہی حشر ہوا۔

الغرب یعنی اسپین کے مغربی علاقے مین بھی مسیحیون نے اسی طرح قتل و خونریزی کا بازار گرم کردیا تھا۔ اُن کی خون کی پیاسی فوجین سارے علاقے مین پھیل گئین اور کھیتون کو تباہ کرکے باشندون کو قتل اور تباہ کرنے لگین لیکن اس بدقسمت علاقے کے زیادہ تر لوگ جان سے مار ڈالے گئے۔ دشمنون نے دریائے ٹیگس کے کنارے قلعہ قنطرہ کا محاصرہ کرلیا اور حملہ کرکے بزور اسلحہ اُس پر قابض ہوگئے۔

ماہ جمادی الاول سالہ۱۴ھ مین مسیحی جن کے ساتھ فرانس کے لوگ بھی تھے قصر الفتح پر حملہ آور ہوے۔ اس قلعے کا والی عبداللہ بن محمد بن وزیر تھا جس نے یہ قلعہ اپنے باپ سے پایا تھا۔ وہ بہادری کے ساتھ شہر کو

بچانے لگا۔ کبھی نہایت سخت لڑائیون کے بعد مسیحی قلعے مین داخل ہو گئے۔ اور اُنھون نے ایک ہزار سے زیادہ مسلمان شہسوارون کے سر تن سے جدا کر دیے۔ عبداللہ بھی قید ہوا۔ مگر اُس کی جان بچ گئی۔ کیونکہ اُس کے معاوضے مین ایک کثیر رقم دیدی گئی۔ اور وہ مسیحیون کے ہاتھ سے نجات پا کے مراکش مین آیا۔ مگر ایک زمانے کے بعد وہ پھر اسپین مین واپس گیا اور الفتنہ یعنی خانہ جنگی کے زمانے مین جو ابوعبداللہ بن یوسف بن ہود الجزامی نے جاری کر رکھی تھی اپنے بھائی ابراہیم بن محمد کے ساتھ نہایت افسوسناک طریقے پر مارا گیا۔

سنہ ۱۲۳ھ مین مسیحی قرطبہ کی سرحد تک پہونچ گئے۔ اُن کی تباہ کُن جماعتین قلعۃ الراوہ اور قنتنجرہ ہوتی ہوئی آگے بڑھین اور راستہ مین اس ملک کو اپنا مطیع بناتی گئین۔ اب مسیحی مدینۂ باجہ کے قریب پہونچے اور شہر کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن شاہ المستنصر باللہ کا چچا شیخ سید محمد جو صوبۂ قرطبہ کا والی تھا اپنی بہترین فوجون اور رسالون کے ساتھ مدینۂ باجہ مین موجود تھا لہذا وہ دشمنون کے مقابلے کو نکلا اور کئی لڑائیون اور اچانک حملون مین مسیحیون کو شکستین دیدین اور اُنھین مجبور کیا کہ اپنے خیمے اُکھاڑ کے اپنی سرحد مین واپس جائین۔

اشبیلیہ کی حکومت سید ابوعلی کے ہاتھ مین تھی اور اُس کے شیوخ سید ونیہ شنیرس۔ اقیجہ اور قرمونہ پر قابض تھے یہ سب سردار فوراً مغربی اسپین کی مدد کو روانہ ہوئے کیونکہ مسیحیون نے ایک طاقتور جماعت کے ساتھ اُس علاقے پر حملہ کر کے قصر ابی دانس کا محاصرہ کر لیا تھا۔ محصورین کی مدد کے لیے شنیرس کا والی قرطبہ اور اشبیلیہ کے رسالون کے ساتھ روانہ ہوا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ قلعے تک پہونچا ہو۔ مسیحی اُس کے مقابلے کو آ گئے۔ ایک نہایت خونریز لڑائی

ہوئی جن مین مسلمانون نے بڑے کارہائے نمایان انجام دیے۔ مگر آخر مین سلمحد کو مسیحیون کی زیادتی تعداد کی وجہ سے شکست اٹھانا پڑی۔ اس کے علاوہ یہ مسیحیون کی اقبالمندی کا زمانہ تھا لہذا اُنھون نے مسلمانون کو میدانِ جنگ سے بھگا دیا۔ اور نہایت تیزی کے ساتھ تعاقب کرنے لگے جس مین اُنھون نے بہت زیادہ مسلمانون کو قتل کیا کیونکہ وہ زخمی اور تھکے ہوے تھے اور دشمنون کے جوشِ غضب سے بچنے کا کوئی ذریعہ اُن کے پاس نہ تھا۔

اس شکست کا لازمی اور فوری نتیجہ یہ ہوا کہ قصرآبی دانس بھی مسیحیون کے ہاتھ آگیا وہ بزور اسلحہ اُس مین داخل ہو گئے۔ اور جتنے جاندار لوگ اُس مین ملے اُنھون نے قتل کر ڈالے۔ مردون عورتون اور بچون مین سے ایک شخص کو بھی جو دین اسلام کا پیرو تھا۔ اُنھون نے زندہ نہ چھوڑا۔ یہ افسوسناک واقعہ ۶۱۵ھ مین پیش آیا۔

اسی ۶۱۵ھ مین ابو ابراہیم اسحٰق نے حکم دیا کہ شہر غرناطہ کے باہر دریائے شنیل کے کنارے قصرِ صید تعمیر کیا جائے۔ اور اس شاندار قصر کے سامنے رابطہ یعنی بادشاہون کا مدفن بنایا جائے۔

ان کامیابیون سے مسیحیون کی ہمت بہت بڑھ گئی تھی لہذا ۶۱۶ھ مین وہ بلاد قرطبہ اور ترغیلہ پر حملہ کرنے کے ارادے سے آگے بڑھے اور اول الذکر شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اُنھین اپنی قوت پر کامل اطمینان تھا کہ اس شہر پر قبضہ کر لین گے۔ لیکن المغرب کی سرحد کے محافظ رسالے اُن کے خون کے پیاسے ہو رہے تھے لہذا ایک دن علی الصباح مسیحی لشکرگاہ پر دفعتہً اُمڈ پڑے اور قبل اس کے کہ وہ لوگ اپنی صفین درست کر کے مدافعت کے لیے تیار ہو سکین مسلمانون نے زور و شور کے ساتھ حملہ کر دیا اور بشمار مسیحیون کو قتل کر ڈالا مسیحی ہزارون

کی کوششین اپنی صفون کے درست کرنے اور ترتیب قائم رکھنے مین بیکار ہوئین۔ سب پریشان ہوکے بھاگے ۔ شیرس اور اشبیلیہ کے سوارون نے نہایت تیزی کے ساتھ تعاقب کیا اور برابر اپنے نیزون سے کام لیتے گئے یہان تک کہ ساری زمین مسیحی مقتولین اور زخمیون سے جو عنقریب اپنے مقتولین کا ساتھ دینے والے تھے چھپ گئی ۔ خیمے ۔ منجنیقین ۔ سامان جنگ مویشی اور مسلمان قیدی جو کافرون کے ہاتھ مین گرفتار تھے فاتحون کو مل گئے ۔ مسیحیون مین سے کوئی شخص سوا اپنی جان کے اور کچھ نہ لے جا سکا ۔ اور وہ لوگ بھی جن کی جانین بچ گئین زیادہ تعداد مین نہ تھے کیونکہ اس فوج کے زیادہ تر سپاہی میدان جنگ مین وحشی درندون اور شکاری چڑیون کے لیے مرے پڑے تھے ۔

علاقہ بلنشیہ پر بھی کافرون کے حملے کا یہی حال ہوا ۔ مسیحی فوجین المنشار اور رکنیہ کے نواح کو تباہ و برباد کرکے مال غنیمت سے لدی ہوئی بلنشیہ کے قریب پہونچین ۔ سرحد کی محافظ فوجین اُن کے مقابلے کو نکلین ۔ اور رقابات مین جہان کہ مسیحی مقیم تھے مسلمان لڑائی کے لیے آمادہ ہو گئے ۔ مسیحیون کو شکست ہو گئی اور اُن کے بہت لوگ قتل ہوئے ۔ جو مال غنیمت اور قیدی اُنھون نے حاصل کیے تھے مسلمانون نے واپس لے لیے ۔

امیر المومنین یوسف المستنصر باللہ اپنے مراکش کے قصرون مین عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہا تھا ۔ ہر وقت حرم کی لونڈیان اُسے گھیرے رہتین ۔ اُسے سوا اپنے شہر کے قصرون یا خوشنما باغون کی درستی کے اور کسی بات کی فکر نہ تھی ۔ وہ اس لائق نہ تھا کہ اپنے لوگون اور رعایا کی نگہبانی کر سکے لہذا اُس کے پاس مویشی اور دیگر جانور بکثرت موجود تھے اور وہ ہر وقت اُنھین کی خبر گیری مین مصروف رہتا ۔ وہ فقط اپنے غلامون ۔ کسانون ۔ نوکرون

اور اصطبل کے سائیسوں سے باتیں کرتا اور ہر وقت عیش و عشرت میں مصروف رہتا جس میں حد سے زیادہ انہماک نے اُس کی زندگی کا قبل از وقت خاتمہ کر دیا اور اُس نے اپنے عنفوانِ شباب میں انتقال کیا۔ ۱۳ ماہ ذی الحجہ ۶۲۰ھ کو اللہ تعالیٰ نے اُسے اپنے آغوش رحمت میں لے لیا۔

المستنصر باللہ کی موت بالکل خلاف توقع واقع ہوئی۔ اُس کا کوئی جانشین نہ تھا لہذا تاج و تخت کے لیے اُس کے اعزا میں خانہ جنگی شروع ہو گئی۔ یہ لڑائی "الفتنہ" یا "حافدین کی شورش" کے نام سے مشہور ہے۔ بادشاہ کے مرتے ہی سارے ملک میں زور و شور کے ساتھ لڑائی اور قتل و غارت کا بازار گرم ہو گیا۔

سب سے پہلے جس نے حکومت حاصل کرنی چاہی وہ المستنصر باللہ کا چچا سید ابو المالک عبد الواحد بن ابو یعقوب بن یوسف بن عبد المومن تھا۔ اُس نے بغیر کسی وقت کے تخت سلطنت پر قبضہ کر لیا لیکن صوبہ جات کے شیوخ پہلے ہی غیر محدود اختیارات حاصل کر چکے تھے۔ لہذا بہت سی جماعتیں اُس کے خلاف پیدا ہو گئیں۔ عبد اللہ ابو محمد بن یعقوب المنصور نے جو العادل باللہ کے لقب سے مشہور تھا مرقیہ میں حکومت حاصل کر لی تھی۔ ایک بڑی جماعت اُس کی طرفدار ہو گئی اور اُس نے اپنے کو اس صوبے کا بادشاہ مشہور کیا۔ حالانکہ دیگر علاقہ جات کی طرح اس صوبے میں بھی جھگڑے اور فساد جاری تھے۔

یہ عبد اللہ محمد بڑا عقلمند سردار تھا۔ اور اُمید کی جاتی تھی کہ وہ اُن سب خرابیوں کو دُور کرے گا جو سرزمین اندلس میں پیدا ہو گئی تھیں۔ لیکن شیوخ جو آزادی کے عادی ہو گئے تھے اور وہ لوگ جو والی۔ حاکم۔ [illegible] یا امی

قسم کے دیگر عہدون پر مقرر تھے اُسی حال مین ناجائز فائدہ حاصل کر سکتے تھے جب کہ ملک مین بدامنی قائم رہے۔ عبد اللہ محمد نے ان خود سر ہمراہیوں کی آزادی کو روکنا چاہا جس قدر وہ ملک کی بہتری کی کوشش کرنا چاہتا تھا اُس کے دشمن تعداد مین بڑھتے جاتے تھے اور والی جن کے مضرت رسان اثر کو وہ کم کرنا چاہتا تھا ہر موقع پر اُس کی مخالفت کرتے۔ آخر کار وہ اُس سے بالکل نفرت کرنے لگے اور دشمن ہو گئے۔ تاہم شہزادہ محمد نے اپنا اثر قائم رکھا بلکہ مراکش مین اپنے طرفدار شیوخ کو اس بات پر آمادہ کر دیا کہ امیر ابو المالک عبد الواحد کو جس نے تخت پر زبردستی قبضہ کر لیا ہے اُس سے محروم کر کے خود اُس کے بادشاہ اور امیر المومنین ہونے کا اعلان کر دین۔ وہ لوگ اس مقصد مین کامیاب ہوے اور تیرھوین ماہ صفر سنہ ۶۲۱ھ کو اُنھون نے ابو المالک کو یہ دھمکی دی کے تخت سلطنت سے علحدہ کر دیا کہ اگر آپ اسے نہ چھوڑین گے تو ہم آپ کو قتل کر ڈالین گے۔ اور اِس کے بعد بھی فقط اِس وعدے پر اُس کی جان بچی کہ عبد اللہ محمد کی تخت نشینی کا اعلان ہونے کے بعد اطاعت گذاری کا حلف اُٹھائے گا۔ لیکن ابو المالک عبد الواحد کے معزول ہونے کے تیسرے دن عبد اللہ محمد کے طرفدارون نے اُسے قتل کر ڈالا۔ کیونکہ اُنھین اندیشہ تھا کہ اگر قسمت نے اس کا ساتھ دیا اور اِسے موقع ملا تو وہ پھر اُسی تخت پر قابض ہو جائے گا جس سے ہم نے اُسے زبردستی محروم کر دیا ہے۔ اور اُس صورت مین وہ ہم سے نہایت سخت انتقام لے گا۔ ابو المالک نے فقط آٹھ مہینے اور نو دن حکومت کی تھی۔

اس اثنا مین مسیحی برابر مسلمانانِ اندلس پر حملے کرتے رہے تھے۔ ایک طاقتور فوج کے ساتھ وہ علاقۂ بلنسیہ مین داخل ہوے اور اپنی عادت کے

مطابق زمین کو لوٹنے اور تباہ کرنے لگے۔ اُن کی فوج اتنی بڑی تھی کہ اندلس کے مسلمان جو خانہ جنگیون مین مبتلا تھے مقابلے کے لیے کافی تعداد مین فوج نہ بہم پہونچا سکے۔ والی باجہ محمد نے مسیحی بادشاہ کی اطاعت قبول کر لی۔ اور چند شرائط پر اُس سے صلح کی۔ ایک خاص شرط یہ بھی تھی کہ والی باجہ محمد اُسے نقد روپیہ دے گا اور لڑائیون مین اس کی مدد کرتا رہے گا۔ ان شرائط پر وہ والی باجہ کی حکومت پر بحال رکھا گیا اور اُس نے لڑائیون مین مسلمانون کے خلاف مسیحیون کو مدد دی مسیحیون نے اسی زمانے مین قلعۂ نجدہ پر قبضہ کر لیا۔ مگر بہت بڑا نقصان اُٹھانے کے بعد اور اُس کے انتقام مین اُنھون نے مسلمانون مین بہت زیادہ خونریزی کی۔

اب یہ دیکھا گیا کہ امیر محمد ابو عبد اللہ العادل شیوخ کو خود مختار نہین ہونے دیتا ہے تاکہ وہ اپنی مرضی کے مطابق لوگون کو لوٹین اور قتل کرین بلکہ وہ اُن کی قوت کو روک رہا ہے تاکہ لوگون مین امن اور انصاف قائم ہو۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہی لوگ جنھون نے اُس کی حکومت کا اعلان کیا تھا اُس کے مخالف ہو گئے اور غور کرنے لگے کہ کس طرح اُسے معزول کرین۔ اِس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے اُنھین زیادہ دنون نہین انتظار کرنا پڑا اور مندرجۂ ذیل طریقے پر اس کا موقع اُن کے ہاتھ آیا۔ والی باجہ کی مدد سے مسیحیون نے ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ محمد عبد اللہ کے علاقے پر حملہ کیا اور کئی قلعون پر قبضہ کر لیا جن مین آندوشر مرطیس اور شندر بھی تھے۔ بادشاہ کے پاس اتنی فوج نہ تھی کہ ان حملہ آورون کو روکتا یا کھلے میدان مین اُن کا مقابلہ کرتا لہٰذا اُس نے مسیحیون سے ایک معاہدہ کر لیا تاکہ اُسے خود اپنی اور اپنے ملک کی حالت سنبھالنے کا

موقع مل جائے۔

اب شیوخ کو اپنی مرضی کے مطابق موقع مل گیا۔ اُنھون نے اس کے اس فعل پر نکتہ چینی کی اور مشہور کر دیا کہ وہ خراب مسلمان ہے۔ اس طرح لوگون کو اس کے خلاف شورش پر آمادہ کر دیا۔ اور عوام مین اس قدر جوش پیدا کر دیا کہ وہ اس کی اطاعت سے منحرف ہو گئے۔ اور اُنھون نے سلطنت کی خدمت جو اُن کے ذمے واجب تھی اور مقررہ محاصل کے ادا کرنے سے انکار کر دیا۔

اس کے بعد ایک اعلان شایع کیا گیا جس کے ذریعے سے محمد عبداللہ کو غاصب قرار دیا گیا اور کہا گیا کہ اُس نے زبردستی سلطنت حاصل کر لی ہے۔ پھر شیوخ نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ ہم حق پر ہین۔ محمد عبداللہ کے گارڈ کے سپاہیون کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور ایک روز موقع پاکے اُس کے کمرے مین گھس گئے اور اُسے بستر پر قتل کر ڈالا۔ اس طرح ۶۲۴ھ مین اس نیک بادشاہ محمد عبداللہ کی زندگی کا خاتمہ ہوا جس نے تین سال آٹھ مہینے اور نو دن حکومت کی تھی۔

ستاونوان باب

سید ابو العلا ادریس المامون بن یعقوب المنصور کا بادشاہ منتخب ہونا۔ امیر المومنین شیوخ کی صدارت کو نہین تسلیم کرتا ہے۔ مسیحیون پر فتح۔ اُس کا افریقہ مین آکے انتقال کرنا اور موحدی سلطنت کا خاتمہ

اب موحدی شیوخ نے باتفاق آرا سید المامون ابو العلا ادریس بن یعقوب المنصور کو اپنا امیر منتخب کیا جو ایک شریف اور نامور سپہ سالار تھا۔

مشرقی افریقہ کی کامیابیون نے اُسے بہت مشہور کر دیا تھا - اور بعد مین وہ مدینۂ اشبیلیہ کا حاکم مقرر ہوا جہان کے لوگ اس کی بہت قدر کرتے تھے - اسی کے حکم سے ملاغہ کا قصر صنید تعمیر ہوا تھا - اور اُسی کی نگرانی مین وہ عمارت ۶۲۳ھ مین اختتام کو پہونچی -

لوگون نے اس شریف بادشاہ کو اپنا امیرالمؤمنین منتخب کر لیا - اور اُس نے تخت نشین ہوتے ہی اپنے بھائی محمد عبداللہ کی پیروی شروع کی - یعنی موحدی شیوخ کی دونون مجلسون کے غیر محدود اختیارات کم کرنے لگا -

ابو العلا ادریس نے یہ کام اس طرح شروع کیا کہ مہدی کے اُصول اور قواعد کے خلاف ایک کتاب لکھی - اور بتایا کہ اس مین یہ کمزوریان ہین اور اس طرز عمل کے اختیار کرنے سے یہ خرابیان پیدا ہوتی ہین اور اسی کتاب مین اپنا یہ ارادہ ظاہر کیا کہ مین موحدی سلطنت کے بانی کے اُصول مین اصلاح کر کے ایک نئے طرز کی حکومت قائم کرون گا -

اس اہم کام مین وزیر ابو زکریا ابن ابی عامر نے امیرالمؤمنین کی بہت مدد کی کیونکہ وہ بہت عقلمند اور عالی دماغ شخص تھا - اور اُس نے سلطنت کی کمزوریون اور اُس کی بہتری کے متعلق بہت سی تجویزین شاہ ابو العلا ادریس المامون المنصور کو بتائین - ان دونون کی یہ راے تھی کہ ایک خودسر اسلامی سلطنت مین احکام شریعت کے بعد کوئی قانون سوا بادشاہ کی مرضی کے نہ ہونا چاہیئے -

جب موحدی شیوخ کو امیر کے ارادے معلوم ہوے وہ اپنی قوت کے برقرار رکھنے کی انتہائی کوششین کرنے لگے کیونکہ اصلی اقتدارات اُنھون نے اپنے ہاتھ مین لے لیے تھے - بادشاہ کی اس راے سے

اُنھون نے علانیہ مخالفت کی اور کہا کہ ہم عوام کے اس انتخاب کو نہین مانتے۔ ابو العلا ادریس نے زبردستی حکومت حاصل کر لی ہو جو عوام کے فوری جوش و خروش کا نتیجہ تھی۔ کسی نے متانت کے ساتھ غور کر کے اُسے بادشاہ نہین بنایا ہو۔ اب اُنھون نے ایک دوسرے شخص کو بادشاہ منتخب کیا۔ لیکن اصل یہ ہو کہ اُنھون نے اُسے زبردستی اپنا بادشاہ بنا لیا تھا۔ اُس کا نام ابوزکریا یحیٰی بن الناصر تھا۔ شیوخ نے فوراً اس کمزور اور ناقابل شخص کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اور شان و شوکت کے ساتھ اُس کی حکومت کا اعلان کرنے لگے۔ اُنھون نے کہا کہ امیر محمد عبداللہ کا جائز وارث یہی ہو۔ شیخ سید ابو العلا ادریس المامون نے موحدی سلطنت پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا۔

بیعت کی رسم انجام پا جانے کے بعد شیوخ نے اپنے نئے بادشاہ کو ایک طاقتور جماعت کے ساتھ اسپین مین بھیجا۔ اُنھین اُمید تھی کہ اس فوج کے ذریعے سے وہ ابو العلا ادریس کو حکومت سے محروم کر دے گا۔ جب ابو العلا ادریس المامون نے یحیٰی بن الناصر کے آنے کا حال سُنا تو اُس نے اپنی فوجین جمع کین اور مسیحی شہسوارون کی مدد سے جو اشبیلیہ مین موجود تھے اپنے حریف کے مقابلے کو نکلا۔ دونون جانب کی فوجین سدونیہ کے نواح مین ایک دوسرے کے مقابل ہوئین ابتداءً کئی لڑائیان واقع ہوئین جن مین کبھی اس جانب فتح ہوتی اور کبھی اُس جانب۔ لیکن آخر مین ایک بڑی لڑائی ہوئی جس مین دونون مدعیان سلطنت اپنی پوری قوت کے ساتھ موجود تھے۔ اس مین ابو العلا ادریس المامون نے اپنے حریف یحیٰی بن الناصر کو شکست دیدی اور اُسے بھاگ کے پہاڑون مین پناہ لینی پڑی۔ کیونکہ بھاگنے والون کے لیے اس کے سوا اور کوئی ذریعہ اپنی جان

بچانے کا نہ تھا۔

ابو العلا ادریس نے اپنے حریف کا تعاقب نہین کیا کیونکہ اس لڑائی کے بعد یحیی بن الناصر کے پاس اتنی فوج نہین باقی رہی تھی جس سے ابو العلا کو خوف پیدا ہوتا۔ لہذا وہ اُن سرحدون کی طرف واپس چلا گیا جہان کافرون کے روکنے کے لیے اس کی موجودگی کی سخت ضرورت تھی۔

اب مسیحی اس قدر غالب آ گئے تھے کہ اہل اُندلس کے دلون مین بہت خوف پیدا ہوا۔ وہ سرحد کے مسلمانون کے تباہ کرنے پر قانع نہین تھے بلکہ اندرون ملک مین گھس آئے تھے۔ اُن کی اگلی جماعتین شنتیل کے میدانون تک پہونچ گئین۔ اور اُن کافرون نے نوشہ اور الحمرا پر قبضہ کر کے شہر جیان کا محاصرہ کر لیا۔ فوراً امیر المومنین ابو العلا ادریس المامون اپنی رعایا کی مدد کو آ پہونچا۔ اور جیان کے قریب اُن پر حملہ کر کے سخت نقصان کے ساتھ انھین شکست دیدی جس سے مسیحیون کو مجبوراً اُس شہر کا محاصرہ اُٹھا لینا پڑا۔ انھون نے اپنے خیمے اُکھاڑے اور نہایت تیزی کے ساتھ اس ضلع کو خالی کر کے اور قلعون کو جن پر اُنھون نے قبضہ کر لیا تھا چھوڑ کے چلے گئے۔ مگر وہ مال غنیمت جو اُنھون نے حاصل کر لیا تھا اپنے ساتھ لیتے گئے۔

جب المامون ادریس ابو العلا اپنی سرحدون کو محفوظ کر چکا تو اس نے ارادہ کیا کہ شیوخ کو اُن کی گستاخی کی سزا دے کیونکہ انھون نے علاقۂ المغرب مین اس کی حکومت کا اعلان نہین ہونے دیا تھا اور القبلہ اور شرقی افریقہ والون سے بیعت لینے مین مختلف قسم کی مشکلین پیدا کر دی تھین۔ اُس نے اشبیلیہ اور اندلس کے دیگر شہرون کی حکومت اپنے نہایت معتبر سپہ سالار کے سپرد کی اور جہاز مین بیٹھ کے ۲۲ ماہ شوال سنہ ۶۲۴ھ کو المغرب مین پہونچ گیا۔

ماہ رمضان سنہ ۶۲۶ھ[عہ] مین جزیرۂ طارق کی عظیم الشان جنگ واقع ہوئی جس مین سلطنت مراکش کا امیر البحر ابراہیم بن غانم لڑتا ہوا مارا گیا - وہ سبطہ کا والی بھی تھا
امیر المومنین ابو العلا ادریس المامون ایسی تیزی اور آزادی کے ساتھ اپنے تیز رو سوارون کو لے کر مراکش مین داخل ہو گیا کہ اُس کے دشمنون کو بالکل خبر نہ ہونے پائی - دفعتہً اُنھون نے دیکھا کہ امیر المومنین شہر کے اندر آ پہونچا ہے
شیوخ اور شہران سلطنت اپنی مجلسون مین جمع تھے کہ بادشاہ ہمت کر کے اُن مین جا پہونچا - حالانکہ وہ اُس کی جان کے دشمن تھے اور حکومت کے کل اقتدارات اُنھین کے ہاتھ مین تھے - اس کے بعد بادشاہ القصر مین آیا اور حکم دیا کہ دونون مجلسون کے شیوخ حاضر کیے جائین جب وہ لائے گئے تو بادشاہ نے اپنے گارڈ کے سپاہیون کے سامنے اُن کی نافرمانی اور خودسری پر بہت لعنت و ملامت کی - اُس نے اُن کے بیانات سننے سے انکار نہین کیا - بلکہ جب اُنھین قائل کر دیا اور جملہ حاضرین کو اطمینان دلا دیا کہ اُن شیوخ کے دلون مین دغابازی اور بے ایمانی کا خیال ضرور تھا تو امیر نے حکم دیا کہ وہ سب قتل کر ڈالے جائین - گارڈ کے سپاہیون نے فوراً اس کی تعمیل کی - اُن شیوخ کو جو نہایت معزز اور سربرآوردہ تھے وہ قصر سے کھینچ کے باہر صحن مین لائے اور اُن سب کے سر تن سے جدا کر دیے -
جو شیوخ اس وقت نہین آئے تھے اُن کے لیے بھی ابو العلا ادریس نے یہی سزا تجویز

عہ ناظرین کو کسی قدر تعجب ضرور ہوگا کہ ایک واقعے کے درمیان مین ایک دو برس کے بعد کا واقعہ درج کر دیا گیا ہے لیکن مترجم کو یہ مناسب نہین معلوم ہوا کہ مصنف کے ترتیب واقعات مین کوئی تغیر و تبدل کرے - کہین کہین اُس نے یہ البتہ کیا ہے کہ کسی جملہ کو ضرورت کے مطابق مقدم و موخر کر دیا ہے لیکن ترتیب واقعات مین تغیر و تبدل کرنا اُس نے مناسب نہین جانا - (مترجمۂ انگریزی)

کی اور جن لوگون نے کہین چھپ کے پناہ لی تھی اُن کے لیے بھی یہی حکم دیدیا گیا۔ اس حکم کی تعمیل ایسی سختی کے ساتھ کی گئی کہ چند روز مین امیر المومنین کے سامنے چار ہزار شیوخ کے سر جمع کر دیے گئے۔ اور اُس نے حکم دیا کہ وہ سب شہر پناہ مین لٹکا دیے جائین۔

اب سب لوگ بادشاہ سے ڈرنے لگے۔ اُس کے حبشی اور اُندلسی گارڈ کے سپاہی المغرب کے لیے ایک بلائے عظیم تھے کسی کو سوا بادشاہ کے حکم کی فوری تعمیل کر دینے کے اور کسی بات کی جرات نہ ہوتی۔ ان شیوخ کے قتل کا واقعہ ۶۲۸ھ مین پیش آیا۔

المہدی کے مقرر کردہ اُصول حکومت کے مطابق ان دونون مجلسون کے اختیارات بہت وسیع تھے۔ اسی وجہ سے اُن شیوخ نے اتنا اقتدار حاصل کر لیا تھا۔ اور ابو العلا ادریس المامون نے اُن سب کو سرسری تحقیقات کے بعد قتل کر ڈالا تھا۔ اب امیر المومنین نے اس قانون کو منسوخ کر کے اُصول حکمرانی کی اصلاح کی۔ اُس نے ان مجلسون کے اختیارات بہت محدود کر دیے اور اُن کی حیثیت فقط قاضیون کے مشیرون کی سی کر دی۔ اور اُنھین سلطنت کے اہم معاملات سے کوئی واسطہ نہین رہا۔ سوا معمولی مقدمات اور رعایا کے جھگڑون کے اور کسی اہم معاملے یا اُمور سلطنت مین راے دینے کی اُنھین قطعاً ممانعت کر دی گئی۔

اس طرح رعایا کے حقوق سلب کر کے امیر ابو العلا ادریس المامون نے حکم دیا کہ المہدی کا نام نماز جمعہ کے خطبے سے نکال ڈالا جائے۔ اور کہا کہ سکہ پر بھی جو الفاظ مہدی کے متعلق نقش ہین نکال ڈالے جائین۔ پھر اُس نے کہا کہ اُس خود ساختہ امام المہدی کے متعلق جتنی یادگارین باقی ہون سب نیست و نابود کر دی جائین اور سرکاری کاغذات پر جو دستور امیر عبد المومن بن علی کے زمانے سے اس وقت تک چلا آتا تھا کہ سب سے

پہلے امام المہدی کا نام لکھا جاتا۔ اس کی بھی ممانعت کر دی۔

ابو العلا ادریس المامون کے یہ احکام در اصل نہایت سخت اور ان لوگون کے لیے ناقابل عمل تھے کیونکہ وہ ایک مدت سے جس بات کے عادی ہو گئے تھے اُسے دفعتہً نہین چھوڑ سکتے تھے۔ لیکن شیوخ کے سر جو شہر پناہ مین لٹکے ہوئے تھے لوگون کو سر نہ اُٹھانے دیتے۔ سب لوگ امیر المومنین کے خوف سے کانپتے۔ کسی کو اس بات کی جرأت نہ ہوتی کہ اُس کی عدول حکمی یا اُس پر نکتہ چینی کرے۔

جس زمانے مین یہ سر شہر پناہ مین لٹکائے گئے ہین وہ سخت گرمی کا موسم تھا۔ لہذا ان سرون کی بدبو سارے شہر مین پھیل گئی۔ اور لوگون کو تکلیف ہونے لگی۔ بادشاہ کے کاتب فقیہ ابو سعید متوطن فاس نے امیر المومنین سے شکایت کی۔ ابو العلا المامون نے جواب دیا "ابو سعید تم مطمئن رہو۔ ان سرون کی روحین شہر کی حفاظت کر رہی ہین وہ ہرگز نقصان نہ پہونچائین گی۔ اس کی بو اُن لوگون کے لیے جو میرے شیدا ہین اور میرے ساتھ محبت رکھتے ہین نہایت عمدہ اور خوشگوار ہے۔ اور مضرت رسان فقط اُن لوگون کے لیے ہے جو مجھ سے نفرت کرتے یا مجھے نقصان پہونچانا چاہتے ہین لیکن تم اس کی فکر نہ کرو مین اچھی طرح جانتا ہون کہ عوام کی حفظ صحت کے لیے کون چیز ضروری ہے۔"

اسی ۶۲۷ھ مین ابو العلا ادریس المامون کی فوجون نے شہر مراکش کے قریب شیخ ابو زکریا یحیی بن الناصر کی فوجون کا مقابلہ کیا۔ یہ لڑائی نہایت سخت اور خونریز تھی۔ آخر مین المامون نے اپنے حریف کو شکست دیدی۔ اور اُسے شدید نقصان پہونچایا کیونکہ میدانِ جنگ مین یحیی بن الناصر کے دس ہزار سپاہی مرے ہوئے پڑے تھے۔ اور شیخ ابو زکریا کی جان فقط اس وجہ سے بچ گئی کہ وہ اپنی فوج کے ایک حصے کے ساتھ کوہسار فاس مین بھاگ گیا۔

اُس طرح المغرب مین امن قائم کرکے امیر المومنین نے اسپین کی جانب توجہ کی کیونکہ

عـہ جو عربی الفاظ اس جگہ استعمال کیے گئے ہین ان ... "یا" انفط "یا" مسالس کے بھی ہو سکتے ہین (کاتب)

وہان بھی یحییٰ بن الناصر کے طرفدار عوام اور خصوصاً غرناطہ والون کو اُس کے خلاف شورش پر آمادہ کر رہے تھے۔ محمد والی باجہ کی مدد سے مسیحی بھی اسلامی علاقے مین گھس آئے تھے اور اُنھون نے بہت سے قلعون پر قبضہ کر لیا تھا جن مین زیادہ مشہور سرباترہ اور برج الحمار تھے۔ یہ نقصانات، علاقۂ اندلوسیہ مین واقع ہوے تھے اور بلنشیہ مین امیر المومنین کے بھائی سید ابوعبداللہ کو قلعۂ بانس تولہ بھی مسیحیون کے حوالے کر دینا پڑا تھا۔ بلکہ اس خوف سے کہ کہین اس سے زیادہ نقصان نہ پہونچ جائے اُس شہزادے نے مسیحی بادشاہ جاسوم[ع۵] سے ایک معاہدہ کر لیا۔

یہ سب سباب تھے جنھون نے ابوالعلا ادریس کو اسپین مین واپس آنے پر مجبور کیا۔ وہ اپنے دار السلطنت سے روانہ ہوا۔ اور چند روز اشبیلیہ مین ٹھہرنے کے بعد ارادہ کیا کہ مدینۂ باجہ کو فتح کر لے جو باغی شیخ محمد کے قبضے مین تھا۔ وہ سردار مسیحیون کا دوست تھا اور اُسی کی مدد سے کافر ایسی آسانی اور کامیابی کے ساتھ اسلامی علاقے مین داخل ہو گئے تھے۔

امیر المومنین نے بلاغہ۔ اشبیلیہ اور قرطبہ کی فوجین جمع کین پھر مدینۂ باجہ کے محاصرے کو روانہ ہو گیا اور ارادہ کر لیا کہ جب تک معاہدے یا اسلحے کے ذریعے سے اُس پر قابض نہ ہو جاؤن گا اپنا خیمہ وہان سے نہ اُکھاڑون گا۔ لیکن مدینۂ باجہ کے باشندے مسیحیون سے دوستی کی وجہ سے اپنے والی کے خلاف ہو چکے تھے۔ لہذا چند روز کے محاصرے کے بعد اُنھون نے اپنے پھاٹک امیر المومنین کے لیے کھول دیے۔ اور اپنی چند روزہ مدافعت کے معاوضے مین اپنے والی محمد کا سر لا کے ابوالعلا ادریس کے سامنے پیش کر دیا اور کہا "اے بادشاہ! یہ اُس شخص کا سر ہے جس نے مسیحیون کو پناہ دی تھی اور اُن کو اپنے یہان مہمان رکھا تھا۔ اور ہمین مجبور کیا تھا کہ اُنھین سامانِ رسد بہم پہونچائین اور اپنے ملک مین ٹھہرائین"۔

باغی والی کا سر دیکھ کے ابوالعلا ادریس بہت خوش ہوا۔ اب اُسے اطمینان حاصل ہو گیا

ع۵ جیمس شاہ برشلونہ (کاتلونی)

کہ دیگر ضروری کامون کی طرف توجہ کرسکون گا۔ اُس نے مدینۂ باجہ کو اپنے قبضے مین لے لیا اور اُس کی نگہداشت کا خاص طور پر انتظام کردیا۔

اس اثنا مین ایک معزز سردار نے جو شاہان سرقسط کی نسل سے تھا مسیحیون کی مدد سے مدینۂ مرقیہ پر قبضہ کرلیا۔ اس شریف سردار کا نام اَبوعبداللہ محمد بن یوسف بن ہود تھا۔ وہ بڑا قابل اور بہادر سپہ سالار تھا مرقیہ والون نے اُس کا بڑی خوشی کے ساتھ استقبال کیا اور المتوکل علی اللہ کے لقب سے اُس کی حکومت کا اعلان کیا۔ اس نئی حکومت پر قبضہ قائم رکھنے کی غرض سے اُس نے اَبوالعلا ادریس کے دشمن اَبوزکریا یحیی الناصر سے دوستی کی جو اس زمانے مین علاقۂ جیان پر قبضہ کرکے کوہسار اَلبشرات کی جانب پیش قدمی کر رہا تھا۔

مرقیہ کی بغاوت اور ان دونون سردارون کے مل جانے سے امیر اَبوالعلا ادریس کو بہت فکر پیدا ہوئی۔ اور اس غرض کے لیے تاکہ اپنی پوری قوت سے اُن پر حملہ کرسکے اُس نے مسیحی بادشاہ فرونند کے ساتھ ایک معاہدہ کرلیا۔ اور چند قیمتی تحائف بھی اُس کے پاس بھیجے تاکہ اُس اثنا مین جبکہ امیرالمومنین باغیون کی سرکوبی مین مصروف ہو مسیحی اُس سے لڑائی نہ چھیڑدین اور سب شرطین امیرالمومنین کی مرضی کے مطابق طے پاگئین۔

جب بادشاہ اس معاہدے کی تکمیل مین مصروف تھا ابن ہود غرناطہ کے علاقے پر حملہ آور ہوا اور اَبوالعلا ادریس کا بھائی سید اَبوعبداللہ اُس کے مقابلے کو گیا۔ کئی لڑائیان واقع ہوئین لیکن کامیابی زیادہ تر اَبومحمد بن یوسف بن ہود کو حاصل ہوئی۔ اور سید اَبوعبداللہ کو مجبوراً غرناطہ کے اندر پناہ لینی پڑی۔ اَبومحمد بن ہود نے نہایت استقلال اور بہادری کے ساتھ شہر کا محاصرہ کرلیا۔ پھر اُس نے غرناطہ والون سے خفیہ سازش کی جنھون نے ابن ہود کے پُرجوش طرفدارون کے کہنے مین آکے شہر کے پھاٹک کھول دیے۔ اور اَبومحمد بن یوسف بن ہود کو اپنا بادشاہ اور امیرالمومنین تسلیم کرلیا۔ یہ واقعہ سنہ ۶۲۸ھ[ع۹] کا ہے۔

ع۹ مورخ عبدالحلیم کا بیان ہے کہ یہ واقعہ سنہ ۶۲۶ھ کا ہے۔ (کانڈی)

اب سید ابو عبداللہ نے القصبہ یعنی قلعے میں جاکے اُس کے پھاٹک بند کر لیے۔ اور مقابلہ کرنے لگا لیکن اُسے معلوم ہو گیا کہ غرناطہ والے میرے مخالف ہیں اور اس شہر کے قریب کسی طرح پناہ نہیں مل سکتی۔ لہذا وہ چھپکے وہان سے نکلا اور مدینۂ قرطبہ میں اپنے بھائی ابو العلا ادریس المامون کے پاس چلا آیا۔

امیر المومنین اپنے بھائی سید ابو عبداللہ کو مدد پہونچانے کی تیاریون میں مصروف تھا وفتہً اُس سردار نے آکے اس نقصان کی خبر دی جس سے ابو العلا ادریس کو بہت صدمہ ہوا۔ اور آیندہ کے متعلق بہت سی فکرین پیدا ہو گئین۔ کیونکہ وہ دیکھ رہا تھا کہ یہ خانہ جنگی سارے ملک کو تباہ کرے گی۔ اور حقیقت یہ ہے کہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود بہت جلد ترقی حاصل کر رہا تھا۔ علاقۂ غرناطہ کے کُل شہر اور قلعے اُس کے قبضے میں آگئے تھے۔ اب فقط وہ مقامات باقی رہ گئے جو اُس کے دوست ابو زکریا یحییٰ الناصر کے قبضے میں تھے اور ابن ہود کی اس غیر معمولی ترقی کو الناصر بھی اچھی نظرون سے نہیں دیکھتا تھا۔

اب امیر ابو العلا ادریس المامون کو اسپین میں اپنی حالت بہت نازک نظر آئی اُس نے دیکھ لیا کہ میری موجودہ فوج شمار اور قوت میں ایسی نہیں ہے کہ اپنے زبردست دشمنون کو مغلوب کر سکے لہذا اُس نے ارادہ کیا کہ افریقہ میں چلا آئے اور ایک ایسی فوج جمع کرے جو دشمنون کو مطیع کرنے کے قابل ہو۔ یہ ارادہ کرتے ہی امیر المومنین اشبیلیہ سے روانہ ہو گیا تاکہ اپنے ارادے کو عملی صورت میں لے آئے۔

جیسے ہی شاہ ابو العلا ادریس ملک سے روانہ ہوا وہان نئے جھگڑے شروع ہو گئے بلنسیہ کے ایک شریف سردار ابو جمیل زیان بن مدافع الجزامی نے امیر المومنین کے بھائی سید محمد ابو عبداللہ کے خلاف بغاوت شروع کر دی۔ اور ابو محمد عبداللہ کو ایسی بھاگنا پڑا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ اُس کی جان بچنے کا نہیں باقی رہا تھا۔ ابو العلا ادریس

اسپین ہی روانہ ہو چکا تھا لہذا سید ابو عبداللہ کو شاہ جیمس سوم البرشلونی کے پاس پناہ لینی پڑی کیونکہ اس زمانے میں اُس سیّد کی بادشاہ سے دوستی تھی۔ یہ واقعہ ۶۲۹ھ میں پیش آیا۔

اب امیر المومنین مدینہ مراکش سے جاتے ہوئے وادی عابد کے قریب تک پہونچا تھا کہ راستے میں قضا نے گھیر لیا۔ یہ ایسی چیز ہے جو انسان کے قدموں کو دفعۃً روک دیا کرتی ہے اور اس کی ساری امیدوں کا خاتمہ کر دیتی اور اس کے تمام کارناموں کو خاک میں ملا دیا کرتی ہے۔ اس بادشاہ نے آخر ماہ ذی الحجہ ۶۳۰ھ میں انتقال کیا۔ اور اس شریف بادشاہ کے ساتھ اندلس میں موحدی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ لیکن یہ زیادہ مناسب ہوگا کہ اس خاندان کے خاتمے تک کے واقعات مختصر طور پر بیان کر دیے جائیں کیونکہ ان کے آبا و اجداد اپنے زمانے میں افریقہ اور اسپین کے بڑے طاقتور اور نامی بادشاہ رہ چکے تھے۔

جب اس بادشاہ کے انتقال کی خبر مدینہ مراکش میں پہونچی دعویداران سلطنت کے طرفداروں نے اپنی اپنی جماعتیں قائم کیں۔ بعض لوگ ابو العلا ادریس کے بھتیجے ابو زکریا یحییٰ بن الناصر لدین اللہ کے طرفدار ہو گئے۔ یہ ابو زکریا جو المستعین باللہ کے لقب سے مشہور تھا اسپین میں حصول سلطنت کی کوششوں میں مصروف تھا۔ مگر اسے زیادہ کامیابی نہیں ہوئی تھی۔ اب اس کے طرفداروں نے اسے لکھا کہ فوراً آبنائے کو پار کر کے مراکش میں چلا آئے۔ ایک جماعت یہ چاہتی تھی کہ امیر ابو العلا کے بیٹے کو جانشین مقرر کرے۔ اس شہزادے کا نام ابو محمد عبد الواحد تھا اور وہ رشید کے نام سے بھی مشہور تھا۔ اس کے ہاتھ پر بیعت لے لی گئی۔ اور اندلس۔ المغرب۔ افریقہ اور القبلہ میں اس کی حکومت کا اعلان کیا گیا۔
اس کے مقابلے میں اس کے چچازاد بھائی ابو زکریا یحییٰ المستعین باللہ کو اندلس کی طرح افریقہ میں بھی زیادہ کامیابی نہیں ہوئی۔ اور وہ موحدی تاج و تخت نہ حاصل کر سکا۔ بہت سی شکستوں اور خرابیوں کے بعد ابو زکریا یحییٰ نے فاس عبد العزیز میں انتقال کیا۔ یہ شہر مدینہ قسنطنہ

ع جیمس شاہ برشلونہ جس کا ذکر اس سے پہلے بھی آ چکا ہے۔ (کاندری)

اور مدینۂ فاس کے درمیان مین واقع ہی۔ یہ سانحہ ماہ شوال ۶۳۲ھ مین پیش آیا۔

لیکن ابوزکریا یحیی کے انتقال سے موحدی سلطنت کے جھگڑے رفع نہین ہوئے۔ شاہ ابومحمد عبدالواحد ہمیشہ اسی کوشش مین مصروف رہا کہ ان خرابیون کو رفع کرکے ملک مین امن وامان پیدا کرے لیکن اُس کا سارا زمانہ بدامنی اور پریشانی مین بسر ہوا۔ آخرکار نوین ماہ جمادی الثانی ۶۴۰ھ کو ابومحمد عبدالواحد نے دس سال پانچ مہینے اور نو دن حکومت کرنے کے بعد ایک افسوسناک طریقہ پر انتقال کیا جس کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک شریر گھوڑا اُسے لے کے دلدل مین گھس گیا جس کے اندر بادشاہ کا دم گھُٹ گیا۔

اس بادشاہ کے بعد اُس کا بھائی ابوالحسن علی تخت پر بیٹھا۔ یہ امیر ابوالعلا ادریس المامون کا چھوٹا بیٹا تھا اور اس کا دوسرا نام سعید تھا۔ اسی ابوالحسن علی سعید کے زمانے مین بنی زیان اور بنی مرین نے شورش شروع کی۔ ان دونون خاندانون کے سردار شرقی افریقہ کی نہایت معزز اور شریف نسلون سے تعلق رکھتے تھے۔ ان دونون نے بادشاہ کو اُس کے سارے عہد حکومت مین اس قدر مصروف رکھا کہ اُسے ایک گھنٹہ بھی اطمینان نہین نصیب ہوا۔ ابوالحسن ایک بڑی فوج کے ساتھ ابویحیی بن زیان کے مقابلے کو چلا جو اپنے کو سلطان تلمسان کہتا تھا۔ تلمسان کے قریب پہاڑی علاقے مین دونون فوجون کا مقابلہ ہوا لیکن ابویحیی نے امیر ابوالحسن علی کو شکست دیدی اور امیر میدان جنگ مین لڑتا ہوا مارا گیا۔ یہ واقعہ ۲۹ ماہ صفر ۶۴۶ھ[عہ] کو بروز سہ شنبہ پیش آیا۔ ابوالحسن نے پانچ سال آٹھ مہینے اور بیس دن حکومت کی تھی۔ اُس کے مارے جانے کے بعد اُس کی فوجین مختلف راستون سے بھاگین۔

ابوالحسن کے بعد امیرالمومنین یعقوب یوسف بن عبدالمومن بن علی کا بیٹا عمر بن ابراہیم اسحق تخت نشین ہوا جس کا لقب المرتضی تھا۔ یہ بڑا قابل۔ شریف اور بہادر بادشاہ تھا۔

عہ بعض مورخین لکھتے ہین کہ یہ واقعہ ۶۴۱ھ مین پیش آیا۔ (کانڈی)

ہمیشہ رعایا کی بہبودی کی فکر مین مصروف رہتا۔ کاش یکسی پُر امن زمانے مین بادشاہ ہوا ہوتا۔ بنی مرین کے مقابلے مین اُس نے وہ لڑائی جاری رکھی جو اُس کے پیش رو نے شروع کر دی تھی لیکن شاہی فوجون کو کبھی کامیابی ہوتی اور کبھی شکست۔ اسی بادشاہ کے عہد حکومت مین ابو یحییٰ بن عبد الحق نے بغاوت کی اور تلمسان اور فاس پر قبضہ کر لیا۔ اور اسی کے زمانے مین فقیہ ابو قزار بن فقیہ ابو العباس نے سبطہ والون کو بغاوت پہ آمادہ کر دیا۔ یہ ابو قزار الصفا کا رہنے والا اور بڑا قابل شخص تھا۔ اس کی بغاوت کا واقعہ ۶۴۷ھ مین پیش آیا۔

امیر عمر بن ابراہیم نے اپنے آباو اجداد کی پیروی مین مدینۂ تینمل کے سفر کا ارادہ کیا تاکہ المہدی کی قبر کی زیارت کرے جیسے ہی وہ دار السلطنت سے نکلا اُس کا ایک عزیز جس کا نام ابو العلا ادریس بن محمد بن ابی حفص بن عبد المومن بن علی تھا اُس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بعد مین اپنے لقب الواثق باللہ اور المعتمد علی اللہ رکھے۔ اندلس والون نے اُس کا نام ابو دبوس رکھ دیا تھا کیونکہ اُس کے پاس ایک سیاہ ڈنڈا تھا جسے وہ اکثر اپنے ہاتھ مین رکھتا۔

ابو دبوس کو اپنے عزیز عمر بن ابراہیم پر حسد معلوم ہوا لہذا اُس نے اپنی خاندانی شرافت کو بالائے طاق رکھ کے اپنے خاندان کے دشمنون یعنی بنی مرین سے دوستی کی اور اُن سے وعدہ کیا کہ اگر تم مجھے مراکش کا حاکم بنادو تو اپنی آدھی سلطنت تمھین دیدون گا۔ وہ لوگ فوراً آمادہ ہو گئے اور اُن کی مدد سے شہر مراکش پر ابو دبوس کا قبضہ ہو گیا۔ خود ابو دبوس المعتمد علی اللہ اس موقع پر بنی مرین کے رسالون کا سپہ سالار تھا۔

بدقسمت امیر عمر بن ابراہیم بن اسحٰق کو اپنی جان بچانے کے لیے بھاگنا پڑا۔ وہ اپنے چند سوارون کے ساتھ مدینۃ الثمر مین آیا کیونکہ یہین اُسے پناہ ملنے کی اُمید تھی لیکن مدینۃ الثمر کے باشندون نے دیکھا کہ اُس کے ہمراہیون کی تعداد بہت کم ہے لہذا وہ اُس کے خلاف بغاوت پہ آمادہ ہو گئے اور عمر بن ابراہیم کو پکڑ کے قید خانے مین بند کر دیا۔ امیر نے

انعام واکرام کا وعدہ کرکے قیدخانے کے ایک ملازم کو اپنا ہم خیال بنا لیا اور رات کے وقت چھپ کے نکل گیا۔ اور اس کے طرفداروں نے اسے شہر پناہ سے باہر لٹکا دیا۔ اس طرح وہ ایک غلام کے ساتھ گھوڑے پر سوار ہو کے بھاگا دو گھوڑے اس کے اور اس کے غلام کے لیے پہلے سے وہاں مہیا کر دیے گئے تھے۔ لیکن وہ زیادہ دور نہیں جانے پایا تھا کہ اس غلام نے دفعتہً امیر پر حملہ کیا۔ بہادر عمر بن ابراہیم دیر تک اس دغاباز غلام کے مقابلے میں اپنے کو بچاتا رہا لیکن آخر میں اس بے ایمان خادم نے امیر کو قتل کر ڈالا امیر المرتضیٰ اس افسوسناک طریقے پر ۲ ماہ صفر ۶۶۵ھ کو قتل ہوا۔ عمر بن ابراہیم کی قبر اب تک مرجع عام ہے۔ اس بادشاہ نے اٹھارہ سال نو مہینے اور بائیس دن حکومت کی تھی۔

مقتول امیر عمر بن ابراہیم کے بیٹوں کو ابودبوس نے اپنے سارے زمانۂ حکومت میں قید رکھا۔ ابودبوس ابوالعلا ادریس نے دو برس اور چند مہینے حکومت کی۔ سلطنت اس نے بنی مرین کی مدد سے حاصل کی تھی لیکن زیادہ زمانہ نہیں گذرنے پایا تھا کہ بنی مرین اس سے ناراض ہو گئے کیونکہ اس نے اپنے وعدے کا ایفا نہیں کیا اور انھیں اپنی آدھی سلطنت نہیں دی۔ لہذا انھوں نے اس کے خلاف لڑائی چھیڑ دی۔ چند روز اس جنگ کا کوئی خاص نتیجہ نہیں ظاہر ہوا لیکن زیادہ تر ابودبوس کو ناکامی ہوتی رہی۔ لہذا اس نے اپنی سلطنت کے تیسرے سال یہ ارادہ کیا کہ ایک بڑی لڑائی سے اس روز روز کے جھگڑے کا خاتمہ کر دے۔

دونوں جانب کی فوجوں کا وادی جفر کے کنارے مقابلہ ہوا۔ اور ۲ ماہ محرم ۶۶۸ھ کو ایک نہایت سخت لڑائی واقع ہوئی جس میں دن بھر دونوں جانب کے بہادر نہایت استقلال سے لڑتے رہے مگر شام کے وقت ابودبوس کے دشمنوں نے اسے شکست دیدی۔ اور وہ خود بھی بہادری کے ساتھ لڑتا ہوا مارا گیا۔ دشمنوں نے اس کا

سر کاٹ لیا اور مدینۂ فاس میں لے گئے۔ یہ واقعہ اسی ماہ کی نوین تاریخ پیش آیا۔ افریقہ مین اس سے زیادہ خونریز لڑائیان بہت کم واقع ہوئی ہون گی۔ سارا میدانِ جنگ لاشون سے چھپا ہوا تھا۔ جو حبشی درندون اور شکاری چڑیون کے لیے چھوڑ دی گئین۔

اس طرح موحدی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا۔ اور امیر المومنین عبد المومن علی کی نسل کا نام و نشان تک دنیا مین نہ باقی رہا موحدی بادشاہون نے ایک سو باون برس حکومت کی۔

سب تعریفین اُس خدا کے واسطے ہین جس کی سلطنت غیر فانی ہے! اُس کی قوت غیر محدود ہے اور اُس کی شان و شوکت کی کوئی انتہا نہین! اور اُس کے سوا کوئی خدا نہین!

اٹھاونوان باب

بنی مرین کی حکومت

ہمارے موجودہ امیر المومنین عبد الحق کا نسب نامہ حسب ذیل ہے:۔ عبد الحق بن ابو خالد محیو بن ابو بکر بن حمامہ بن محمد بن قنیار بن مرین بن ورتجین بن ماہو بن جیجج بن فتین بن اقدار بن احافات بن عبد اللہ بن ورتوت بن معاذ بن ابراہیم بن صغیر بن وتتیس بن تاستان بن منصور بن زاکیہ بن واقو بن زنات بن جانہ بن یحییٰ بن حمریت بن وارس بن رحسب بن مدغوس البطر بن یزید بن قیس بن الحان بن بدر بن وزر بن معاذ بن عدنان۔

عبد الحق کے دادا ابو بکر القبلہ کے علاقۂ زاب کے ایک معزز شیخ تھے۔ اور امیر المومنین یعقوب المنصور کے ساتھ اسپین مین جا کے جنگ العرقوس مین شریک ہوے جس مین قبائل زناتہ کو بہت نقصان پہونچا تھا۔ انھین مین ابو بکر بھی تھے اُن کی جان بچ گئی مگر کئی زخم آئے۔ اس کے بعد وہ افریقہ مین واپس آئے اور ۵۹۲ھ مین اپنے وطن زاب مین انتقال کیا۔

ابو بکر کے بیٹے اور عبد الحق کے والد ابو خالد نے اپنے زمانے مین علاقۂ المغرب مین

سکونت اختیار کرلی اور یہین عبد الحق نے فن سپہ گری مین شہرت حاصل کی۔ عبد الحق بڑا شریف اور بہادر سردار تھا۔ وہ سوا خدا کے اور کسی سے نہ ڈرتا۔ اُس نے ریاح کے عربی قبائل کے مقابلے مین ایک خونریز جنگ جاری رکھی جس مین اُسے نمایان کامیابی حاصل ہوئی لیکن آخر مین وہ انھین سرحدی لوگون کے مقابلے مین اپنے بھائی ادریس کے ساتھ مارا گیا۔
ابو خالد کے انتقال کے بعد اُس قبیلہ کا سردار اُس کا بیٹا ابوسعید عثمان مقرر ہوا اور اس نے اپنا لقب امیر اختیار کیا۔ اُس نے عہد کر لیا کہ اپنے باپ اور چچا کے خون کے انتقام مین جب تک اپنے دشمن قبائل کے ایک سو معزز شیوخ کو نہ قتل کر لون گا اپنی تلوار میان مین نہ کرون گا۔ لہذا اُس نے عربی قبائل کے خلاف جنگ شروع کر دی اور کئی قبیلون کو اپنا مطیع بنا لیا۔

جن قبائل نے سب سے پہلے ابوسعید عبد اللہ بن عثمان بن ابوخالد کی سرداری قبول کی۔ اُن کے نام حوارہ۔ زکورہ۔ تسالہ۔ مکناسہ۔ بطویہ۔ فسطلہ۔ اور سدارتہ ہین۔ ان کے بعد قبائل بہتولہ اور رلمیونہ نے بھی اطاعت قبول کی اور المجانہ یعنی مقررہ ٹیکس ادا کرنے لگے۔ اس ٹیکس سے فقط حافظ یعنی عالم مستثنےٰ کیے گئے۔ ابن عثمان نے یہ فتح ۶۱۴ھ مین حاصل کی۔

اسی طرح امیر نے مدینۂ فاس بیشقہ اور قصر عبد الکریم والون کو بھی مجبور کیا کہ اس کی سرداری قبول کر کے اُس کی طرف سے لڑین اور مقررہ محصول ادا کرین۔ ابوسعید عثمان بن ابوخالد نے اپنے تیس سالہ عہد حکومت مین بڑی کامیابی کے ساتھ سلطنت کی۔ اور ریگستان کے وحشی قبائل اُس کے باپ محمد عبد اللہ بن ابوخالد کے انتقال کے بعد ۶۱۵ھ سے ۶۳۸ھ تک اُس کے مطیع و فرمان بردار رہے۔ ابوسعید کا انتقال اسطرح واقع ہوا کہ اُس کے ایک غلام نے جو بچپن مین اپنے کافر والدین سے لے لیا گیا تھا اور جس کی ابوعثمان نے اس وقت تک پرورش کی تھی اپنا نیزہ بادشاہ کے حلق مین پیوست کر دیا۔

اس امیر کے انتقال کے بعد بنی مرین کی حکومت اُس کے بھائی ابو معرف محمد کے سپرد ہوئی۔ شیوخ بنی مرین نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی اور وعدہ کیا کہ جس سے آپ کہیں گے ہم لڑیں گے اور جسے آپ اپنی پناہ میں لیں گے ہم اُس کی حفاظت کریں گے امیر معرف محمد بھی اپنے بھائی ابو عثمان کی طرح قبائل المغرب کے مطیع بنانے میں مصروف رہا۔ چونکہ یہ بڑا تجربہ کار اور بہادر سردار تھا اس نے کئی لڑائیوں میں اپنے دشمنوں پر فتح پائی اور اکثر قبائل کو اپنا مطیع بنا لیا۔ شاعروں نے اُس کی شان میں بہت سے قصیدے کہے ہیں جن میں وہ لکھتے ہیں کہ اس امیر کو آرام اسی میں ملتا ہے کہ اپنے دشمنوں سے رات دن لڑتا رہے۔ اُس کے زیور اسلحہ اور زرہیں ہیں اور سخت ترین اور خونریز لڑائیاں اُسے کھیل معلوم ہوتی ہیں۔ لیکن ایک دفعہ ابو معرف کو موحدین کے مقابلے میں شکست ہو گئی جس میں وہ خود لڑتا ہوا مارا گیا۔

یہ واقعہ مندرجہ ذیل طریقے پر پیش آیا۔ موحدی امیر ابو سعید نے معرف محمد کے مقابلے کے لیے ایک بہت بڑی فوج روانہ کی جس میں بیس ہزار سے زیادہ موحدی سپاہی تھے۔ اور عربی اور سقوری قبائل کے لوگ اس کے علاوہ تھے۔ اس فوج میں بعض مسیحی سپہ سالار بھی موجود تھے۔ فاس کی سرحد پر دونوں فوجوں کا مقابلہ ہوا۔ یہ لڑائی نہایت سخت اور خونریز تھی۔ صبح کی روشنی نمودار ہوتے ہی شروع ہوئی اور رات کی تاریکی تک جاری رہی۔ اس وقت سارا میدان جنگ مقتولین کے خون سے سُرخ ہو گیا تھا۔

شام کو جب آفتاب غروب ہو رہا تھا بنی مرین کے امیر معرف محمد نے ایک بہادر مسیحی سپہ سالار کا مقابلہ کیا۔ اور دونوں میں لڑائی ہونے لگی لیکن مسیحی سردار نے امیر معرف کے ایک ایسا نیزہ مارا جس سے اُس کا کام تمام ہو گیا۔ اصل یہ ہے کہ امیر کا گھوڑا بالکل تھکا ہوا تھا لہذا اپنے امیر کے اشارے کے مطابق پھرتی کے ساتھ حرکت نہ کر سکا اور مسیحی سردار کو پورا موقع مل گیا جب معرف قتل ہو چکا تو اُس کے ہمراہیوں کی ہمت ٹوٹ گئی۔ انھیں

شکست ہو گئی اور میدان جنگ سے بھاگنا پڑا - یہ خونریز لڑائی نوین ماہ جمادی الثانی سنہ ۶۴۲ھ کو بروز پنجشنبہ واقع ہوئی -

اس کے بعد بنی مرین کی سرداری معرف محمد کے بھائی ابو بکر یحییٰ نے اپنے ہاتھ مین لی جس کی مان عبد الواحد کے خاندان کی ایک معزز عورت تھی - امیر یحییٰ نشانہ لگانے مین بڑا ماہر تھا - وہ اپنے دونون ہاتھون سے ایک ساتھ دو نیزے پوری مہارت کے ساتھ پھینک سکتا تھا جب بنی مرین سردارون نے اُس کے ہاتھ پر بیعت کی تو اُس نے اپنا سارا علاقہ انھین لوگون مین تقسیم کر دیا - اسی طرح المغرب کی کُل آمدنی بھی اُنھین کے سپرد کر دی -

ابو بکر یحییٰ بن عبد اللہ نے بلدۂ زرہون مین آکے قیام کیا - مکناسہ والون کے خلاف جنگ چھیڑ دی اور سنہ ۶۴۳ھ مین اُنھین اپنا مطیع بنا لیا - مدینۂ فاس پر وہ اس سے تین برس پہلے قبضہ کر چکا تھا - اور وہ اسی شہر مین دفن ہوا - اس کی قبر باب حسین کے اندر شیخ محمد فسطلی کے مقبرے کے قریب واقع ہے - باب حسین وہ پھاٹک ہے جس مین سے نکل کے لوگ اُندلس جاتے ہین -

ابو بکر یحییٰ کے انتقال کے بعد بنی مرین کی حکومت ابو یوسف کے سپرد ہوئی - جو تین گذشتہ امیرون کے ایک بھائی عبد اللہ بن ابو خالد کا بیٹا تھا - اس امیر نے موحدین کے خلاف اُس وقت تک لڑائی جاری رکھی جب تک کہ اُنھین اپنے سارے علاقے سے نہین نکال دیا - بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ اِس نے اُس نسل کو اُسی طرح نیست و نابود کر دیا جس طرح کاشتکار اپنے کھیت سے گھاس کو نکال کے پھینک دیتا ہے - غرض اس نے اُن کا نام و نشان تک نہین باقی رکھا - اُس نے مدینۂ مراکش پر بھی قبضہ کر لیا اور یوم عاشورہ سنہ ۶۶۸ھ کو اُس مین داخل ہوا - اس واقعے سے چار سال قبل ابو یوسف بن عبد الحق نے اسپین کا پہلا سفر کیا تھا اور اُس کی عدم موجودگی مین فاس کے یہودیون کا قتل عام ہوا -

اسی سال ماہ شوال مین شہر فاس کے قریب ایک اور شہر کی بنیاد ڈالی گئی - اس جدید

شہر کا نام مدینۃ البیضا رکھا گیا کیونکہ اس نئے شہر کی سب عمارتین سفید تھین سنہ ۵۹۳ھ مین اسکی تعمیر ختم ہوئی

ابو یوسف نے اسپین کا دوسرا سفر سنہ ۵۶۷ھ مین کیا اور مدینۂ طریفہ مین آیا تاکہ اشبیلیہ جائے۔ اس دفعہ اُس کے دو بیٹے امیر یعقوب اور امیر ابو زیان مندل اُس کے ہمراہ تھے۔ یہ سب مرادر روندہ کی جانب چلے اور اس مہم مین ابو یوسف نے اسپین مین بہت شہرت حاصل کی۔

اسپین کا تیسرا سفر اُس نے سنہ ۵۸۱ھ مین کیا۔ اس دفعہ اُس نے دیکھا کہ جزیرۃ الخضرا کی شہرپناہ نہایت بوسیدہ حالت مین ہے لہذا اُس کی مرمت کرائی اور مضبوط برج بنوائے۔ جہین امیر وادعشا داُس سے آکے ملا جو اپنی فوج کے ساتھ روندہ کے نواح مین تھا۔ ابو یوسف نے اس دفعہ ایسی تدبیرین کین کہ وہ باغی جو ملک مین شورش کر رہے تھے اُس کے مطیع ہو گئے۔

سنہ ۵۸۶ھ مین اس بادشاہ نے اندلس کا چوتھا سفر کیا۔ اس دفعہ بھی اُس کے بیٹے ابو یعقوب یوسف اور ابو زیان مندل ساتھ گئے اور امیر نے مدینۂ شیرس کا محاصرہ کر لیا اور چار مہینے اس کے سامنے پڑا رہا۔

ماہ محرم سنہ ۵۹۵ھ مین امیر ابو یوسف نے انتقال کیا۔ یہ واقعہ جزیرۃ الخضرا کے قریب پیش آیا اور اُسکی لاش تجہیز و تکفین کے لیے مدینۂ صالح مین بھیجی گئی۔ اس بادشاہ نے اٹھائیس سال چھ مہینے اور بائیس روز حکومت کی۔ اسی کے عہد مین دریاے فاس کا عنوریہ[ع] تعمیر کیا گیا۔

امیر یعقوب یوسف کے سات بیٹے تھے جن مین سب سے بڑے کا نام ابو مالک عبد الواحد تھا۔ اُس کے ہاتھ پر لوگون نے ولی عہدی کی بیعت کی تھی مگر وہ اپنے باپ کی زندگی مین مر گیا۔ دوسرا بیٹا ابو یعقوب یوسف تھا جو باپ کے مرنے کے بعد امیر منتخب ہوا۔ تیسرے بیٹے کا نام ابو زیان مندل و چوتھے کا ابو سلیمان تھا۔ اس چوتھے بیٹے نے بھی اپنے باپ کی زندگی مین انتقال کیا۔ پانچوان ابو عامر عبد اللہ تھا جو امیر عمر بن ابراہیم بن اسحٰق المرتضیٰ کے مقابلے مین لڑائی مین مارا گیا۔ چھٹا ابو معرف محمد اور ساتوان ابو یحییٰ تھا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے۔ امیر ابو یوسف کے انتقال کے بعد اُس کا بیٹا ابو یعقوب یوسف مرینی کا سردار منتخب ہوا۔ اس بادشاہ نے اکیس سال نو مہینے اور چودہ دن حکومت کی۔ اُس کے چار بیٹے تھے

ع عنوریہ یعنی پہیہ جس کے ذریعے سے دریا کا پانی بلندی پر پہونچایا جاتا ہے۔ (کا ٹھی)

ابو سلیم ابراہیم - ابو عامر عبداللہ اور عبدالمومن ابو فرحان ما فوت - ان میں سے عبداللہ نے طنجہ میں انتقال کیا
شریف بادشاہ ابو یعقوب یوسف ابناے کو پار کر کے اسپین میں آیا اور المغرب کے شہر تلمسان کی طرح
مدینۂ باجہ کا محاصرہ کر لیا - یہ محاصرہ بادشاہ کی زندگی میں نہیں ختم ہو سکا - محاصرہ قائم تھا کہ ابو یعقوب یوسف نے
ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۰۶ھ میں انتقال کیا - لوگ اُس کی لاش کو مدینۂ صالح میں لائے - اس کے انتقال
کے بعد اُس کا چچا زاد بھائی ابو سعید عامر سلطنت کا مالک ہوا جو ابو عامر عبداللہ بن شاہ یعقوب
یوسف بن عبدالحق کا بیٹا تھا لیکن تلمسان میں بہت سے جھگڑوں کے بعد اُس کی سلطنت قبول کی گئی
جیسے ہی سب فساد رفع ہو گئے اور ابو سعید اپنی جگہ پر مستحکم ہو گیا اُس نے اُن سب لوگوں کو
قتل کر ڈالا جو حصول حکومت میں اُس کے مزاحم ہوئے تھے - اس بادشاہ نے فقط ایک سال
اور تین مہینے حکومت کی - انتقال کے وقت اُس کی عمر فقط چوبیس سال کی تھی - اُس نے ماہ صفر سنہ ۷۰۸ھ
میں مدینۂ طنجہ کے قریب انتقال کیا پہلے اُس کی لاش اسی شہر کے قصبے یعنی قلعے میں دفن کی گئی مگر بعد کو
لوگ اُسے کھود کے صالح میں لے گئے اور اُس کے دادا کی قبر کے برابر دفن کر دیا -

ابو سعید عامر کے انتقال کے بعد اس بادشاہ کا بھائی ابو ربیع سلیمان بن امیر
ابو عامر عبداللہ بن شاہ ابو یعقوب بنی مرین کا سردار منتخب ہوا - اسی بادشاہ کے عہد میں
شہر سبطہ اپنے قدیم الیون کے سپرد ہوا یہ واقعہ سنہ ۷۰۹ھ کا ہے - ابو ربیع سلیمان نے دو برس چار مہینے اور
تین دن حکومت کی اور غرہ رجب سنہ ۷۱۰ھ کو مدینہ تسہ میں انتقال کیا - اور اُسی شہر کی مسجد میں دفن ہوا -
ربیع سلیمان ابو عبداللہ کے بعد اُس کے باپ کا چچا ابو سعید عثمان بن شاہ ابو یوسف بن
عبدالحق تخت نشین ہوا - اور وہ سنہ ۶۷۵ھ میں اپنے دادا کی زندگی میں پیدا ہوا تھا - اُس نے
بیس برس اور چھ مہینے حکومت کی اور مدینۂ تلمسان سے واپس آتے ہوئے ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۳۱ھ
میں مدینۂ فاس کے قریب انتقال کیا - اُس کا بیٹا ابو الحسن علی اُس کا جانشین ہوا جس نے دو برس اور
چار مہینے حکومت کی اور مراکش کی سرحد پر کوہسار ہنتاتہ میں انتقال کیا - ابو الحسن نے سلخ
ربیع الاول سنہ ۷۵۲ھ کو انتقال کیا -

ابوالحسن کا جانشین ابوعنان فریس ہوا جس نے اپنا لقب امیرالمومنین المتوکل علی اللہ رکھا۔ اس نے سات برس اور نو مہینے حکومت کی اور ۲۴ ماہ ذی الحجہ سنہ ۷۵۹ھ کو انتقال کیا۔ اس کے بعد اُس کا بیٹا ابوبکر تخت پر بیٹھا۔ مگر اُس نے فقط سات مہینے اور بیس دن حکومت کی۔ اس کے بعد ابوبکر بن عثمان فریس کا چچا ابوسلیم ابراہیم تخت نشین ہوا جو شاہ ابوالحسن کا بیٹا تھا۔ اس نے اپنا لقب المستعین باللہ رکھا اور دو برس تین مہینے اور پانچ دن حکومت کی۔ اُس کا انتقال ماہ ذیقعدہ سنہ ۷۶۲ھ مین واقع ہوا۔ اس کے بعد المستعین باللہ کا بھائی ابوعامر تاشفین بن شاہ ابوالحسن جانشین ہوا۔ مگر اُس نے فقط تین مہینے حکومت کی اور اس کے بعد اُس کا بھتیجا ابوزیان محمد بن امیر عبدالرحمن یعقوب بن شاہ ابوالحسن تخت نشین ہوا۔ زیان محمد نے پانچ برس حکومت کر کے سنہ ۷۶۸ھ مین انتقال کیا۔ اس کے بعد اُس کا چچا ابوفریس عبدالعزیز حاکم ہوا۔ یہ بھی شاہ ابوالحسن کا بیٹا تھا۔ اُس نے پانچ سال حکومت کر کے ماہ ربیع الاول سنہ ۷۷۳ھ مین مدینہ تلمسان مین انتقال کیا۔ اب اُس کا بیٹا ابوسعید محمد جانشین ہوا جس کی عمر فقط پانچ سال کی تھی۔ وہ دو سال سے زیادہ تخت نشین نہ رہ سکا۔ اس مدت کے بعد ماہ محرم سنہ ۷۷۵ھ مین بنی مرین کی حکومت اُس سے لے لی گئی۔

ابوسعید محمد کے انتقال کے بعد ابن زیاد عبدالرحمن متوکل علی اللہ بن امیر ابوالحسن علی بن سعید عثمان بن ابی یوسف یعقوب بن عبدالحق نے حکومت اپنے ہاتھ مین لی۔ یہ بادشاہ سنہ ۷۷۵ھ مین دارالسلطنت مراکش مین تخت نشین ہوا۔ اے ناظرین! یہی بادشاہ ہے جو آج کل حکومت کر رہا ہے جبکہ ہم اس کتاب کو ختم کرتے ہین (عہ)۔ یہ ماہ ربیع الاول سنہ ۱۳۰۳ھ ہے ہمین اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ

عہ اس بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کسی اور عربی تاریخ کی عبارت ہے جس کا بعینہ ترجمہ کانڈی نے لے لیا ہے۔ کانڈی کی اس پوری تاریخ کی نسبت اہل یورپ کا خیال ہے کہ یہ اُس کی تصنیف نہین بلکہ اُس نے کسی عربی تاریخ کا ترجمہ کر کے اپنے نام سے شایع کر دیا ہے۔ یہ عام فیصلہ گو صحیح نہین اور نہ ہم اس کی تائید کر سکتے ہین مگر اس مین شک نہین کہ کانڈی نے اپنی اس کتاب مین جا بجا بہت سی پوری پوری تحقیقین عربی مصنفون سے بغیر کسی تصرف کے لے لی ہین اور اُن کو اُنھین کے الفاظ مین نقل کر دیا ہے۔ (مترجم اُردو)

اس بادشاہ کو امن و اطمینان نصیب کرے گا۔ اے خدا ہماری دعاؤں کو قبول کر اور اس بادشاہ کے ذریعے سے ہمارے دلی مقاصد پورے کر یعنی کافروں پر فتح اور مسلمانوں میں امن و اطمینان حاصل ہو۔ ابوزیا وعبدالرحمٰن کی حکومت کو سات سال اور دو مہینے گذر چکے ہیں۔ ہم خدا سے دعا کرتے ہیں کہ اس کی سلطنت میں ہمیشہ امن اور انصاف قائم رہے تاکہ مسلمانوں کو اللہ کی مرضی کے مطابق خیر و خوبی کے ساتھ بسر کرنے کا موقع ملے

ہم نے اپنے وعدے کے مطابق اس تاریخ کو مختصر الفاظ میں ختم کر دیا۔ وہ سب اہم باتیں جو مدینہ مراکش کے آباد ہونے سے اس وقت تک پیش آئیں اس میں بیان کر دی گئی ہیں۔ اس وقت سے شروع کر کے جب کہ یہ مقام جہاں عظیم شہر مراکش آباد ہے شیروں اور درندوں کا مسکن تھا اور جب کہ سب سے پہلا بنیادی پتھر رکھا گیا آج تک تین سو بیس برس کا زمانہ گذر چکا ہے۔

سب سے پہلے اس شہر میں مرابطین نے حکومت کی اور وہ لوگ ستانوے سال حکمران رہے۔ ان کے بعد موحدین آئے اور انھوں نے ایک سو چھبیس سال حکومت کی۔ ان کے بعد بنی مرین اس شہر کے مالک ہوئے اور انھوں نے موحدی سلطنت کے خاتمے کے بعد سے آج تک ایک سو پندرہ برس حکومت کی ہے۔ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہ ساری مدت تین سو برس کی ہوتی ہے۔ سنہ ۴۶۳ھ میں اس شہر کی بنیاد رکھی گئی تھی اور آج جب کہ ہم اپنی تاریخ کو ختم کرتے ہیں سنہ ۷۸۳ھ ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پہلا باب

مسلمانان اندلس میں خانہ جنگی کا جاری ہونا

العقاب کی تباہ کن لڑائی کے بعد جسے مسیحی جنگ طلیطلہ کے نام سے یاد کرتے ہین یہ بات ظاہر ہوگئی کہ موحدین کی عظیم الشان سلطنت کا زوال شروع ہوگیا ہے۔ مفتوح بادشاہ محمد بن یوسف الناصر لدین اللہ کو اس شکست کا بڑا صدمہ ہوا اُس نے اپنی تباہی کا باعث مسیحیون کی بہادری اور جنگی ترتیب کو نہین بتایا بلکہ اس کا سارا الزام اندلسی سپہ سالارون کے سر رکھا۔ لہذا مدینہ اشبیلیہ مین پہونچتے ہی اُس نے ان سردارون سے نہایت سخت انتقام لیا۔ اُن کے جتنے معزز اور مشہور سردار تھے سب کو قتل کرا ڈالا اور بقیہ سردارون کو اُن کی حکومتون اور عہدون سے معزول کردیا۔

اس غیر منصفانہ اور نامناسب کارروائی نے اندلسی سردارون کو محمد ابوعبداللہ سے اور زیادہ برانگیختہ کردیا۔ وہ پہلے ہی اس سے ناخوش تھے کیونکہ کئی دفعہ اُن کی

توہین ہوچکی تھی۔ اس آخری کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے معزز سرداروں نے بادشاہ سے انتقام لینے کی قسم کھالی اور اپنی بے اطمینانی ظاہر کرنے کے لیے کسی مناسب موقع کا انتظار کرنے لگے۔ امیر محمد ابو عبد اللہ اسپین میں روانہ ہو کے افریقہ میں آیا اس نے اپنے نقصانات کی تلافی کرنے یا اسپین میں اپنی منتشر قوت کو مجتمع کرنے کی کوئی کوشش نہین کی۔ مراکش مین پہونچتے ہی وہ اپنے قلعہ کے اندر بیٹھ رہا۔ اور جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہین بیہودہ عیش و عشرت مین مشغول ہو گیا۔ آخر کار ایک زہر کے پیالے کے ذریعے سے جو انھین لوگون نے اس کے ہاتھ مین دیا تھا جو اس سے انتقام لینے کی قسم کھا چکے تھے اور جنھون نے اسے لہو لعب مین مبتلا کر دیا تھا ختم ہوا۔

محمد بن یوسف کا بیٹا المستنصر باللہ کم عمر بچہ تھا لہذا اس کے اعزا اس پر حکومت کر رہے تھے۔ ان سردارون نے افریقہ اور اسپین کے صوبجات کو آپس مین تقسیم کر لیا اور بجاے اس کے کہ رعایا پر عقلمندی کے ساتھ حکومت کرتے اور بادشاہ کی نابالغی کے زمانے مین ملک مین امن و انصاف قائم رکھتے انھون نے یہ حکومت فقط اس غرض سے اپنے ہاتھ مین لی تھی کہ اس سے جہان تک ممکن ہو ملک کو تباہ و برباد کر کے خود فائدہ حاصل کر لین۔ ان وزیرون اور والیون نے روپیہ حاصل کرنے کے لیے ایسے ایسے طریقے اور مظالم اختیار کیے جو اس سے پہلے کبھی نہین سُنے گئے تھے۔ اُن کی اصلی غرض یہ تھی کہ اس بدنظمی سے جس قدر ممکن ہو سکے فائدہ حاصل کر لیا جائے۔ ہر شخص یہ چاہتا تھا کہ اپنے عہدے پر برقرار رہے اور اس غرض کے لیے تحفے ہدیے اور رشوتین دی جاتین تاکہ اپنی جگہ سے نہ ہٹایا جائے۔

جبکہ صوبجات مین بدنظمی کا یہ حال تھا مسیحی اسلامی علاقہ جات مین گھس آئے اور جہان تک اُن کے امکان مین تھا ملک کی تباہی و بربادی مین کوئی دقیقہ نہین اُٹھا رکھا۔ اُنھون نے کھیتون کی فصل کاٹ لی اور غلّہ اُٹھا لے گئے۔ قصبون میں

آگ لگادی اندلس کے بدنصیب باشندون کو قتل کر ڈالا اور اس ملک کے کل قلعون پر قبضہ کرلیا۔ اسلامی علاقہ جات کی سرحد پر تو چین بھی اس کی حفاظت کے لیے تھیں امیر المستنصر باللہ اپنے مویشیون کے گلون کی حفاظت اور انھین کی فکرون مین مصروف رہتا۔ وہ بادشاہ بجائے اس کے کہ اپنی رعایا کو بچاتا اور اپنے قیمتی گلون یعنی مسلمانان اسپین کو بھی بھیڑیون سے محفوظ رکھتا جو انھین روزانہ اپنی مرضی کے مطابق پچھاڑے ڈالتے تھے رات دن گائے بیلون اور بھیڑون مین مشغول رہتا۔ آخر کار یہ بے پروا بادشاہ مرگیا۔ لیکن بدقسمتی سے اُس نے کسی کو اپنا جانشین نہین چھوڑا لہذا اُس کا چچا عبد الواحد بن ابو یعقوب شیوخ کی سازشون کی بدولت بادشاہ بنایا گیا۔ اس نئے بادشاہ کے بھائی سید محمد اور سید ابو علی اندلس مین غیر محدود اختیارات حاصل کر چکے تھے۔ اور اس علاقے پر آہنی گرفت کے ساتھ حکومت کر رہے تھے۔ انھین کے زمانے مین اندلس والون نے اپنی بے اطمینانی ظاہر کر دی۔

عبد اللہ نے جو العادل کے مشہور و معروف خطاب سے یاد کیا جاتا تھا۔ مرقیہ مین حکومت حاصل کرلی اور اُس صوبے کے شیوخ نے اُس کی سرداری کو تسلیم کرلیا۔ اسے دیکھ کے اور بہت سی جماعتین اُٹھ کھڑی ہوئین۔ والی باجہ محمد نے اپنے دل مین طے کرلیا تھا کہ جس طرح ممکن ہوگا مین اپنے علاقے پر قابض رہون گا لہذا اُس نے مسیحیون سے ایک معاہدہ کرلیا جس کی رُو سے انھین روپیہ اور مدد دینے لگا۔ یہی وجہ تھی کہ مسیحی آسانی کے ساتھ بار بار اندلوسیہ پر حملہ کرنے لگے۔ لہذا رعایا شاہ عبد اللہ العادل سے نفرت کرنے لگی اور اُس کا نام سوا ذلت کے اور کسی طرح نہ لیا جاتا۔ جامع مسجدون مین عام طور پر اعلان کر دیا گیا کہ وہ خدا کا دشمن اور روئیدار مسلمانون کا مخالف ہے۔ ان وجوہ سے حکومت اُس سے لے لی گئی اور وہ معزول کر دیا گیا۔

اس اثنا مین افریقہ کا بھی یہی حال تھا۔ شیوخ نے شاہ عبد الواحد کو معزول

کرکے اُس کی جگہ اُس کے بھائی کو تخت نشین کیا۔ اس کا نام سد ابو علی المامون تھا۔ یہ نہایت اعلیٰ صفات کا ایک مشہور شہزادہ تھا اور اُس نے لوگوں کی ان سب پریشانیوں اور تباہیوں کو رفع کردیا ہوتا مگر قسمت اس شاہی خاندان کا ساتھ چھوڑ چکی تھی اس سے مسیحی دشمن اور باغی سردار سب خوف کھاتے تھے۔ اُس نے ارادہ کیا کہ موحدی شیوخ کے غیر محدود اختیارات کم کردیے جائیں کیونکہ ملک کی ساری خرابی کا یہی اصلی باعث ہے۔ اس طرح اُسے توقع تھی کہ ملک کو روز روز کے جھگڑے اور فساد سے نجات مل جائے گی۔ لیکن ابو علی المامون نے اس موقع پر غیر واجبی تندی سے کام لیا اور چونکہ وہ اُن شیوخ کو جو ملک میں پریشانیاں پیدا کررہے تھے نہ دبا سکا لہٰذا وہ علانیہ اُس کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوئے اور سارے اسپین اور افریقہ میں نئے جھگڑے پیدا کردیے کیونکہ وہاں پہلے ہی سے بدامنی اور بےچینی کے اسباب موجود تھے۔

باغی شیوخ نے ایک بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار کو اپنے بادشاہ کے مقابلے کے لیے بھیجا۔ اور اس غرض کے لیے تاکہ یہ سپہ سالار پورے جوش وخروش کے ساتھ کام لے اُنھوں نے اُسی کو اپنا بادشاہ بنالیا۔ اور کہا کہ یہی موحدی سلطنت کا جائز وارث ہے۔ یہ بادشاہ جسے باغی شیوخ نے منتخب کیا تھا شریف سردار یحییٰ بن الناصر تھا۔ لیکن شاہ ابو علی المامون کی غیر معمولی قابلیت اور بہادری نے یحییٰ بن الناصر کو مغلوب کردیا اور اُسے بھاگ کے پہاڑوں میں پناہ لینی پڑی۔ اور وہاں وہ بغیر کسی مامن ومسکن کے اُس کی نشیب وفراز وادیوں میں پھرنے لگا۔ اس فتح سے شاہ ابو علی نے یہ خیال کیا کہ اب میرے مقابلے میں سلطنت کا کوئی دعویدار نہیں باقی رہا۔ اب اُس نے صوبہ جات اسپین میں امن پیدا کیا اور افریقہ واپس گیا تاکہ اُس ملک کی حالت بھی درست کرے۔ لیکن جیسے ہی اُس نے اُس

سرزمین مین قدم رکھا اُسے خبر ملی کہ مشرقی اسپین مین ایک نیا اور قوی دشمن اُٹھ کھڑا ہوا ہے اور موحدی سلطنت معرض خطر مین ہے۔

ابو علی المامون کا یہ نیا دشمن ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود تھا جو شاہان سرقسطہ کی نسل سے تھا۔ اس سردار نے دیکھا کہ اس وقت موحدین سے انتقام لینے اور اپنے قدیم خاندانی حقوق حاصل کر لینے کا بہت اچھا موقع ہے۔ کیونکہ اُسکے آباو اجداد کسی زمانے مین مشرقی علاقہ اسپین کے بڑے طاقتور بادشاہ تھے۔ لہذا اُس نے اپنی ذاتی فصاحت سے کام لے کے بہت سے بہادر سردارون کو اپنا طرفدار بنا لیا۔ اور اُنھون نے کہا ہم آپ کی خدمت مین اپنی جانین تک نذر کر دینے کے لیے حاضر ہین۔ اور اُسے یقین دلایا کہ ہم آپ کے حقوق کی حفاظت مین اپنی جانین تک دیدین گے۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف کی فیاضی اور اُس کے اعلیٰ صفات اور اُس کے طرفدارون کی کوششون نے اس کے اثر کو بہت بڑھا دیا اور چند روز مین اُس کے جھنڈے کے نیچے اُس کے بہت سے پُرجوش طرفدار جمع ہو گئے۔ یہ لوگ اسقوریانت[عـ۱] مین جمع ہوے جو تاع[عـ۲] عشیشر کا ایک نہایت مضبوط قلعہ ہے۔ یہ قلعہ موقع کے لحاظ سے بھی نہایت مستحکم واقع ہوا ہے۔ یہین لوگون نے جمع ہو کے ابو عبداللہ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اُنھون نے کہا کہ یہی ہمارا جائز بادشاہ ہے اور اُسے امیر المومنین کا لقب دیا۔ یہ رسم غرہ رمضان ۶۲۵ھ[۳] کو عمل مین آئی یہ لوگون مین ہر دلعزیز ہونے اور دیگر صوبہ جات کو اپنا طرفدار بنانے کے لیے ابو عبداللہ

عـ۱ قیصری کا بیان ہے کہ یہ لفظ عربی لفظ "اسقورہ" یعنی "پہاڑون کی چٹان" سے لیا گیا ہے اور "اسقوریل" یا "اسقوریال" بھی اسی لفظ سے نکلے ہین۔ (مترجمہ انگریزی)

عـ۲ تاع یعنی ضلع جو ایک قاضی کے متعلق ہو۔ (مترجمہ انگریزی)

۳ القضاعی کا بیان ہے کہ یہ واقعہ آخر ماہ رجب کا ہے (کانڈی)

نے ایک اعلان شایع کیا کہ ہمارا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہین کہ اُن شہرون اور قصبون کو جو مظالم کی وجہ سے تباہ و برباد ہو رہے ہین آزاد کرین اور انھین مظالم سے نجات دلائین۔ اس کارروائی سے بادشاہ کو اُمید تھی کہ سب لوگ میرے طرفدار ہوجائین گے اور میرے ہمراہیون کی تعداد مین اضافہ ہوجائے گا۔ اور اسی منافست سے لوگ موحدین کی سپاہ سے علحدہ ہو کے میری جماعت مین شامل ہوجائین گے ابو عبد اللہ نے اس کا بھی اعلان کیا کہ مین حقوق کا لحاظ رکھون گا اور لوگون کے جو حقوق قدیم زمانے سے چلے آتے تھے اُنھین پھر قائم کر دون گا اور لوگون کے ذمے جو مزید محصول اضافہ کر دیا گیا ہے منسوخ کر دیا جائے گا۔ ان ظالمون یعنی موحدین نے جو نئے ٹیکس لگا دیے تھے وہ بھی معاف کر دیے جائین گے۔ موحدین کو اس نے یہ بھی الزام دیا کہ وہ اسلام کے دشمن اور مسیحیون کے طرفدار ہین اور مذہب کی کوئی پروا نہین کرتے۔ اماموں خطیبون اور دیگر مذہبی لوگون نے مسجدون مین وعظ کہا اور لوگون کو بتایا کہ موحدین نے ہمارے ان سب مقدس مقامات کو ناپاک کر ڈالا ہے۔ لہذا عوام کو جوش دلانے کے لیے یہ مقدس مقامات دھو کے خاص طریقون پر پاک کیے گئے۔ ان رسوم کے بعد امامون نے کھڑے ہو کے دُعائین مانگین۔ اس موقع پر بادشاہ اور اُس کے امرا نے بھی لوگون کو دکھانے کے لیے ماتمی لباس پہنا کہ ہمین اس مذہبی توہین پر بڑا افسوس ہوا۔

اسی زمانے مین والی ضمیل بن زیان بن مردنیش کے بھڑکانے سے بلنسیہ مین ایک دوسری شورش پیدا ہو گئی جس کی خبر یحییٰ بن الناصر کے کانون تک پہونچی جو اس زمانے مین کوہستان المتقاب مین سرگردان و پریشان پھر رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ میرے دشمنون کے لیے بہت سے خطرے پیدا ہو گئے ہین لہذا اُس کے دل مین ہمت پیدا ہوئی۔ اُس نے بھی اپنے امکان کے مطابق ان جھگڑون کو

بڑھانا چاہا۔ اور لوگون سے موحدین کے خلاف فساد پیدا کرانے مین کوئی طریقہ نہین اٹھا رکھا۔ اُسے اس بات کا بالکل خیال نہ تھا کہ مین خود اپنے ملک کے لیے تباہی پیدا کر رہا ہون۔ غرض اُس نے خانہ جنگی کے شعلے بھڑکانے مین کوئی کسر نہین باقی رکھی۔

امیر ابو علی المامون فوراً اُندلس مین واپس آیا۔ اور سب سے پہلے یہ تدبیر کی کہ مسیحی بادشاہ فرونند سے صلح کر لی جس نے اس زمانے مین علاقۂ قرطبہ مین لڑائی جاری کر دی تھی۔ صلح کی شرطین دونون جانب سے طے پا گئین پھر امیر محمد المامون نے جس قدر فوجین ممکن تھین جمع کین اور دشمنون کے مقابلے کو چلا۔ اس کی فوجون نے طریفہ کے میدان مین ابن ہود کی جماعت کا مقابلہ کیا۔ کیونکہ یہین دونون فوجون کا سامنا ہوا تھا۔ ناقابل بیان جوش کے ساتھ دونون جانب کے سپاہی ایک دوسرے پر حملہ آور ہوے اور شاید وہ دو قومین بھی جو مختلف مذہب رکھتی ہون اس سے زیادہ جوش سے ایک دوسرے پر نہ حملہ کرتین۔ نہایت خونریز لڑائی شروع ہوئی جو دن بھر جاری رہی شام تک کسی جانب فتح کی علامت نہین نمودار ہوئی۔ غروب آفتاب کے بعد سپاہیون نے خونریزی کرتے کرتے تھک کے اور طرفین کی مرضی کے مطابق لڑائی ملتوی کی۔ رات بھر جارحانہ کارروائی بند رہی لیکن صبح ہوتے ہی پھر شروع ہو گئی۔ اور دونون جانب کے لوگ پھر غیر معمولی جوش و خروش سے لڑنے لگے۔ موحدین اپنے دشمنون کے مقابلے مین تعداد مین بہت کم تھے۔ لہذا آخر مین وہ اُندلس والون کے حملون کو نہ برداشت کر سکے۔ اور امیر محمد المامون کو اپنے مشہور سردارون کے قتل ہو جانے کے بعد مغلوب ہونا پڑا۔

اس لڑائی مین دو مشہور سردار ابراہیم بن ادریس بن ابی اسحٰق والی سبتہ اور ابو زیاد المجاہد والی باجہ کام آئے۔ یہ دونون امیر المومنین کے عزیز تھے۔ اور بادشاہ کا بیٹا ابو الحسن جو مقدمۃ الجیش کا سردار تھا زخمی ہوا۔ یہ مشہور اور خونریز

لڑائی ۶ ماہ رمضان ۶۲۶ھ کو واقع ہوئی۔ ابو علی المامون کے لیے اب اس بات کا موقع نہ تھا کہ پھر مقابلے کا ارادہ کرتا اگرچہ اُسے شکست ہو گئی تھی مگر نہایت ترتیب کے ساتھ وہ اپنی فوج کو واپس لایا۔ اور ابن ہود کو بھی اُس کا تعاقب کرنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ کیونکہ موحدین نے یہ فتح اُسے بڑا نقصان اُٹھانے کے بعد حاصل ہونے دی تھی۔ اس لڑائی مین یہ مثل صادق آئی کہ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تمھین اپنے شکست خوردہ دشمن کی واپسی کے لیے چاندی کا پل تیار کرنا پڑتا ہے۔ موحدین بڑے بہادر سپاہی تھے اور اس لڑائی مین بھی اُنھون نے اپنی شجاعت کا پورا ثبوت دیا۔

اب ابو علی المامون نے ارادہ کیا کہ افریقہ مین چلا آئے۔ اور ایک بڑی فوج جمع کرے جو اس قابل ہو کہ ابن ہود کو شکست دے سکے۔ یہ خیال کرتے ہی امیر نے اسپین کی حکومت اپنے بیٹے ابو الحسن اور اپنے بھائیون سد عبد اللہ اور سد محمد کے سپرد کی اور افریقہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

ابن ہود کی شورش سے فائدہ اُٹھا کے ضمیل بن زیان نے بلنشیہ پر قبضہ کر لیا اور امیر المامون کے بھائی سد محمد المنصور کو جو اُس شہر کا والی تھا نکال دیا۔ ضمیل بن زیان اور سد محمد المنصور مین کئی لڑائیان واقع ہوئین لیکن شاہی فوجون کو ہر جگہ ناکامی ہوئی۔ حالانکہ موحدی سردار سد محمد المنصور بڑی بہادری سے مقابلہ کرتا رہا۔ آخر مین اُس نے دیکھا کہ میرے ہمراہی ساتھ چھوڑے جاتے ہین لہذا مجبور اً مسیحی بادشاہ جیمس والی ارجونہ کے پاس پناہ لی۔ مگر وہ مسیحی بادشاہ مسلمانون کا سخت ترین دشمن تھا۔ بظاہر اُس نے سد محمد المنصور کی مدد کا بہانہ کیا۔ مگر دراصل اُس کا ارادہ یہ نہ تھا کہ یہ اسلامی علاقہ فتح کر کے پھر سد محمد کے سپرد کر دے بلنشیہ کے تباہ و برباد کرنے کا یہ ایک نہایت عمدہ موقع اُس کے ہاتھ آ گیا۔ اُس نے

فوراً آذالی کی طرفداری مین اُس علاقے پر حملہ کر دیا اور اُسی کے نام سے اُس علاقے کے کُل قلعون پر قبضہ کر لیا۔ بلنشیہ مین ضمیل بن زیان کی شورش ۶۲۷ھ مین واقع ہوئی۔

جب یحییٰ بن الناصر نے ابوعبداللہ محمد بن ہود کی فتح کا حال سُنا جو اُس نے امیر المامون پر حاصل کی تھی تو اپنا ایک قاصد بھیج کے اُسے مبارکباد دی اور اُس سے دوستی کرنی چاہی۔ اُس کی دوستی کے ثبوت مین یحییٰ نے اپنے لوگون کو جمع کیا اور پہاڑون سے اُتر کے موحدی علاقے کو تباہ و برباد کرنے لگا جس طرح عشق مین کسی رقیب کی گنجایش نہین ہوتی اُسی طرح بادشاہت مین بھی کوئی کسی کو شریک نہین دیکھ سکتا۔ لہذا شاہ ابن ہود نے جو جواب دیا وہ یحییٰ بن الناصر کی مرضی کے مطابق نہ تھا۔ ابن ہود نے ایک قابل اور تجربہ کار سپہ سالار کی طرح حکم دیا کہ فوراً ایک رسالہ عزیز بن عبدالمالک کی ماتحتی مین پیش قدمی کرے۔ اور قاضی ابوحسین علی بن محمد القسطلی کی مدد سے مرقیہ پر شاہ ابن ہود کا قبضہ ہو گیا۔ اس موقع پر مسیحی شہسوارون کی چند جماعتون نے بھی ابن ہود کی مدد کی جو اُس کی مدد و معاون تھے۔

اب ابن ہود خود مرقیہ مین آیا۔ لوگون نے فوراً اُس کی حکومت کا اعلان کر دیا اُس نے عوام کے سامنے ایک تقریر کی۔ اپنے مقاصد بیان کیے یعنی یہ کہ مین فقط اس قدر چاہتا ہون کہ اسپین کو موحدین کے مظالم سے آزاد کر دون کیونکہ وہ نہایت ظالم اور اسلامی عادات و اطوار کو بگاڑنے والے ہین۔ بادشاہ نے اُن لوگون سے یہ بھی بیان کیا کہ اس ملک کے سارے جھگڑون کے بانی موحدین ہین اور اُنھین کی وجہ سے اسلامی قوت کمزور ہوتی جاتی ہے آخر مین بادشاہ نے کہا کہ موحدی ظالم وحشی اور گمراہ ہین۔ اور خاص اپنے قبیلے والون کے سوا اور کسی مسلمان کو اپنا بھائی نہین سمجھتے۔

حقیقت یہ ہے کہ لوگ موحدی حاکمون کے مظالم سے بہت پریشان ہو گئے

تھے۔ اُندلس کے اُمرا اور سردار بھی اُن بادشاہون کے غرور اور ظلم سے بددل
ہو رہے تھے لہذا عوام کو اُن کے خلاف کر دینا کوئی مشکل کام نہ تھا۔ فوراً لوگون نے
محمد بن یوسف بن ہود کو مرقیہ کا بادشاہ بنالیا اور اُس کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔
ابن ہود کے ظاہری اور باطنی صفات نے اُسے لوگون مین بہت ہر دلعزیز بنا دیا
اور اُس کی خوش بیانی نے ہر جماعت کو اُس کا طرفدار کر دیا۔ چند مہینے نہین گذرنے
پائے تھے کہ سارا صوبہ اُس کا مطیع و فرمانبردار ہو گیا۔ بادشاہ نے اپنے معتبر
سپہ سالار عزیز بن عبد المالک کو مرقیہ کا والی مقرر کیا۔ شاطبیہ کی حکومت اُس نے
یحییٰ بن محمد بن عیسیٰ ابو الحسین متوطن دآنیہ کو دی اور دانیہ مین یحییٰ ابو الحسین کے ایک
بیٹے کو حاکم مقرر کیا۔ لوگون نے اپنے بادشاہ ابن ہود کو المتوکل علی اللہ کا خطاب دیا

دوسرا باب

مسلمانون مین خانہ جنگی کا جاری رہنا جیمس شاہ
ارغونہ کا جزائر میورقہ۔ منارقہ اور یابسہ پر
قبضہ کرنا۔ اور ابو علی المامون کی موت۔

ابن ہود نے شاہ ابو علی المامون کے اسپین سے چلے جانے اور مرقیہ مین کامیابی
حاسل کر لینے سے اپنے دل مین خیال کیا تھا کہ اب میرے لیے سب دقتین رفع ہو گئی
ہین۔ مگر معلوم ہوا کہ والی اشبیلیہ نے جو شاہ ابو علی المامون کا بھائی تھا ایک فوج
جمع کی ہے اور مقابلے کے لیے آرہا ہے۔ فوراً ابن ہود بھی اُس کی تلاش مین چلا
والی اشبیلیہ پہلے سے یہ خیال کر رہا تھا کہ ابن ہود مجھ پر حملہ آور ہوگا لہذا اُس نے
الغرب کی فوجین جمع کی تھین۔ پھر یہ خیال کر کے کہ ابن ہود کے پاس بہت بڑی
فوج ہے اُس نے جلیقیہ کے مسیحون سے بھی مدد مانگی۔ اب وہ اپنے رسالون کو

ہمراہ لے کر نکلا۔ اور علاقۂ مریدہ مین آیا۔ اُس نے سد ابو عبد اللہ کے سپہ سالارون کو بھی اپنے ساتھ لے لیا تھا۔ الحانج کے قریب المامون کی فوجون نے ابن ہود کا مقابلہ کیا۔ اور نہایت خونریز لڑائی ہوئی۔ مگر ابن ہود اُس مین بھی کامیاب رہا۔ سد ابوعبد اللہ کے سپہ سالارون اور اُن کے مددگارون کو کامل شکست ہو گئی۔ لہذا اُنھین پیچھے ہٹ کے مدینۂ مریدہ مین پناہ لینی پڑی۔ یہ خونریز جنگ مریدہ ۶۲۹ھ عـہ کے شروع مین واقع ہوئی۔

جن لوگون نے مریدہ مین پناہ لی تھی اُن مین موحدی سپہ سالار عبد اللہ بن محمد اور اُس کا بھائی ابو عمر عبد الرحمن بن محمد بھی تھے۔ عبد اللہ قصر الفتح کا والی رہ چکا تھا جس کا نام قصر ابی دانس بھی تھا۔ یہ مقام اس زمانے مین مسیحیون کے قبضے مین تھا۔ اسی طرح ماننتاشیس اور اُس نواح کے دیگر قلعجات بھی مسیحیون کے ہاتھ مین تھے۔ مریدہ مین بہت سے معزز موحدی سردار تھے۔ لیکن ابن ہود کے طرفدارون کی تعداد اُن سے زیادہ تھی۔ لہذا اُن آخر الذکر لوگون نے سازش اور دغابازی کے ساتھ ان دونون بھائیون عبد اللہ اور عبد الرحمن کو پکڑ کے ابن ہود کے سپہ سالارون کے ہاتھ مین دے دیا۔ وہ بھائی ایک رات بھی اس شہر مین اطمینان سے نہ بسر کر سکے ابن ہود کے شمالی سرحد سے واپس آنے کے بعد ان دونون بھائیون عبد اللہ بن محمد بن وزیر اور ابو عمر عبد الرحمن کو لوگ مدینۂ اشبیلیہ مین لائے جو اُن کا مولد و مسکن تھا مگر اس شہر کے پُرجوش باشندے چاقو اور چھریان لے کے اُن بدقسمت قیدیون پر جھپٹ پڑے اور باوجود اُن کے رتبہ اور شرافت کے اُنھین کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ بعض مورخین بیان کرتے ہین کہ اس واقعے سے ابن ہود کو بڑا صدمہ ہوا۔ کیونکہ ابو عمر عبد الرحمن کی لیاقت اور عقلمندی کی وجہ سے وہ

عـہ المقضائی لکھتا ہے کہ یہ جنگ ۶۲۷ھ مین واقع ہوئی مگر یہ اُس کی غلطی ہے۔ (کانڈی)

اُن کی قدر کرتا تھا۔ ابو عمر نے اپنے باپ کی مشہور اور قابل تعریف نظم کی ایک شرح لکھی تھی۔

بعض مورخین ان دونوں شریف سرداروں عبد اللہ بن محمد اور ابو عمر عبد الرحمٰن کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ خود ابن ہود کے حکم سے قتل کیے گئے۔ اور اس کے گارڈ کے سپاہیوں نے انھیں اپنے نیزوں سے قتل کیا لیکن یہ لوگ لکھتے ہیں کہ یہ دونوں بھائی اس وقت قتل کیے گئے جب کہ بادشاہ ابن ہود اپنی عظیم الشان فوج کے ساتھ مدینۂ مروقہ سے سرزمین غرناطہ کی جانب آرہا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ اس مہم میں اس علاقے کے کل قائدوں نے ابن ہود کی طرفداری اختیار کر لی۔ اور غرناطہ کے باشندوں نے بھی نعرہ ہائے مسرت کے ساتھ اُس کا استقبال کیا۔ بعض مورخین لکھتے ہیں کہ ان دونوں سپہ سالاروں عبد اللہ اور ابو عمر کو لوگ قید کر کے اشبیلیہ میں نہیں بلکہ غرناطہ میں لے گئے۔ انھوں نے اپنی برگشتگی قسمت کو قابل تعریف استقلال کے ساتھ برداشت کیا۔ ابن ہود نے حکم دیا کہ وہ دونوں فوراً قتل کر ڈالے جائیں۔ اُن کی ذاتی خوبیاں اور اُن کے باپ کی شہرت کوئی چیز انھیں قتل ہونے سے نہ بچا سکی۔ اور ان شریف بھائیوں کو گارڈ کے سپاہیوں نے اپنے نیزوں سے چھید ڈالا۔ اور یہ کارروائی ایک ایسے بادشاہ کے حکم سے عمل میں آئی جسے عالموں کی قدردانی و سرپرستی کا فخر تھا۔

اس مشہور روای ابو عمر کے متعلق مشہور ہے کہ ایک دفعہ شام کے وقت وہ ایک پُرفضا وادی میں گذر رہا تھا جو مدینۂ اقبوس اور مدینۂ ابن سلیم کے درمیان میں واقع ہے اور جس کا نام وادی الحمامہ ہے۔ دفعۃً اُس نے ایک جنگلی فاختہ کا نغمہ سُنا۔ اُسی وقت اُس نے اپنی اُس مشہور و معروف نظم کے اشعار کہے جو "فاختہ کی فریاد" کے نام سے مشہور ہے اور جسے الغرب کے باشندے رات کو چاندنی میں گایا کرتے ہیں۔

اسی زمانے مین طلیطلہ کے مسیحیون نے علاقۂ قرطلہ پر حملہ کرکے اُس علاقے کے کل قلعون پر قبضہ کرلیا۔ قلعۂ قشاطہ بھی اُن کے ہاتھ آگیا مگر اُس پر وہ فقط چند روز قابض رہے کیونکہ سرحد کی اسلامی فوجون نے یہ قلعہ مسیحیون سے واپس لے لیا۔ اسپین کے شمالی علاقہ جات مین اُن کافرون نے حملہ کرکے ترجیلہ پر قبضہ کرلیا اور بہت سے مسلمان سپاہی جو اس قلعہ کی حفاظت کر رہے تھے قتل ہوئے اسی طرح نواح بتادنس مین بھی بہت سے مسلمان مارے گئے۔ ترجیلہ کے والی ابو اسحق ابراہیم بن محمد بن سنانید الانصاری تھے۔

اسی سنہ ۶۲۹ھ مین ظالم جمیس اپنی بہترین اور طاقتور فوجون کے ساتھ جزائر میورقہ پر حملہ آور ہوا۔ سند محمد اور اُس کے ہمراہیون نے یہ خیال کیا کہ مسیحی بادشاہ نے ہماری جانب سے حملہ کیا ہے۔ تاکہ ہمین دشمنون کے مقابلے مین مدد دے۔ کافرون نے بندرگاہون پر قبضہ کرلیا۔ اور والی سعید الحاکم بن عثمان القریشی کو شکست دیدی یہ والی الغرب کے مقام طبیرہ کا باشندہ تھا۔ اُس نے ایسی سختی کے ساتھ مقابلہ کیا اور مسیحیون کو ایسا سخت نقصان پہونچایا کہ کہا جاتا ہے وہ کافر کسی ایسے مقام پر نہین قبضہ کرسکے جسے پہلے اُنھون نے اپنے خون سے سیراب نہ کردیا ہوتا ہم والی کو پیچھے ہٹ کے قلعے مین پناہ لینی پڑی۔ اور چند روز وہ قلعے کے اندر سے مسیحیون کا مقابلہ کرتا رہا۔ ابن عثمان نے ۱۴ ماہ صفر سنہ ۶۲۹ھ کو قلعہ کے اندر پناہ لی تھی لیکن چند روز مین اُسے نظر آیا کہ باہر سے مدد ملنے کی کوئی اُمید نہین لہذا نہایت ذلیل شرائط پر اطاعت قبول کرنی پڑی۔ جزائر منارقہ اور یابسہ کے شریفون اور شیخون کو بھی اسی طرح مطیع ہوجانا پڑا اور اُنھون نے بھی شاہ جمیس کو اپنا بادشاہ تسلیم کرلیا۔ اس طرح چار شیخ تھے جنھون نے مسیحیون کی سرداری تسلیم کرلی۔ اُن کے نام حسب ذیل ہین۔ عبداللہ صاحب ہجووہ علی صاحب بنی سعیدہ۔ ابن یحیی صاحب بنی فبین - اور محمد صاحب القصر۔ ان

جزائر کے مسلمان باشندون نے مسیحی فاتحون سے درخواست کی کہ الحکم بن عثمان کو ان جزائر کی ولایت پر برقرار رکھا جائے۔ انھون نے اس درخواست کو قبول کیا۔ اور وہ اس عہدے پر قائم رہا لیکن چند روز بعد قاضی ابوعبداللہ محمد بن احمد بن حسام نے حسد کی وجہ سے لوگون کو والی کے خلاف شورش پر آمادہ کر دیا۔ اس بدنظمی کی وجہ سے مسیحیون کو پھر ان جزائر کی طرف توجہ کرنی پڑی۔ اور اس دفعہ انھون نے ان جزائر کے مسلمان باشندون کے کندھون پر بھاری جوا رکھ دیا جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوئے۔ اور پھر کبھی سر نہ اٹھا سکے۔

اسی سال امیر المومنین ابوعلی المامون نے مراکش مین انتقال کیا۔ اس افسوسناک واقعے کے بعد اسپین مین موحدین کی سلطنت کا خاتمہ ہو گیا اور پھر کبھی انھین اس سرزمین مین کامیابی نہین ہوسکی۔ باغی سردار یحییٰ بن الناصر نے موحدی سلطنت کا دعویٰ کیا اور چاہا کہ کامیابی حاصل کرے وہ سمجھتا تھا کہ موحدی سلطنت کا جائز وارث مین ہی ہون۔ اور یہ خیال اُس کے دل مین اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ مراکش مین اُس کی سلطنت کا اعلان کیا جا چکا تھا۔ یحییٰ بن الناصر کے حقوق خواہ کیسے ہی حق بجانب ہون مگر اُس کے طرفدارون کی تعداد محمد عبداللہ بن ہود کے مقابلے مین بہت کم رہی اور اب وہ ابن ہود کو بھی اپنا دشمن سمجھنے لگا۔

یہ دونون دعویداران سلطنت اُندلس مین اقتدار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے تھے دفعۃً ایک تیسرا دعویدار پیدا ہو گیا جس کا نام ضمیل بن زیان تھا۔ اُس نے بلنشیہ پر قبضہ کر لیا۔ اور چاہتا تھا کہ اپنے اقتدار کو وسعت دے۔ شہر دانیہ بھی اُس کے قبضے مین آ گیا اور اُس نے اپنے چچازاد بھائی محمد بن صلاح بن یوسف الجزامی کو اپنی طرف سے اُس شہر کا حاکم مقرر کیا۔ سابق والی حسین بن یحییٰ کو اُس نے شہر سے نکال دیا اور اُس نے اپنے باپ احمد بن عیسٰے الخزرجی والی شاطبہ کے پاس پناہ لی۔ یہ احمد بن عیسیٰ ابو عمر بن عطیہ کا رشتہ دار

تھا لہذا اُس نے اپنے رسوخ اور فوجی خدمت کے معاوضے اور اپنی ہشیار دولت کے ذریعے سے وآنیہ کی ولایت پھر اپنے بیٹے حسین کے لیے حاصل کر لی جس سے کہ وہ نکالا جا چکا تھا حسین پھر دآنیہ کا والی ہوا اور اُس وقت تک اس شہر پر قابض رہا جب کہ مسیحیون نے اُس پر قبضہ کر لیا۔ اس کا حال ہم آیندہ بیان کرین گے۔

یحییٰ بن الناصر اپنی فوجون کے جمع کرنے مین پوری کوشش کر رہا تھا۔ اب اُس نے اپنے سب دوستون اور طرفدارون کو مدد کے لیے بلایا اور کہلا بھیجا کہ جس قدر توپین اور سپاہی ممکن ہون جمع کر کے آجائین۔ اس طرح ارجونہ مین ایک بڑی فوج جمع ہو گئی۔ یحییٰ بن الناصر نے اس ساری فوج کی سپہ سالاری اپنے بھتیجے محمد ابوعبداللہ بن یوسف بن الناصر کو دی۔ یہ بڑا قابل نوجوان تھا۔ اُس کی دانائی اور نیکیون سے یہ معلوم ہوتا کہ سن رسیدہ تجربہ کار ہے اور میدان جنگ مین اُس سے ایسی بہادری اور قابلیت ظاہر ہوتی کہ مشہور و معروف المنصور بن ابی عامر کے کارنامے یاد آجاتے۔ یہ نوجوان ابن الاحمر کے لقب سے مشہور تھا اور اندلس کے کل معزز سردار اُس کی قدر اور عزت کرتے تھے۔ اپنے چچا کی خدمت گزاری مین اُس نے سوارون کی ایک جماعت کے ساتھ شہر جیان پر حملہ کر کے بزور اسلحہ فتح کر لیا۔ اور ماہ ......عــه سنہ ۶۲۹ھ کے ایک جمعہ کو اُس شہر مین داخل ہو گیا۔ لیکن مدینۂ جیان کے حملے مین خود یحییٰ بن الناصر ایسا زخمی ہوا کہ زیادہ دیر زندہ نہ رہ سکا۔ تھوڑی ہی دیر بعد اُس نے انتقال کیا اور اپنے خون کا انتقام اور علاقے کا انتظام اُس نے اپنے بھتیجے کے ذمے چھوڑا۔

محمد ابوعبداللہ بن یوسف نے اپنے چچا یحییٰ بن الناصر کی موت کو پوشیدہ رکھا یہان تک کہ اُسی کے نام سے وادی آش اور بائزہ پر قبضہ کر لیا۔ اب یہ دیکھ کے کہ ان اضلاع کے باشندے میرے ہمخیال ہو گئے ہین اور میری قدر کرتے ہین اُس نے

عــه اصل کتاب مین مہینے کا نام اسی طرح چھوڑ دیا گیا ہے۔ (کاندھی)

اپنے چچا یحییٰ بن الناصر کی موت کا حال لوگون پر ظاہر کر دیا۔ فوراً لوگون نے ارجونہ۔جیان۔واد ی آش بائزہ اور اُن علاقہ جات کے دیگر قلعون مین اُس کی حکومت کا اعلان کیا۔ اس کے بعد محمد ابوعبد اللہ نے شاہ ابن ہود کی مخالفت کی اور اُن لوگون کا بھی دشمن ہو گیا جو ابن ہود کے طرفدار تھے۔

تیسرا باب

مسیحی بادشاہ فردنند کا شہر سس کے قریب پہونچنا۔
جنگ وادی لکہ۔ اراغونہ۔ اور اندلوسیہ مین
لڑائیان۔ عبیدہ اور قرطبہ پر مسیحیون کا قبضہ۔

مسیحی بادشاہ فردنند مسلمانون کا سخت ترین دشمن تھا۔ اُس کے دل مین اس کے سوا اور کوئی خواہش نہ تھی کہ اُن کے اُندلسی علاقہ جات پر قابض ہو جائے۔ لہذا اُس نے اِس سرزمین کے کھیتون کو مسلسل حملون سے تباہ و برباد کرنا شروع کر دیا۔ قصبون مین آگ لگا دی۔ اور گاؤن ویران کر ڈالے غرض جس جگہ وہ پہونچ جاتا سارا علاقہ تباہ و برباد ہو جاتا۔ مسلمانون کی خانہ جنگیون اور ابن ہود اور ضمیل بن زیان کی لڑائیون نے شاہ فردنند کو اور بھی اس بات کا موقع دیدیا کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنا مقصد حاصل کر لے۔ پھر ایک نئی شورش محمد بن الاحمر کی جانب سے پیدا ہو گئی تھی۔ ان سب باتون کو مسیحی بادشاہ بڑی خوشی کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اسلامی علاقے کے سب شہر اور قصبے ان قوتون مین تقسیم ہو گئے تھے۔ والیون اور قائدون کو جو اُن پر قابض تھے سب سے زیادہ اس بات کی فکر تھی کہ جس طرح ممکن ہو ہم اس پر قابض رہین لہذا اُن کی سمجھ مین نہ آتا کہ اس مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کس سردار کی طرفداری کرین اور کس کی مخالفت۔

ان مین بہت سے حاکم ایسے تھے جنھین نہ عزت کی پروا تھی نہ ادائی فرض کی فکر تھی۔ وہ فقط اپنا فائدہ دیکھ رہے تھے۔ لہذا اُنھون نے اُن سب کو جو اقتدار حاصل کرنے کے لیے جد وجہد کر رہے تھے۔ چھوڑ کے اپنی خود مختاری کا اعلان کر دیا۔ اور کہا کہ ہم کسی کے طرفدار نہین۔ لہذا کسی کی مدد نہ کرین گے۔ اس طرح وہ اپنے اپنے شہرون اور قلعون کے خود مختار حاکم بن بیٹھے۔ اُنھون نے ان اضلاع کے باشندون کو یہ ظاہری اطمینان دلا کے دھوکا دیا کہ چونکہ ہم کسی کے شریک نہین لہذا ہمارے علاقے مین بالکل امن و اطمینان رہے گا۔ لیکن اصل یہ ہے کہ اُن کی غلطی تھی جسے وہ خود بھی سمجھ رہے تھے کہ اس طرح اپنے بھائیون سے جدا ہو کے اُن مین مدافعت کی بالکل قوت نہین باقی رہی تھی۔ لہذا جو حملہ آور سب سے پہلے نمودار ہو کے اُنھین مطیع کرنا چاہتا تھا وہ اُس کے اطاعت گزار بن جاتے۔ ان کی فوجین اتنی بڑی اور اس قابل نہ تھین کہ اُن دعویداران سلطنت کا مقابلہ کرین جو اُندلس کی اسلامی سلطنت کے لیے آپس مین لڑ رہے تھے۔ اب یہ جھگڑے اس حد تک پہونچ گئے کہ اللہ کے دشمن کو اپنی کامیابی بہت آسان نظر آئی۔ اور اُس کی اُمیدین تازہ ہو گئین۔ مسلمان دعویداران سلطنت آپس مین لڑ کے اپنی ہی تباہی و بربادی کی فکرین کر رہے تھے جس کا یہ لازمی نتیجہ تھا کہ اسلامی سلطنت اُندلس کا خاتمہ ہو جائے۔ بلکہ اب صاف ظاہر ہو گیا کہ مسلمانون کا مقصد اس کے سوا اور کچھ نہین کہ اپنی ہسپانی سلطنت کا خاتمہ کر دین۔ اور اپنی اُن عظیم الشان یادگارون کو اس طرح مٹا دین کہ سوا حسرت و یاس کے اور کوئی چیز نہ باقی رہے جو اُن کے اُس عروج اور انتہائی ترقی کو یاد دلا سکے۔

اس حالت مین شاہ فردیننڈ اپنے تیز رو سوارون کے ساتھ علاقۂ قرطبہ مین نمودار ہوا۔ اور چند نہایت مضبوط قلعون پر قبضہ کر کے وہان کے باشندون

کو قتل کر ڈالا یا قید کرے گیا۔ مدینہ بلما مین اُس کا داخلہ غیر معمولی بیرحمی اور ظلم کے ساتھ ہوا۔ مسیحیون نے اُن بوڑھون کو جو اسلحہ اُٹھانے کے قابل نہین رہے تھے اور معصوم بچون اور عورتون کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔ مختصر یہ کہ اُنھون نے بغیر کسی بات کا لحاظ کیے ہر عمر کے مرد اور عورتون کو قتل کر ڈالا۔ ان مظالم سے قرب وجوار کے شہرون اور قصبون کے لوگ خوف زدہ ہو گئے اور وہ مسیحیون کا مقابلہ نہ کر سکے۔ لہٰذا اُنھین پورا موقع مل گیا کہ بغیر روک ٹوک آگے بڑھتے رہین۔ اس طرح وہ اشبیلیہ اور شیرس کے نواح تک پہونچ گئے۔

شریف بادشاہ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود کو ان تازہ مصیبتون کا حال معلوم کر کے بہت صدمہ ہوا۔ اُس نے اپنے نوجوان حریف محمد بن الاحمر کی کوئی پروا نہ کی جس نے علاقۂ غرناطہ مین کامیابی حاصل کر لی تھی۔ بلکہ فوراً اپنی فوجین مرتب کرنے لگا تاکہ مسیحیون کے مقابلے کو روانہ ہو۔ اس کام مین وہ اس قدر منہمک ہو گیا کہ بہت جلد سوارون اور پیدلون کی ایک بہت بڑی فوج جمع کر لی جو نہایت عمدہ اور تعداد مین اس قدر زیادہ تھی کہ میدانون اور پہاڑون مین پھیلی ہوئی تھی۔ اب ابن ہود دشمن کی تلاش مین چلا جو مشہور و معروف وادی لکہ کے کنارے پڑے ہوئے تھے۔ یہ ندی مدینہ شیرس کے قریب سے بہتی تھی اور مسیحیون نے اپنا سارا قیمتی مال غنیمت۔ قیدی اور مویشیون کے گلّے یہین جمع کیے تھے۔

مسلمانون کو اطمینان تھا کہ اب یہ شوریدہ پشت کافر اُس سزا سے نہ بچ سکین گے جس کے وہ لائق ہین کیونکہ اُن کے واپس جانے کا کوئی راستہ نہ تھا۔ اس حال مین دونون فوجین ایک دوسرے کے مقابل ہوئین۔ ابن ہود نے اپنا خیمہ زیتون کے کھیت مین نصب کرایا۔ اور فوراً ایک ہزار مسلمان سوارون کو بھیجا تاکہ دشمن سے لڑائی شروع کر دین۔ لیکن مسیحیون کو اپنے دھسون مین سے

نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔ تاہم وہ لڑائی کے لیے تیار ہو گئے۔ کیونکہ انھین نظر آیا کہ اس کے سوا اب کوئی چارہ نہین ہے۔ وہ بالکل مایوس تھے۔ ان مین کا ایک شخص بھی یہ نہین خیال کرتا تھا کہ مین یہان سے زندہ بچ کے جا سکون گا۔ لہذا انھون نے بدقسمت مسلمان قیدیون سے جو ان کے ہاتھ مین گرفتار تھے انتقام لینا چاہا۔ وہ زنجیرون مین جکڑے ہوے لشکرگاہ کے سامنے لائے گئے اور مسیحیون نے اُن سب کو قتل کر ڈالا۔ ایک شخص کو بھی زندہ نہ چھوڑا۔

اس کے بعد مسیحی سپہ سالار نے اپنے لوگون کو جوش دلایا۔ اُسے اُمید نہ تھی کہ اس لڑائی کے بعد کوئی شخص زندہ بچے گا۔ لہذا اُس نے اپنے سپاہیون سے مندرجۂ ذیل الفاظ کہے:۔ ”دشمن تمھارے سامنے ہین اور تمھارے پیچھے دریا ہے۔ اب تمھین سوا آسمان کے اور کہین پناہ نہین مل سکتی۔ لہذا وہی کرو جو مین کرتا ہون۔ آؤ ہم بخوبی انتقام لے کے مرین۔“

شاہ ابن ہود کے سوارون نے مسلمانون قیدیون کی آوازین سنین جنھین بیرحم مسیحی قتل کر رہے تھے لہذا وہ فوراً جوش و خروش کے ساتھ کافرون پہ حملہ آور ہوئے۔ دفعتہً سارے لشکر مین ہلچل پیدا ہو گئی۔ طبل جنگ بج رہے تھے۔ ترھیون کی آوازین گونج رہی تھین اور سپاہی زور و شور سے نعرے بلند کر رہے تھے۔ غرض ایسا ہنگامہ بپا ہوا کہ زمین و آسمان ایک ہو گئے اور سننے والون کے دلون مین ویسا ہی خوف پیدا ہوا ہوگا جیسا کہ ان سطرون کے لکھنے والے کے دل مین اس وقت پیدا ہو رہا ہے۔ مسیحی بھی وحشیانہ جوش کے ساتھ لڑے اور نہایت سخت اور خونریز جنگ شروع ہو گئی جس مین دونون جانب کے سپاہی وحشی درندون کی طرح ایک دوسرے کو پھاڑنے اور قتل کرنے مین مصروف تھے۔ مسلمانون کو اپنی بہادری اور زیادتی تعداد پہ کامل اطمینان تھا لہذا

اُنھون نے دشمنون کو ایک حلقے مین لے لیا اور اپنے نیزون سے اُن پر حملے کرنے لگے تاکہ اُن سب کا خاتمہ کر دین۔ لیکن مسیحی اپنی جانون سے مایوس ہو چکے تھے اور اُنھون نے ایسی سختی کے ساتھ حملہ کیا کہ اسلامی صفون مین سے راستہ کر لیا جو چیز اُن کے سامنے آئی اُسے اپنی تلوارون سے کاٹ کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالا۔ فوراً مسلمان سوارون نے حملہ کیا لیکن اس حرکت سے مسلمان پیدل سپاہیون مین بے ترتیبی پیدا ہو گئی۔ وہ زیتون کے کھیتون مین واپس آئے تاکہ اپنے بادشاہ کے پاس پناہ لین۔ مسیحی اُن کے تعاقب مین یہان تک چلے آئے۔ اس طرح باوجود سخت نقصان اُٹھانے کے کافرون کو میدان جنگ سے نکل جانے کا موقع مل گیا۔ لیکن مسلمانون کو بھی اس لڑائی مین بہت نقصان اُٹھانا پڑا۔ منتطوعین بہت زیادہ تعداد مین مارے گئے۔ اور شاہ ابن ہود کے گارڈ کے جوان بھی زیادہ کام آئے۔

بادشاہ نے اپنے سوارون کو دشمنون کے تعاقب مین روانہ کیا۔ اور مسلمان فوجین شریس اور شذونیہ مین واپس آئین تاکہ اپنے زخمون کا علاج کرین۔ اور آرام لین۔ یہ وادی لکہ کی لڑائی آخر ۱۳۰ھ عـ۵ مین واقع ہوئی۔

اس اثنا مین ابو صمیل بن زیان مسیحیون سے اُس اسلامی خون کا بدلہ لے رہا تھا جو اُنھون نے بڑی بیرحمی کے ساتھ بہایا تھا۔ اُس نے علاقۂ ارغونہ پر متعدد حملے کیے۔ کھیتون کو کاٹ ڈالا۔ قصبون مین آگ لگا دی۔ اور گاؤن کو تباہ کر ڈالا۔ اس طرح وہ حصن غنسبہ۔ اور طرطوسہ تک چلا گیا اور بیشمار مال غنیمت اور قیدی حاصل کر کے واپس آیا۔

لیکن مسیحی بھی غافل نہ تھے۔ اُنھون نے ہنسولہ۔ قسطلان۔ بنول۔ اور القلعش پر قبضہ کر لیا۔ اور دریائے شنکر کے کنارے بڑھتے ہوے حصن شصوہ تک

عـ۵ ۱۲۳۴ء عیسوی (کانڈی)

پہونچ گئے۔ پھر رات کے وقت دفعتہً حملہ کر کے اُس پر قابض ہو گئے۔ سال کے آخر تک اُنھون نے مطلیہ پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور تُبّرانہ کے گرد پڑاؤ ڈال دیا لیکن اُس شہر نے بہت جلد ہتھیار ڈال دیے۔ کیونکہ فقط اسی شہر کے لیے نہین بلکہ سارے علاقے کے باشندون کی سلامتی کا وعدہ کیا گیا۔ اس اثنا مین محمد بن الاحمر نے نوشہ۔ الحامہ اور اُس پہاڑی علاقے پر جو اِن مقامات کے قریب تھا قبضہ کر لیا۔ یہ سب واقعات سنہ ۶۳۱ھ مین پیش آئے۔

مسیحیون کو مطلیہ اور تبّرانہ پر قبضہ کر کے بہت خوشی ہوئی۔ اُن کی ہمت بڑھ گئی اور اُنھون نے چاہا کہ اپنی فتوحات کو زیادہ وسیع کرین۔ اس خیال سے وہ مدینۂ غبیدہ کی طرف بڑھے۔ اور اُن کے جھنڈے اس شہر کے قریب نظر آنے لگے۔ اُنھون نے فوراً شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور مختلف کلون اور منجنیقون کے ذریعے سے حملہ کرنے لگے۔ غبیدہ بہت بڑا شہر تھا۔ اور اس کی آبادی بہت زیادہ تھی اگرچہ شہر کے گرد نہایت مستحکم دیوارین موجود تھین لیکن زیادہ دنون مدافعت نہ کی جا سکی۔ شہر کے والی نے شاہ فرڈننڈ سے نام و پیام شروع کیا اور چند شرطین منظور کرانی چاہین۔ مسیحی بادشاہ نے ان سے انکار نہین کیا اور اپنے وعدون کا ایفا کر دیا۔ مدینۂ غبیدہ کے باشندون کی جان و مال کی حفاظت کا وعدہ کیا گیا۔ اور شہر مسیحیون کے حوالے کر دیا گیا۔ اس طرح یہ شہر سنہ ۶۳۲ھ مین مسلمانون کے قبضے سے نکل گیا۔

اسی سال صلیب کے پیرو اُن نے علاقۂ الغرب پر حملے شروع کر دیے اور الحاجج اور چند دیگر قلعون پر قبضہ کر لیا۔ مسلمان خانہ جنگیون مین مصروف تھے لہٰذا اُن کی پیش قدمی کو روکنے کی کوئی تدبیر نہ کر سکے۔ فرلین اور غدالہ کا بھی یہی حشر ہوا۔ یہ دونون مقامات بنی عبدوش کے قبضے مین تھے۔ اسی قدر نہین بلکہ یہی افسوسناک واقعہ اندلس کے قدیم دارالسلطنت اور آباد شہر قرطبہ کے متعلق

پیش آیا۔

شاہ ابو عبداللہ محمد بن ہود اقیجہ مین فوجین جمع کر رہا تھا تاکہ مدینۂ عبیدہ کی مدد کو روانہ ہو۔ اُس نے ارادہ کیا تھا کہ اس شہر کو مسیحیون سے واپس لے کے غرناطہ کی جانب چلا جاؤن گا۔ اسی اثنا مین مدینۂ عبیدہ کے مسیحی سپہ سالار کو جسے اُس کے بادشاہ نے مقرر کیا تھا یہ خبر ملی کہ شہر قرطبہ بخوبی محفوظ نہین ہے۔ اس کی حفاظت مین بڑی بے پروائی کی گئی ہے۔ مسیحی پُرانی ضرب المثل "دولت اُسی کا ساتھ دیتی ہے جو کہ اُس کا مستحق ہوتا ہے اور جو اُس کے حاصل کرنے کی جرأت کرتا ہے" پر عمل کر کے ایک نہایت سخت مہم کے لیے آمادہ ہو گیا۔ اُس نے خفیہ طریقے پہ سرحد کی فوجون کو جو اندوہ شہرین موجود تھین بُلایا اور عبیدہ کی چند فوجون کے ساتھ شامل کر کے قرطبہ کی جانب بھیجا۔ ان سپاہیون نے ایک نہایت تاریک رات کو دارالسلطنت کی شہر پناہ پر سیڑھیان لگا کے اور ان لوگون کو جو کہ اُس کی حفاظت کر رہے تھے قتل کر کے ایک بُرج پر قبضہ کر لیا۔ یہ بُرج جس پر اس طرح اچانک حملہ کیا گیا شہر کے جنوب مین تھا۔

صبح کے وقت قرطبہ والون کو خبر ہوئی کہ کیا واقعہ پیش آیا ہے فوراً چند پُرجوش اور مستقل مزاج باشندے اِس بات پر آمادہ ہو گئے کہ اُس بُرج پر جو مسیحیون کے قبضے مین چلا گیا تھا حملہ کر کے اُن سے واپس لے لین۔ لیکن اُس کا موقع اس قدر مستحکم تھا۔ اور مسیحیون نے ایسی سختی کے ساتھ مدافعت کی کہ اُن کی ساری کوششین بیکار ثابت ہوئین اور دشمن اپنے مفتوحہ بُرج پر قابض رہے۔

فوراً شاہ ابن ہود کو اس افسوسناک واقعے کی خبر کی گئی۔ بتایا گیا کہ شہر کیسے خطرے مین ہے اور ممکن ہے کہ ہمیشہ کے لیے مسلمانون کے ہاتھ سے نکل جائے۔ قرطبہ کے قائدون نے بادشاہ سے یہ بھی کہا کہ مسیحی بشمار تعداد مین اپنے بھائیون

کی مدد کے لیے آ رہے ہین۔ اور سنا گیا ہے کہ شاہ فرو نند خود بھی ایک بڑی فوج کے ساتھ روانہ ہو گیا ہے تاکہ قرطبہ پر پوری طرح قبضہ کر لے۔

ابن ہود نے ایک لمحہ بھی ضایع نہین کیا۔ فوراً اس شہر کی مدد کے لیے چل کھڑا ہوا مگر جب وہ آدھی دور پہونچا تو اُسے معلوم ہوا کہ مسیحی جنوبی حصہ شہر پر قبضہ کر چکے ہین۔ اور شاہ فرو نندا اپنے شہر انطرا مودرہ سے بیشمار فوج کے ساتھ روانہ ہو کے القولیہ تک آ گیا ہے اور اس شہر کا محاصرہ کیے پڑا ہے۔ ابن ہود نے اپنے قائدون کو بلا کے مشورہ کیا۔ لیکن وہ لوگ کوئی رائے نہ قائم کر سکے کہ کیا جائے۔ بعضون نے یہ رائے دی کہ فوراً مسیحیون پر حملہ کر دیا جائے۔ اور قرطبہ والون کی ہمت بڑھائی جائے تاکہ وہ بھی مقابلہ کرتے رہین۔ لیکن چند قائدون نے جو کمزور تھے کہا کہ دشمنون کی قوت اور اُن کے انتظامات کا اندازہ کیے بغیر حملہ کرنا عقلمندی نہین ہے۔

ابن ہود ان مشورون سے بہت پریشان ہوا۔ اُس کی سمجھ مین نہ آیا کہ کیا کرے۔ پھر اُس نے ایک مسیحی شخص کو جس کا نام ڈان سوآر تھا اور جو اُس کے لشکر مین موجود تھا بھیجا تاکہ خبر لائے کہ قرطبہ مین مسیحی فوجون کی کیا تعداد ہے۔ بادشاہ کے حکم کے مطابق یہ اللہ کا دشمن اُس شہر کی جانب گیا۔ لیکن غلط بیانی اور دھوکہ دینے کی غرض سے واپس آیا مسیحی دشمنون کی تعداد اُس نے نہایت مبالغے کے ساتھ بیان کی اور کہا کہ وہ لوگ بیشمار تعداد مین وہان موجود ہین۔ کوئی شخص انہین شمار نہین کر سکتا۔ عین اسی وقت دآنیہ کے والی ابو جمیل بن زیان کا ایک قاصد ابن ہود کے پاس آیا اور ایک خط لایا جس مین ابو جمیل نے لکھا تھا کہ مین نے مسیحیون کو قالیرہ کا محاصرہ اُٹھا لینے پر مجبور کر دیا۔ لیکن اُنھون نے بلنشیہ کے میدان مین قلعہ ناجی قوت پر قبضہ کر لیا ہے جس کی وجہ سے اس بات کا خطرہ ہے کہ کہین وہ سارا علاقہ دشمنانِ اسلام کے ہاتھ مین نہ چلا جائے۔ اس کے بعد اُس نے

شاہ ابن ہود سے درخواست کی کہ آپ فوراً میری مدد کے لیے روانہ ہو جائیں اور مجھے ظالم دشمن کے ہاتھ سے بچائیں۔ آخر میں والی نے لکھا کہ اگر آپ اس وقت میری مدد کریں گے تو میں آپ کی اطاعت قبول کر لوں گا۔ کیونکہ ذلیل شرطوں پر کافروں کی اطاعت قبول کرنے اور انھیں خراج دینے سے یہ زیادہ اچھا ہے کہ ایک مسلمان بادشاہ کی سرداری قبول کر لی جائے۔

یہ خط بادشاہ نے اپنی فوج کے سپہ سالاروں اور قائدوں کے سامنے پڑھا۔ اور فوراً اُس نے راے قائم کر لی کہ اب مجھے کیا کرنا چاہیے۔ اِس کے علاوہ وہ پریشان بھی تھا۔ کیونکہ دیکھ رہا تھا کہ فوج کے سپاہی مسیحیوں کے اُن سخت حملوں کو نہیں بھولے ہیں جو اُنھوں نے شریش کے قریب کیے تھے اور وہ محاصرے کی تکلیفوں کے برداشت کرنے کے لیے دل سے آمادہ نہ تھے۔ ابن ہود یہ بھی چاہتا تھا کہ جس طرح ممکن ہو آبو جمیل بن زیان سے دوستی پیدا کی جائے۔ کیونکہ اسے نظر آ رہا تھا کہ اب میں بہت جلد اُس علاقے کا مالک ہو جاؤنگا۔ یہ خیال کرتے ہی اُس نے قرطبہ کا خیال چھوڑ دیا۔ اِس طرح اُس سے وہ حرکت سرزد ہوئی جس کا نتیجہ قسام ازل نے لوح محفوظ میں لکھدیا تھا۔ افسوس وہ قرطبہ کی جانب سے واپس روانہ ہو گیا۔ اور کہا کہ قرطبہ والے ایسے نہیں ہیں کہ دشمنوں کو آسانی کے ساتھ اپنی قسمتوں کا مالک ہو جانے دیں۔ اور اگر یہ شہر چند روز کے لیے نکل بھی گیا تو یہ نقصان لاعلاج نہ ہوگا۔ کیونکہ مسیحی ایک ایسے شہر پر جو اندلوت کی سرحد سے اتنی دُور واقع ہے کسی طرح قابض نہ رہ سکیں گے۔ اور اگر ایسا ہوا بھی تو میں کسی مناسب وقت میں ایک طاقتور فوج کے ساتھ حملہ کر کے اسے دشمنوں سے واپس لے لوں گا۔

اس اثنا میں مدینۂ قرطبہ کے اندر اور اُس کے قرب و جوار میں روزانہ

نہایت سخت اور خونریز لڑائیان واقع ہوتی تھین۔ شہر کے باشندے جو بہادر اور زیادہ تعداد مین تھے غیر معمولی استقلال کے ساتھ اپنے ملک۔ اپنی آزادی اور اپنی بیوی بچون کے لیے لڑ رہے تھے۔ روزانہ سڑکون اور بازار دن مین سخت ترین لڑائیان واقع ہوتین۔ اور جب تک اُن کے دل مین اس بات کی اُمید باقی تھی کہ عنقریب مدد ملنے والی ہے وہ قابل تعریف استقلال کے ساتھ مدافعت کرتے رہے۔ لیکن جیسے ہی اُنھین معلوم ہوا کہ شاہ ابن ہود نے ہمین چھوڑ دیا ہے اُن کے دل ٹوٹ گئے۔ اس کے بعد پہلے سے جوش و خروش کے ساتھ مدافعت نہ کی جا سکی۔ آخر کار جب قرطبے والون کو کسی مدد کی اُمید نہ رہی تو اُنھون نے دشمنون سے نامہ و پیام شروع کیا۔ اب مسیحیون کو اپنی کامیابی کا یقین ہو گیا تھا۔ اُنھون نے شہر والون کی جانون کی حفاظت کے سوا اور کسی شرط کو نہین قبول کیا اور شہر والون کو اجازت دی کہ جہان جی چاہے چلے جائین۔ مجبوراً قرطبہ والون کو انھین شرطون پر قناعت کرنی پڑی۔

اس طرح اُندلس کا یہ عظیم الشان شہر ۲۳ ماہ شوال ۶۳۳ھ کو بروز یکشنبہ اللہ کے دشمنون کے حوالے کر دیا گیا۔ کافرون کے حساب سے یہ تاریخ آخر ماہ جون ۱۲۳۶ء مین تھی فاتحون نے فوراً مسجد کے مینارون پر اپنی صلیبین قائم کر دین۔ اور عبدالرحمٰن کی بنائی ہوئی عظیم الشان جامع مسجد کو ایک گرجا[ع۵] بنا لیا۔ مسلمان افسوس کرتے ہوے قرطبہ (اللہ یہ شہر پھر ہمین واپس دلائے) سے نکلے اور اُندلوسیہ کے دیگر شہرون مین پناہ لی۔ مسیحیون نے اُن کے گھر اور مال اسپانیہ

ع۵ وہ گھنٹے جو حاجب محمد المنصور کمپسٹلا سے قرطبہ تک مسیحی قیدیون پر لاد کے لایا تھا۔ شاہ فرڈننڈ کو اس جامع مسجد کے صحن مین مل گیا۔ فاتح بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً یہ گھنٹے کمپسٹلا مین واپس پہونچا دیا جائے اور یہ کام مسلمان قیدیون کے ذریعہ سے عمل مین آیا جو اسی جنگ مین گرفتار ہوے تھے (ڈی مارلے)

قبضہ کرکے آپس مین تقسیم کرلیا۔

دیگر قلعون اور شہرون کو جب دار السلطنت کے مفتوح ہوجانے کا حال معلوم ہوا تو اُنھون نے بھی شاہ فرننند کی اطاعت قبول کرلی۔ کیونکہ اُنھون نے دیکھا کہ ہم اُس کی قوت کا مقابلہ کرنے کی قابلیت نہین رکھتے ہین۔ ان شہرون مین جنھون نے اِس طرح اطاعت قبول کی۔ باجہ۔ استلبہ۔ اقیجہ۔ المدور اور چند دیگر بھی تھے مسیحی بادشاہ نے ان مقامات کے باشندون کو اپنی حفاظت مین لے لیا۔

چوتھا باب

مسلمانون مین خانہ جنگی کا جاری رہنا۔ شاہ
جیمس کا بلنشیہ پر قبضہ۔ شاہزادہ الفانسو بن
فرننند کا مرقیہ مین داخلہ جہان وہ مسلمانون سے
ایک معاہدہ کرتا ہے۔ شاہ غرناطہ کی سلطنت۔

ابو جمیل بن زیان نے ایک بہت بڑی فوج جمع کی تھی۔ اور اُسے اُمید تھی کہ شاہ ابن ہود سے بھی فوری مدد مل جائے گی۔ اس خیال سے وہ قلعہ سنطامریہ کی جانب روانہ ہوا۔ اور اُس کا محاصرہ کرلیا۔ سنطاماریہ کے اندر مسیحی بہت زیادہ تعداد مین موجود تھے۔ اور بہت بہادر تھے۔ اگرچہ اُن کے پاس سامانِ رسد کی بہت کمی ہوگئی۔ مگر اُنھون نے قلعے کو بڑی عمدگی کے ساتھ بچایا۔ بار بار نکل کے محاصرہ کرنے والون پر حملہ کرتے۔ اس طرح بہت سی لڑائیان ہوئین جن مین دونون جانب کے لوگون نے غیر معمولی بہادری کا ثبوت دیا۔ آخرکار ایک دن جب کہ محصورین کو کسی مدد کی اُمید نہ رہی تھی مایوس ہوکے باہر نکل پڑے۔ لیکن ان کی حالت بھوکے اور خونخوار بھیڑیون کی سی تھی۔ اس وقت جو لڑائی ہوئی وہ ایسی

سخت تھی کہ محاصرہ کرنے والون کے خون کی ندیان بہ گئین۔ ابوجمیل بن زیان کو مجبوراً محاصرہ اُٹھالینا پڑا۔ وہ بلنشیہ مین واپس آیا۔ اور قلعہ سنطاماریہ کو مسیحیون کے قبضے مین چھوڑ دیا۔ یہ لڑائی جس نے سنطاماریہ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا۔ آخر ماہ ذی الحجہ ۶۳۴ھ مین واقع ہوئی۔

اس اثنا مین شاہ ابوعبداللہ محمد بن ہود المیریا کی جانب سفر کر رہا تھا۔ اُس کا ارادہ تھا کہ اس بندرگاہ سے جہاز مین سوار ہو کے بلنشیہ جائے۔ اور ابوجمیل بن زیان کی مدد کرے۔ وہ بخیر و خوبی المیریا تک پہونچ گیا۔ اُس کے قائد عبدالرحمن نے القصبہ یعنی قصر مین ٹھہرایا اور اُس کی اور اُس کے ہمراہی سپاہیون کی ایک شاندار دعوت کی گئی لیکن اُسی رات کو جو ماہ جمادی الاول ۶۳۵ھ کی ستائیسوین روز پنجشنبہ اور اٹھائیسوین روز جمعہ کے درمیان مین واقع ہوئی وہ بدقسمت بادشاہ اپنے بستر پر گلا گھونٹ کے مارڈالا گیا۔ اس طرح اس عقلمند مدبر اور مشہور بادشاہ ابوعبداللہ محمد بن ہود کا خاتمہ ہو گیا جو دراصل کسی اچھی قسمت اور اچھے زمانے کے لایق تھا۔ اُس کا عہد حکومت مسلسل جھگڑون اور پریشانیون سے بھرا ہوا تھا۔ یہ زمانہ ظاہری نمایش اور بے فائدہ شان و شوکت کے ظاہر کرنے کا تھا۔ اُس نے اپنے لوگون کے لیے سوا فوری خطرے۔ تباہی۔ بربادی اور رنج و الم کے کچھ نہ چھوڑا۔ صاف نظر آرہا تھا کہ اندلس مین اسلامی حکومت کا عنقریب خاتمہ ہو جائیگا۔ اشبیلیہ کے مشہور شاعر الشابونی نے نہایت عمدہ اشعار مین ابوعبداللہ محمد بن یوسف بن ہود کی نیکیون اور بہادریون کی تعریف کی ہے۔ اُس کی فوج والون کو اس دغابازی کا حال نہ معلوم ہونے پایا۔ جس رات کو بادشاہ ایسی بیرحمی اور دغابازی کے ساتھ قتل کیا گیا ہے۔ اس کی صبح کو یہ خبر سارے لشکر مین مشہور کر دی گئی کہ بادشاہ نے دفعتہً فالج مین مبتلا ہو کے انتقال کیا۔ ساتھ ہی چند اور خبرین بھی

مشہور کر دی گئین کہ بادشاہ کو بیہوشی کا ایک دورہ ہوا جس کی وجہ سے اُس نے انتقال - لیکن اصل یہ ہے کہ اُس کا خاتمہ اُسی طریقے پر ہوا جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے ہین - اور اللہ تعالیٰ نے اسپنے غیر تغیر پذیر احکام مین یہی لکھدیا تھا - بادشاہ کے انتقال کے بعد فوج کے سپاہی اپنے گھرون کی جانب روانہ ہو گئے - سپہ سالار انھین کسی طرح نہ روک سکے کہ اس مہم کو جو اُنھون نے بلنشیہ کی مدد کے لیے شروع کی تھی انجام کو پہونچا دین -

جب ابن ہود کے انتقال کی خبر مدینۂ مرقیہ مین پہونچی اُس شہر کے باشندون نے اُس کے بھائی علی بن یوسف عزیز الدولہ کو اپنا بادشاہ منتخب کیا - اُس کے ہاتھ پر بعیت کی گئی - اور یہ رسم ہم ماہ محرم ۳۵ھ کو عمل مین آئی لیکن ابوجمیل بن مدافع بن یوسف بن سعید الجزامی اُس کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا - دھو کے اور فریب سے اُسے علی بن یوسف کے مقابلے مین کامیابی حاصل ہوئی - لوگ بھی ابوجمیل بن مدافع کے طرفدار ہو گئے - اور اُنھون نے پندرھوین ماہ رمضان روز جمعہ کو عزیز الدولہ پر حملہ کیا - پھر اسے قید کر کے اُسی مہینے کی ۲۶ کو قتل کر ڈالا - علی بن یوسف عزیز الدولہ ایک لامذہب آدمی تھا - اور یہی چیز اُس کی تباہی کا باعث ہوئی -

اب المیریا کے دغا باز قائد عبدالرحمن نے ارادہ کیا کہ اپنی بے ایمانی کو انتہائی درجے تک پہونچا دے - اُس نے محمد بن الناصر کا جو ابن الاحمر کے لقب سے مشہور تھا ساتھ دیا - المیریا اور اُس سارے علاقے کے باشندون کو مجبور کیا کہ وہ شاہ ابن الاحمر کے طرفدار ہو جائین جو اپنے چچا یحییٰ بن الناصر کے انتقال کے بعد ارجونہ اور جیان پر قابض ہو گیا تھا - قائد عبدالرحمن کی کوشش سے المیریا مین محمد بن الاحمر کی [illegible] ـست کا اعلان کیا گیا -

اس اثنا مین جیان کا والی ابن خالد اس کام مین مصروف تھا کہ غرناطہ والون کو محمد بن الاحمر کا طرفدار بنادے۔ اُس نے سارے علاقے کا دورہ کیا اور ہر موقع سے فائدہ اُٹھا کے لوگون کو ابن الاحمر کا ہمخیال کر دیا۔ ابن الاحمر خود کئی شہرون مین گیا ہر جگہ لوگون نے نعرہ ہاے مسرت کے ساتھ اُس کا استقبال کیا۔ آخرکار وہ شان و شوکت کے ساتھ آخر ماہ رمضان ۶۳۵ھ مین غرناطہ مین داخل ہوا۔ محمد بن الاحمر نے اُن شہرون کی حکومت جو اُس کے مطیع و فرمان بردار ہو گئے تھے ایسے لوگون کے سپرد کی جنھون نے دانائی۔ بہادری یا دیگر اعلیٰ صفات مین شہرت حاصل کی تھی۔ اس کے علاوہ اُس نے یہ بھی خیال رکھا کہ ہر جگہ کے لیے وہی والی منتخب کیا جائے جسے اُس مقام کے باشندے پسند کرتے ہون۔

اس اثنا مین مسیحی اپنے بادشاہ جیمس کی ماتحتی مین نواح بلنشیہ کو تباہ کر رہے تھے۔ وہ قلعۂ مُسنطا ماریہ سے نکلے اور عہد کر لیا کہ یا تو شہر بلنشیہ پر قبضہ کرین گے یا اس کوشش مین اپنی جان دیدین گے۔ بلنشیہ ایسا خوشنما باغ تھا کہ اُندلس کا اور کوئی مقام اُسکی برابری نہین کر سکتا تھا۔ اس مہم کے لیے کافرون نے اسّی ہزار سے زیادہ سپاہی جمع کر لیے اور یہ فوجین بغیر کسی مدافعت کے وادی العباد کے اُس پار اُتر آئین۔ فضیل بن زیان کے رسالون نے اُن کا مقابلہ کیا۔ اُس سردار نے اپنے امکان کے مطابق مسیحیون کی مزاحمت کی اور چھوٹی چھوٹی لڑائیون سے اُنھین پریشان کرتا رہا۔ مگر اُس مین اتنی قوت نہ تھی کہ اُن کی پیش قدمی کو روک دے لہذا زیادہ زمانہ نہین گذرنے پایا تھا کہ مسیحیون نے خشکی اور تری دونون جانب سے شہر کا محاصرہ کر لیا۔ فرانس اور برشلونہ کے مسیحی بھی اپنے بھائیون کی مدد کو آ گئے۔ غرض اُن کافرون کی اتنی جماعت بلنشیہ کے گرد اکٹھا ہو گئی کہ سوا خدا کے جس نے اُنھین پیدا کیا تھا اور کوئی اُنھین شمار نہین کر سکتا تھا۔ ۱۷ ماہ رمضان المبارک ۶۳۵ھ کو اُنھون نے چار دن خوف

شہر کا محاصرہ کر لیا۔ اور مختلف کلون اور منجنیقون کے ذریعے سے شہر پناہ پر حملے کرتے اور شہر کے اندر پتھر پھینکنے لگے۔

ضمیل بن زیان نے جہان تک بنا مدینۂ بلنشیہ کو بچایا۔ اُس کی فوجین شمار مین بہت کم تھین لہذا اُس نے اُندلس سے دیگر سردارون کے پاس قاصد بھیجے اور اُن سے مدد مانگی۔ اُس نے افریقہ مین بھی قاصد بھیجے اور قبیلۂ ابن زیان کو خاص طور پر اس واقعے کی خبر کی کیونکہ وہ اُس کے رشتہ دار تھے۔

اس قبیلہ والے فوراً تیاریان کر کے روانہ ہو گئے۔ اور جہازون مین سوار ہو کے بلنشیہ کے ساحل کے قریب پہونچے۔ کئی دن وہ ساحل کو دیکھتے دُور کھڑے رہے کیونکہ طوفان اور تلاطم کی وجہ سے اُن کے جہازون کا ساحل تک پہونچنا غیر ممکن تھا۔ آخر کار اُنھین مجبوراً واپس جانا پڑا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی ذریعہ اُن کی جان بچنے کا نہین باقی رہا تھا۔

اُندلوسیہ سے ابن زیان کو کسی قسم کی مدد نہین مل سکتی تھی۔ کیونکہ اس زمانے مین وہ سارا علاقہ خود ہی تباہ و برباد ہو رہا تھا اور ہر جگہ بدامنی تھی۔ سرحدون پر ہر جگہ ہنگامے جاری تھے۔ اُندلس کے کل اسلامی علاقہ جات خصوصاً مرقیہ کے والیون کو اس کے سوا اور کسی بات کی فکر نہ تھی کہ جس طرح بنے ایک خود مختار سلطنت حاصل کر لی جائے۔ اور اس کوشش مین وہ ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے۔

آخر کار بلنشیہ کے باشندے محاصرے کی مصیبتون سے عاجز آ گئے۔ اب اُن مین اس کی بھی طاقت نہین رہی کہ مسیحیون کے حملون کو رد کرین یا اُنھین اپنی دیوارون پر چڑھنے سے روکین۔ اُنھون نے ارادہ کر لیا کہ اب مدافعت نہ کی جائے۔ اور والی ضمیل بن زیان کو مجبور کیا کہ فوراً دشمنون سے نامہ و پیام

شروع کر دے۔ اس غرض کے لیے اُنھون نے اپنے دو سپہ سالارون کو جن پر کامل اطمینان تھا مسیحی بادشاہ جمیس کے پاس بھیجا۔ اُس نے فقط یہ شرطین منظور کین کہ شہر کے باشندون کی جانین اور اُن کی املاک محفوظ رہے گی۔ اور اُنھین اختیار ہوگا کہ اپنا اسباب لے کر جہان چاہین چلے جائین جو لوگ بلنشیہ مین رہنا پسند کرین اُنھین مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ اگرچہ وہ مسیحی بادشاہ کی رعایا مین شمار کیے جائین گے اور دیگر رعایا کی طرح اُنھین بھی ٹکس ادا کرنا ہوگا مگر اُن کے عادات واطوار اور دین کی حفاظت کی جائے گی۔ یہ بھی طے پایا کہ بلنشیہ کے باشندون کو ایک مناسب مہلت دی جائے۔ تاکہ وہ اپنی املاک فروخت کر کے اطمینان کے ساتھ کسی دوسری جگہ منتقل ہو جائین۔ یہ شرطین طے پا گئین۔ اور دونون جانب کے ممبرون نے اس عہدنامے پر دستخط کیے۔ پھر شہر بلنشیہ شاہ جمیس کے حوالے کر دیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۷ ماہ صفر ۶۳۶ھ کا ہے۔

اس کے بعد چند دیگر عہدنامے ہوے جن کی رو سے دونون قومون مین چند روز کے لیے صلح ہوگئی۔ لوگون نے رنج و حسرت کے ساتھ اپنا خوبصورت شہر فاتحون کے حوالے کر دیا۔ پانچ روز مین سارے مسلمان اُس کے پھاٹکون سے نکل گئے۔ اور دریاے شُکر کے اس پار چلے آئے۔ چند لوگ مسیحیون مین رہنے پر آمادہ ہو گئے۔ اور شہر مین ٹھہر گئے۔ بلکہ اُنھون نے یہ خیال کیا کہ ہم اُن مین رہ کے زیادہ محفوظ رہین گے۔ اس طرح ضمیل بن زیان کی حکومت اور بلنشیہ مین اسلامی سلطنت کا خاتمہ ہوگیا۔

اب اسپین مین مسلمانون کا حامی و مددگار فقط شاہ غرناطہ محمد بن الاحمر باقی رہ گیا تھا۔ اُس نے اُن خرابیون کو دور کرنا چاہا جو ملک کو تباہ و برباد کر رہی تھین۔ اور اپنے امکان کے مطابق اُن سب باتون کو رفع کر دیا جن سے رعایا پریشان

ہو رہی تھی۔ مدینۂ غرناطہ کی حکومت اُس نے تجربہ کار عقلمند اور قابل وزیرون کے سپرد کی۔ یہ وہ لوگ تھے جنھین شہر والے بھی پسند کرتے تھے۔ انھین کے مشورے سے محمد بن الاحمر رعایا کی بہبودی کی تدبیرین اختیار کرتا۔ پھر اُس نے اپنے جنگجو بہادرون کو بُلایا اور مشہور سپہ سالارون کو جمع کر کے تین ہزار سوارون اور پندرہ ہزار پیدل سپاہیون کے ساتھ نکلا تاکہ قلعۂ مرطوس کا محاصرہ کر لے۔ اس شہر کے قریب شاہ محمد بن الاحمر نے اپنا خیمہ نصب کرایا اور ایسے جوش و خروش کے ساتھ حملے کرنے لگا کہ قلعے کے مسیحیون نے نامہ و پیام شروع کر دیا۔ مگر سرحد کے مسیحی اُن کی مدد کو آپہونچے اور ابن الاحمر کو مجبوراً محاصرہ اُٹھا لینا پڑا۔

واپسی مین کافرون نے اُسے بہت پریشان کیا۔ وہ بار بار اس کی کوشش کرتے کہ راستہ روک کے اُسے محصور کر لین۔ دفعتہً بادشاہ اپنے سوارون کے ساتھ اُن پر پلٹ پڑا۔ لڑائی شروع ہوئی اور چند گھنٹون کے بعد مسلمانون کی بہادری اور ابن الاحمر کی قابلیت کی بدولت مسیحیون کو شکست ہو گئی۔ لیکن اس لڑائی سے بہت کم مسیحی اپنی جان بچا کر نکل سکے۔ فقط وہ چند لوگ بچ گئے جو لڑائی کے آغاز مین ہی بھاگ گئے تھے۔

اب مرقیہ کے علاقے مین بہت سے سردار ایسے پیدا ہو گئے تھے جو خود حکومت حاصل کرنا چاہتے تھے۔ شہرون کے قائدون نے مختلف قلعون پر قبضہ کر لیا تھا اور روزانہ آپس مین لڑتے رہتے۔ اُن کی سرحدین ایک دوسرے سے ملی ہوئی تھین اور ہر شخص اپنے حدود کو وسیع کرنا چاہتا لہذا وہ اپنے پڑوسی کی حدین بڑھ آتا اور لڑائی ہوتی۔ ان روزانہ جھگڑون سے اس صوبے کے باشندے بہت پریشان تھے۔ کیونکہ ان کا نتیجہ اس کے سوا اور کچھ نہ ہوتا کہ اُن کی املاک چھین لی جاتی اور اُن کی جانین ضایع ہوتین۔ اس طرح وہ لوگ

ایک دوامی مصیبت مین گرفتار تھے اور سارے ملک مین بدامنی اور بے چینی پیدا ہو گئی تھی۔

معاملات کی یہ صورت تھی کہ مرقیہ والون نے سُنا قسطلہ کا بادشاہ فرڈننڈ اپنے بیٹے شہزادۂ الفانسو کو ایک بہت بڑی فوج کے ساتھ اُن کے مقابلے کے لیے بھیجنے والا ہے۔ اس حملے کے نتائج انھین صاف نظر آ گئے کہ ملک بالکل تباہ و برباد ہو جائے گا اور وہ اس خیال سے کانپنے لگے۔ سردارون کے دل اس جانب مائل نہ ہوئے کہ آپس مین متفق ہو کے حملہ آور کی مدافعت کرین کیونکہ اسی طریقے سے اُن کی جان بچ سکتی تھی مگر انھون نے اس کے خلاف عمل کیا اور ہر ایک نے اپنا قاصد شہزادۂ الفانسو کے پاس بھیج کے نہایت عاجزی کے ساتھ اطاعت گزاری اور فرمان برداری کا وعدہ کیا۔

شہزادۂ الفانسو اُن قاصدون کے ساتھ اچھی طرح پیش آیا اور ہر سردار سے ایک معاہدہ کیا جس کی رُو سے مرقیہ کے سردارون نے اُس کی اطاعت قبول کر لی۔ اس عہد نامے پر والی مرقیہ محمد بن علی بن ہود۔ والی لقانت اور ناشر اوریہولہ الہامہ۔ الیدو۔ انیقہ اور شنتیل کے قائدون نے دستخط کیے۔ فقط لورقہ نے والی عزیز بن عبدالملک بن محمد بن خالد ابوبکر نے اس مین شریک ہونے سے انکار کیا شاہ محمد بن یوسف بن ہود نے اُسے مرقیہ کا والی مقرر کیا تھا لہٰذا اُس کے بادشاہ کے انتقال کے بعد اُس نے سارے صوبے کی حکومت کا دعویٰ کیا اور مولہ قرطاجنہ اور چند دیگر غیر معروف شہرون مین اپنے قائد مقرر کر دیے۔

مرقیہ کے سردارون اور مسیحی شہزادے مین یہ معاہدہ مقام القرازہ مین ہوا۔ یہان سے الفانسو بن فرڈننڈ خوش و خرم کوچ کرتا ہوا علاقۂ مرقیہ مین داخل ہوا۔ اس صوبے کے سب معزز سردار ہمراہ رکاب تھے۔ اُن سبھون نے اُسے اپنا بادشاہ

تسلیم کر لیا تھا۔ اس طرح اُس نے سارے صوبے کا دورہ کیا اور اس بات کا بہت خیال رکھا کہ وہاں کے باشندون پر کسی قسم کی زیادتی نہ ہونے پائے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس دن وہ مدینۂ مرقیہ مین داخل ہوا لوگون نے بڑی خوشی منائی کیونکہ اس مسیحی شہزادے نے اپنی بے تعصبی کی وجہ سے لوگون مین بہت ہر دلعزیزی پیدا کر لی تھی۔ اور اب اُن شہزادون نے بھی جنھون نے پہلے اُس کی فرمان برداری سے انکار کیا تھا اطاعت گذاری قبول کر لی۔

سرحد کے مسیحیون نے اُندلوسیہ مین ارجونہ پر حملے جاری رکھے۔ اُنھون نے جیان۔ القبدات اور دیگر مقامات کے کھیتون کو تباہ کر ڈالا اور آگے بڑھ کے شہر ارجونہ کا محاصرہ کر لیا جو مدافعت کے لیے بخوبی تیار نہ تھا۔ شہر کے باشندون نے بیرونی امداد سے مایوس ہو کے دشمنون سے نامہ و پیام شروع کیا۔ اور اپنی جانون کی حفاظت کے وعدے پر شہر مسیحیون کے حوالے کر دیا جنھون نے فوراً القصر پر قبضہ کر لیا۔ ارجونہ کے باشندے سب اپنے گھرون کو چھوڑ کے شہر سے نکل آئے اور مختلف مقامات مین جہان اُنھین پناہ مل سکتی تھی چلے گئے۔ ایک مسلمان بھی اُس شہر کے اندر نہ باقی رہا۔

اس کے بعد مسیحیون نے اُندلوسیہ مین پیش قدمی شروع کر دی۔ یکے بعد دیگرے سب شہر اور قلعے اُن کے قبضے مین آتے گئے۔ کیونکہ کوئی اُن کا مقابلہ کرنے والا نہ تھا۔ مسیحیون نے اس طرح جن شہرون پر قبضہ کیا اُن مین الحجر۔ مانتی شاس اور قرشانہ بھی ہین۔ اب وہ غرناطہ کے میدانون تک پہونچ گئے کیونکہ مسلمانون مین کوئی قوت اُنھین روکنے والی نہ تھی۔

آخر کار بہادر شاہ ابن الاحمر نے جو اِس اثنا مین غافل نہ تھا اپنی فوجین جمع کین اور دشمنان اسلام کے مقابلے کو نکلا۔ تین ہزار سوارون اور بہترین پیدل

فوجون کے ساتھ اُس نے دشمنون کا مقابلہ کیا اور اُنھین شکست دے کے اپنی سرحد کے باہر کر دیا۔ مسیحی مال غنیمت جو اُنھون نے اسلامی شہرون کو لوٹ کے حاصل کیا تھا اور اپنی بیشمار لاشین میدان جنگ مین چھوڑ کے بھاگ گئے۔

آخر ماہ شعبان ۶۳۹ھ مین والی شاطبہ احمد بن عیسی الخزرجی نے انتقال کیا۔ شاہ عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود نے اُنھین اس شہر کا حاکم مقرر کیا تھا۔ اب اُن کا بیٹا یحیٰی ابو الحسین جانشین مقرر ہوا۔ اور اس علاقے کا الرئیس یعنی سپہ سالار افواج ابو بکر محمد تھا۔

شہزادہ الفانسو بن فرڈننڈ مرسیہ کے سب شہرون کو اپنا اطاعت گذار بنا کے اس صوبے سے واپس جانے کی تیاریان کرنے لگا۔ لیکن جانے سے پہلے اُس نے قلعۂ مولہ پر بزور اسلحہ قبضہ کر لیا۔ یہ بہت آباد اور مستحکم شہر تھا۔ اس مین ایک نہایت خوشنما قصر تھا جس کے گرد بہت اُونچی اور مضبوط دیوار تھی اور اس مین جا بجا بُرج بنے ہوے تھے۔ واپسی مین مسیحی شہزادے نے قرطاجنہ اور لورقہ کے علاقہ جات کو بھی تباہ کر ڈالا۔ دونون مقامات عزیز بن عبد الملک کے قبضے مین تھے جس نے عبدالرحمن بن ہود کے انتقال سے پہلے ان مقامات پر قبضہ کر لیا تھا اور اب وہ نہ تو اس علاقے کو چھوڑتا تھا کہ عبداللہ کے جانشین کے قبضے مین دیدے اور نہ اُس معاہدے مین شریک ہوتا تھا جو اس صوبے کے والیون نے شہزادۂ الفانسو بن فرڈننڈ کے ساتھ کیا تھا۔

اب شاہ محمد بن الاحمر اپنی سرحدون کی حفاظت کی جانب متوجہ ہوا۔ اُس نے قلعون کی دیوارون اور بُرجون کی مرمت کرائی۔ اور یہ انتظامات درست کرنے کے بعد غرناطہ مین واپس آیا۔ یہان بھی وہ کئی مفید عمارتون کی تعمیر مین مصروف ہوا۔ جو چند روز مین تیار ہو گئین۔ ان مین کئی شفا خانے۔

محتاج خانے اور سرائیں تھیں۔ یہ سرائیں اس لیے بنوائی گئیں تاکہ اُن مسافروں کو آرام ملے جو اُس کے علاقے میں سے گذر رہے ہوں۔ بادشاہ نے نوجوانوں کے لیے درسگاہیں قائم کیں۔ بچوں کے لیے مدرسے بنوائے۔ عوام کی آسانی اور سہولت کے لیے باورچی خانے مذبح اور حمام بنوائے اور غلّہ اور دیگر ضروریات فراہم کرنے کے لیے بھی اُس نے مناسب انتظام کر دیا۔ ان ضرورتوں نے ابن الاحمر کو مجبور کیا کہ اپنی رعایا پر چند روز کے لیے ایک ٹکس لگا دے۔ لیکن رعایا نے اس کی شکایت نہیں کی۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ خود بادشاہ نے اپنے مصارف بہت کم کر دیے ہیں۔ وہ جانتے تھے کہ جو روپیہ ہم سے لیا جاتا ہے وہ ہماری ہی بہتری و بہبودی میں صرف ہو رہا ہے۔

ابن الاحمر نے خوشنما حوض بھی بنوائے اور اُن سے نہریں نکال دیں تاکہ گرد کے باغ سیراب ہو سکیں۔ چند روز وہ اس کام میں مصروف رہا کہ شہر کے لیے ضروری غلّہ اور دیگر اشیا آسانی کے ساتھ مہیا کر کے تقسیم کی جا سکیں۔ ان عظیم الشان کاموں کے لیے وہ زکوٰۃ کی رقم کافی نہ ہوتی جو سنّت اور شرع کے مطابق وصول کی جاتی تھی۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ بادشاہ آمدنی کا کوئی اور ذریعہ پیدا کرے اور اُسے اس مقصد میں کامیابی ہوئی۔ ابن الاحمر مشورے کے لیے اکثر اپنے قابل اور عقلمند اُمرا اور شیوخ کو طلب کرتا۔ پھر اُس نے عام اجازت دیدی تھی کہ امیر یا غریب جس کا جی چاہے مجھ سے مل سکتا ہے اور اس غرض کے لیے اُس نے ہفتہ میں دو دن مقرر کر دیے تھے۔ اُس کی عادت تھی کہ درسگاہوں۔ مدرسوں اور شفاخانوں میں بذات خاص جاتا اور اس بات کی کافی نگرانی رکھتا کہ جو کام طبیبوں کے سپرد کیا گیا ہے وہ اُسے بخوبی انجام دیتے ہیں یا نہیں۔ اور اس کا اندازہ کرنے کے لیے وہ مریضوں اور حاجتمندوں سے دریافت کرتا۔

اس عقلمند بادشاہ نے اپنے خانگی انتظامات بھی بڑی خوبی کے ساتھ انجام دیے۔ اس کے حرم میں زیادہ عورتیں نہ تھیں۔ اس میں فقط معزز امرائے سلطنت کی بیٹیاں تھیں۔ محمد ابن الاحمر کو اس بات کا زیادہ موقع نہ ملتا کہ اپنا وقت محل کے اندر صرف کرے۔ لیکن اس نے اس کا کافی انتظام کر دیا تھا کہ ہر ایک کی حیثیت اور رتبہ کے مطابق خبرگیری کی جائے۔ اور ہمیشہ ان کے معاملات کو غور اور توجہ سے سنتا۔ وہ اس بات کی بھی کوشش کرتا کہ ان میں اتفاق و یکجہتی قائم رہے۔ اس مقصد کے حاصل کرنے کی اس نے بہت کوشش کی۔

اب شاہ محمد ابن الاحمر نے یہ ضروری خیال کیا کہ افریقہ کے طاقتور امیروں سے دوستی پیدا کر لی جائے۔ اس غرض کے لیے اس نے تلمسان۔ اور ابوزکریا یحییٰ ابن حفص شاہ تونس اور بنی زیان اور بنی مرین کے امیروں کے پاس خط لکھے اور اپنے سفیر بھیجے۔ یہ سب امیر موحدین کے مخالف اور ان سے برسر جنگ تھے لہذا وہ بنی احمر کے طرفدار ہو گئے۔ مگر ساتھ ہی انھوں نے مسیحیوں سے بھی دوستی پیدا کر لی اور انھیں اپنی تجویزوں کے مطابق کامیاب ہو جانے کا موقع دے دیا۔ اس طرح اللہ کے دشمنوں کو موقع مل گیا کہ اسلامی سرحدوں پر ہر جگہ فائدہ حاصل کریں۔

اس زمانے میں اسپین کے صوبہ الغرب پر مسیحیوں نے ایسی طاقت کے ساتھ حملہ کیا کہ ان کی بےشمار فوجوں کو کوئی نہ روک سکا۔ انھوں نے اپنی عادت کے مطابق کھیت کاٹ ڈالے۔ مویشیوں کو ہنکا لے گئے۔ دیہاتوں اور قصبوں میں آگ لگا دی اور بہت سے بدقسمت مسلمانوں کو قید کر لیا۔ اور ان لوگوں کا کوئی شمار نہیں جو بےرحمی کے ساتھ قتل کیے گئے۔ انھوں نے قلعہ جبالت لزیدہ اور مدینہ پر بھی قبضہ کر لیا اور مدینہ الاسبونا کو بزور اسلحہ فتح کر کے اس کے نواح کو برباد کرنے لگے۔ یہ سب واقعات ۶۴۰ھ میں پیش آئے۔

پانچوان باب

مسیحی بادشاہ جیمیس کا دانیہ کو فتح کرنا اور بلنسیہ اور دیگر مقامات پر شاہ فرڈننڈ کا قبضہ

اب سپہ سالار ابو جمیل بن زیان بن مردنیش شہر بلنسیہ کے نکل جانے کے بعد اس بات کی کوشش کرنے لگا کہ صوبۂ مرسیہ مین اپنی قسمت آزمائی کرے۔ اس خیال سے وہ اپنی بہترین فوج کے ساتھ اُس صوبے مین داخل ہوا اور کئی قلعون پر نہایت آسانی کے ساتھ قبضہ کر لیا۔ لورقہ کا والی عزیز بن عبدالملک اُس کے مقابلے کو نکلا۔ والی کے سوارون نے القانت کے قریب جمیل بن زیان کی فوجون کا مقابلہ کیا اور لڑائی ہوئی جس مین والی عزیز کو فقط شکست ہی نہین ہوئی بلکہ وہ جان سے مارا گیا۔ یہ واقعہ ۲۹ ماہ رمضان سنہ ۶۴۰ھ کو بروز یکشنبہ پیش آیا۔ اور ابو جمیل نے فوراً آگے بڑھ کے لورقہ پر قبضہ کر لیا۔ پھر والی محمد کی مدد سے قرطاجنہ پر بھی اُس کا قبضہ ہو گیا۔ مگر والی محمد نے اسی سال کے آخر مین انتقال کیا۔[۵]

جب ابو جمیل بن زیان علاقۂ مرسیہ مین پیش قدمی کر رہا تھا مسیحی بادشاہ جیمیس ایک بڑی فوج کے ساتھ آیا اور مدینۂ دانیہ کا نہایت سختی کے ساتھ محاصرہ کر لیا۔ ابو عبداللہ محمد بن یوسف بن ہود کے زمانے سے یہ شہر بہادر اور تجربہ کار سپہ سالار یحیی بن محمد عیسی ابوالحسین کے قبضے مین تھا اُس نے بخوبی مدافعت کی لیکن شاہ جیمیس نے خشکی اور تری دونون جانب سے محاصرہ کیا تھا۔ اور مختلف کلون اور منجنیقون

[۵] یحیی بن عیسی بن الابر بیان کرتا ہے کہ یہ والی سنہ ۶۴۵ھ تک زندہ رہا۔ اور مسیحیون نے اُس کے انتقال کے بعد مرسیہ پر قبضہ کیا۔ (کانڈی)

کے ذریعے سے ہر وقت حملے جاری رکھتا- ایک طویل محاصرے کے بعد شہر کو اطاعت قبول کرنا پڑی اور اللہ کے دشمنون نے اُس پر قبضہ کر لیا- یہ افسوسناک واقعہ غرۂ ماہ ذی الحجہ سنہ ۶۴۱ھ کو پیش آیا-

اب شاہ غرناطہ محمد بن الاحمر نے چاہا کہ اپنے سرحدی قلعون کے اندر کافی مقدار مین سامانِ جنگ اور غلہ فراہم کر دے- کیونکہ اُن مقامات کی نسبت ہر وقت اس بات کا خوف تھا کہ کہین محصور نہ ہو جائین- دیگر مقامات کی طرح شہر جیان کے متعلق بھی یہ انتظام کر دیا گیا تھا مگر بادشاہ نے اس زمانے مین حکم دیا کہ وہان سامان جنگ اور غلہ زیادہ مقدار مین پہونچا دیا جائے- اس حکم کی تعمیل کی گئی اور یہ سب سامان جنگ جو ایک ہزار پانچ سو جانورون پر لدا ہوا تھا پانچ سو سوارون کی حفاظت مین اُس شہر کی جانب روانہ کر دیا گیا- سرحد کے مسیحیون کو اس کی خبر لگ گئی اور اُنھون نے چاہا کہ یہ سامان حاصل کر لین- اس غرض کے لیے وہ بیشمار تعداد مین روانہ ہوئے- اور کئی جگہون پر جہان سے وہ جانتے تھے کہ یہ سامان گذریگا کمین گاہین مقرر کر دین- مگر مسلمان مخبرون کو اس کا پتہ لگ گیا اور اُنھون نے سوارون کے سردار کو خبر کر دی- اُس نے فوراً واپسی کا حکم دیدیا کیونکہ وہ نہین چاہتا تھا کہ اپنے قیمتی مال و اسباب کو ایسے راستے سے لیجا کے خطرے مین ڈالے جو مسیحی دشمنون سے بھرا ہوا تھا- ان سوارون مین بعض ناعاقبت اندیش لوگ ایسے بھی موجود تھے جنھون نے اس طرز عمل پر بہت نکتہ چینی کی اور کہا کہ ہمارا یہ فرض تھا کہ جس طرح ہوتا آگے بڑھتے- یہ بڑی شرم کی بات ہے کہ ہم شاہی خدمت کی انجام دہی مین لڑائی سے ڈرین- شاہ محمد بن الاحمر نے جب یہ واقعہ سُنا تو اپنے سوارون کے جوش و خروش کی تعریف کی ساتھ ہی اُن کے سردار کی دانشمندی کو بھی بہت

سنہ ۱۲۴۳ عیسوی

پسند کیا کہ اُس نے قیمتی مال کو خطرے مین نہین پڑنے دیا۔ مگر اُس نے اُن نوجوان اور پُرجوش لوگون کی بھی بہت تعریف کی جو اُس مال کی حفاظت مین اپنے اسلحہ سے کام لینے کے لیے تیار ہو گئے تھے۔

اس واقعے کو زیادہ زمانہ نہین گذرا تھا کہ مسیحیون نے مدینۂ جیّان کا محاصرہ کر لیا۔ شاہ ابن الاحمر پہلے سے سمجھا ہوا تھا کہ یہ ہونے والا ہے جیّان پر شاہ غرناطہ کی جانب سے ابو عمر علی بن موسیٰ قابض تھا جو قرطبہ کا باشندہ اور بہادری اور قابلیت مین ایک مشہور سردار تھا۔ ابن الاحمر کو اُس پر کامل اطمینان تھا لہٰذا اُسے اپنے رسالون کا سپہ سالار مقرر کیا تھا۔ اس سردار نے جیسی کہ اُس سے اُمید کی جاتی تھی شہر کو ایسی خوبی کے ساتھ بچایا کہ مسیحیون کو بہت کم کامیابی ہو سکی۔ مگر اُن کا شمار بہت زیادہ تھا اور انھون نے قرب وجوار کی کل زمینون کو بالکل تباہ و برباد کر دیا۔ خوشنما باغ۔ انگور کی تاکین اور زیتون کے کھیت سب غارت ہو گئے زمین پر کوئی درخت نہین باقی رہا۔ جو چیز اُن ظالمون کے ہاتھ آگئی وہ اُٹھا لے گئے انھون نے قلعۂ ابن زیاد پر بھی قبضہ کر لیا۔ اور اُس مین آگ لگا دی اور اُسے منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا۔ اس علاقے مین جتنے مویشی اور جانور تھے انھین ہلکے پکڑ لیے اور باشندون کو جن مین مرد۔ عورتین اور بچے تھے قتل کر ڈالا یا قید کر لیا۔

شاہ ابن الاحمر ان حملہ آورون کے مقابلے کو نکلا۔ جتنی فوج ممکن تھی اُس نے اپنے ساتھ لی اور فوراً چل کھڑا ہوا۔ اور حصن بلولس پر جو مدینۂ غرناطہ سے فقط بارہ میل کے فاصلے پر واقع ہے دشمنون پر حملہ کر دیا۔ یہ لڑائی بہت سخت تھی اور ابن الاحمر کی فوج مین زیادہ تر وہ لوگ تھے جو فوری طور پر جمع کر لیے گئے تھے۔ لہٰذا وہ میدانِ جنگ کی مصیبتون کے بخوبی عادی نہ تھے۔ اُن کے استقلال نے جواب دیدیا اور اُنھون نے بے ترتیبی کے ساتھ بھاگنا شروع کر دیا۔ چند

تجربہ کار جنگجو بہادر جو اس فوج مین تھے وہ بھی اس بے ترتیبی کی وجہ سے پریشان ہو گئے۔ ان وجوہ سے بادشاہ کو بھی مجبوراً پیچھے ہٹنا پڑا اور واپسی مین اُس کا بہت نقصان ہوا۔

اب زور و شور کے ساتھ بارش شروع ہو گئی اور بہت دنون تک ایک نہایت سخت طوفان جاری رہا۔ لیکن مسیحی اس بارش اور طوفان مین بھی غافل نہین رہے۔ اُنھون نے محاصرہ اُسی طرح قائم رکھا بلکہ بارش مین بھی حملے کرتے اور مدینہ جیان کے محصورین کو ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتے۔ اس طرح رات دن اچانک حملے اور لڑائیان جاری رہتین۔

شاہ ابن الاحمر نے جب یہ دیکھا کہ شاہ فرہ نند قسم کھا چکا ہے کہ جب تک شہر پر قبضہ نہ ہو لے گا ایک خیمہ بھی نہ اُکھاڑا جائے گا اور اب تک وہ اپنے اُس عہد پر قائم ہے ایک عجیب و غریب ارادہ کیا۔ وہ خود نہایت استقلال کے ساتھ مسیحی بادشاہ کے لشکر مین چلا گیا اور اُس بادشاہ پر ظاہر کر دیا کہ مین کون ہون۔ پھر کہا کہ مین خود کو آپ کی پناہ مین دیتا ہون۔ جو کچھ میرے قبضے مین ہے آپ کے حوالے کرتا ہون۔ یہ کہہ کے اُس نے مسیحی بادشاہ کے ہاتھ کو بوسہ دیا۔

شاہ فرونند نے چاہا کہ محمد بن الاحمر کو فیاضی اور شریف النفسی کے اظہار مین اپنے سے نہ بڑھنے دے لہذا یہ سنتے ہی وہ فوراً اُٹھ کے محمد بن الاحمر سے بغل گیر ہوا۔ اور کہا "آپ میرے دوست ہین۔ مین آپ کی کوئی چیز نہین لینا چاہتا بس اس قدر کافی ہے کہ آپ مجھے اپنا حاکم اعلیٰ تسلیم کر لین۔ آپ کی سلطنت۔ اور شہرون سے مجھے کوئی واسطہ نہ ہوگا۔ آپ ہی اُن پر حاکم و قابض رہین گے"۔

پھر یہ طے پایا کہ محمد بن الاحمر شاہ فرونند کو سالانہ ایک مقررہ رقم سونے کے مثقال مین ادا کیا کرے۔ جب کبھی مسیحی بادشاہ کو ضرورت ہو سوارون کی ایک

مقررہ تعداد کے ساتھ مدد کرے اور جب مسیحی بادشاہ اُسے اپنے دربار مین بلاسے تو وہ دیگر اُمرا کی طرح حاضر ہوا کرے۔شاہ فرونند نے محمد بن الاحمر سے یہ بھی خواہش کی کہ جیان پر قبضہ رکھنے کے لیے ایک مسیحی فوج وہان رہا کرے گی۔ اور اُس کے سپہ سالار اس مقام کو بطور ضمانت کے اپنے قبضے مین رکھین گے۔ یہ سب شرطین طے پا گئین اور ۶۴۳ھ مین مدینۂ جیان کے سامنے لشکرگاہ مین صلحنامے پر دستخط ہوے۔اس کے بعد ابن الاحمر شاہ فرونند سے رخصت ہوا اور اُس نے بڑے اعزاز کے ساتھ مسلمان بادشاہ کو رخصت کیا۔ اس طرح ابن الاحمر اپنے لشکرگاہ مین واپس آیا۔ اور آبو عمر علی بن موسیٰ والی جیان کو ہمراہ لے کر فوراً غرناطہ کی جانب روانہ ہو گیا۔

اس کے بعد محمد بن الاحمر آٹھ مہینے مدینۂ غرناطہ مین رہا۔ اور اُنھین کامون مین مشغول ہو گیا جو اُس نے پہلے سے شروع کر دیے تھے اور اپنی قلعہ بندیون کو مستحکم کرنے لگا۔ اس مدت یعنی آٹھ ماہ کے بعد اُسے شاہ قسطلہ فرونند کا خط ملا جس مین اُس مسیحی بادشاہ نے اشبیلیہ پر حملہ کرنے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ اور ابن الاحمر سے خواہش کی کہ اس مہم مین شریک ہو۔ شاہ غرناطہ نے فوراً اپنا ارادہ اُن سردارون اور سوارون پر ظاہر کر دیا جنھین وہ مسیحی بادشاہ کی خواہش کے مطابق اپنے ہمراہ لے جانا چاہتا تھا۔ سب تیاریان کرنے کے بعد وہ پانچ سو سوارون کے ساتھ جو نہایت احتیاط کے ساتھ منتخب کیے گئے تھے شہر غرناطہ سے نکلا اور مسیحی فوج مین شامل ہو کے علاقۂ اشبیلیہ مین داخل ہوا۔ سب سے پہلے قلعۂ وادی ارہ پر قبضہ کیا گیا اور شاہ فرونند نے یہ شہر اس مہم مین اپنی کامیابی کی سب سے پہلی یادگار مین شاہ غرناطہ کو دے دیا۔

اب مسیحیون کے حملے مدینۂ قرمونہ تک پہونچ گئے تھے جس پر اس زمانے مین ابوحسام بن علی قابض تھا۔ وہ اپنے شہر اور علاقے کو غیر معمولی قابلیت اور بہادری

کے ساتھ بچاتا رہا تھا۔ اب اُسے معلوم ہوا کہ مسیحی بادشاہ کا ارادہ اشبیلیہ پر بھی حملہ کرنے کا ہے اور اُس کے فتح کرنے کا اُس نے مستقل ارادہ کر لیا ہے۔ ابو حسام نے مدینۂ قرمونہ کی حکومت اپنے ایک بہادر قائد کے سپرد کی جس پر اُسے کامل اطمینان تھا۔ اور خود اشبیلیہ کی جانب چلا۔ دیگر نامی سپہ سالار بھی فوراً اشبیلیہ کو روانہ ہوئے کیونکہ موحدی شہزادے سد ابو عبداللہ نے جو اشبیلیہ کا والی اور ابو حسام کا چچا تھا اُن سب کو اپنی مدد کے لیے بُلایا تھا۔

مسیحی فوجوں کا تباہ کن طوفان شہر تک پہونچ گیا۔ یہاں انھوں نے انگور کی تاکین برباد کر دین۔ باغوں کو غارت کر ڈالا۔ زیتون کے کھیتوں مین آگ لگا دی۔ غرض شہر پناہ کے باہر جو چیز انھین ملی تباہ کر ڈالی۔ مسلمانوں کو ان نقصانات سے اتنا صدمہ ہوا کہ انھوں نے اپنے باغوں اور کھیتوں کے تباہ ہونے کی نسبت اپنا شہر شاہ فرونند کے حوالے کر دینے اور مسیحیوں کے باجگزار ہو کے رہنے کو ترجیح دی انھوں نے کہا کہ ہم ان باغوں کو جنھین بڑی محنت اور مشقت کے بعد تیار کیا ہے اپنی آنکھوں کے سامنے تباہ ہوتے نہین دیکھ سکتے۔ اس کارروائی کا نتیجہ یہ ہوا کہ قرمونہ اور قسنطینہ والوں نے بھی کافروں کی اطاعت قبول کر لی۔ اور اپنے قائدوں کو مجبوراً کیا کہ مسیحی بادشاہ کے پاس سفیر بھیج کے درخواست کرین کہ وہ ہمین اپنی پناہ مین لے اور ہماری املاک کو تباہ و برباد نہ کرے۔ لورقہ کے باشندوں نے بھی اُن کی تقلید کی کیونکہ اُنھوں نے غرناطہ والوں کے مشورے پر عمل کر کے اپنا قلعہ مسیحیوں کے حملے سے پہلے ہی اُن کے حوالے کر دیا۔

اسی زمانے مین ایک یہ واقعہ پیش آیا کہ شاہ فرونند کی ایک فوج ایسے مقام پر وادی الکبیر کو عبور کرنے لگی جس سے وہ لوگ بالکل ناآشنا تھے۔ یہاں دلدل اور جھاڑیاں بکثرت تھین۔ لہذا فوج کے سپاہی اُس مین پھنس گئے۔ قفلانہ والوں نے

انھین اس حالت مین دیکھ کے حملہ کر دیا اور سخت نقصان پہونچایا۔ سوار و لدل مین اپنے گھوڑون کو قابو مین نہ رکھ سکے۔ اور اُن کے پاس مدافعت کا بھی کوئی ذریعہ نہ تھا۔ لہذا ان حملہ آورون سے رسالون کو سب سے زیادہ نقصان پہونچا۔ مگر مسیحیون کی پیدل جماعتین عین وقت پر پہونچ گیئن اور اُنھون نے قنطلانہ والون کو مجبور کیا کہ اپنے شہر کے اندر پناہ لین۔ کافرون نے انتقام لینے کے ارادے سے شہر کا محاصرہ کر لیا اور غیر معمولی جوش و خروش کے ساتھ حملے کرنے لگے۔ اور جب تک شہر کے پھاٹک نہین توڑ لیے دم نہین لیا۔ اس کے بعد وہ قنطلانہ مین تلوار ہاتھ مین لیے داخل ہو گئے۔ اور وہان کے باشندون مین بہت خونریزی کی۔

شاہ محمد بن الاحمر ان واقعات کو بڑے افسوس کے ساتھ دیکھ رہا تھا۔ اُس نے شاہ فرڈیننڈ سے اس کے متعلق شکایت کی اور کہا کہ آپ اپنے لوگون کو حکم دے دین کہ جس شہر اور قلعے کے قریب سے گذرین حملے سے پہلے اپنی شرطین پیش کر دین اور وہان کے باشندون کو ترغیب دلائین کہ وہ ہتھیار ڈال دین۔ فقط اُن لوگون کے ساتھ جو کسی شرط کو نہ قبول کرین اور ہر معقول بات کے سُننے سے انکار کر دین زبردستی کی جائے مگر اس حالت مین بھی بوڑھے اور عورتین اور بچے لڑنے والون مین شامل نہ سمجھے جائین۔ اور اُن لوگون پر جو اپنے ہاتھ سے ہتھیار ڈال دین ایسی سختی ہرگز نہ کی جائے جیسی مین ابھی دیکھ چکا ہون۔

ابن الاحمر کے مشورے کو مسیحی بادشاہ نے فوراً نہایت خوشی کے ساتھ قبول کیا۔ اور غرناطہ کے بادشاہ نے کئی خط مختلف مقامات کے لوگون کو لکھے اور اپنے قاصدون کے ہاتھ روانہ کیے جن مین اُس نے لوگون سے اس بات کی خواہش کی تھی کہ اعتدال سے کام لین۔ ان خطوط کے پہنچانے والے قاصد خاص طور پر منتخب کیے گئے تھے۔ یہ سب شاہ غرناطہ کی فوج کے سردار تھے۔ اُنھون نے

خط دینے کے بعد خود بھی لوگون کو سمجھا دیا کہ کوئی ایسی کارروائی نہ کی جائے جس سے
بعد مین نقصان اٹھانا پڑے۔ ان تدابیر سے بہت سی خرابیان رفع ہوگئین اور بہت سا
خون جو بیکار بہ جاتا نہین ضایع ہوا۔

ابن الاحمر کی اس تدبیر سے سب سے پہلے جس شہر نے مسیحی قوت کو تسلیم کر لیا وہ
غلانہ تھا۔ یہان سے مسیحی فوجین آگے روانہ ہوگئین تاکہ قلعۂ زیو کا محاصرہ کرلین۔ اس
قلعہ کا حاکم ایک شریف اور بہادر سردار عبد الشتاب تھا۔ وہ سوارون کو لے کے نکلا
مسیحیون پر حملہ آور ہوا۔ اور اُن کی صفون کو درہم و برہم کر دیا۔ مسیحی بھاگے اور بیشمار
تعداد مین قتل ہوے۔ اس تعاقب مین مسیحیون کا اس سے زیادہ نقصان ہوا ہوتا مگر شاہ
ابن الاحمر کے سوار جو کبھی مغلوب ہونا نہین جانتے تھے عین موقع پر پہونچ گئے۔ اس نہ
سے عبد الشتاب کے لوگون کو مغلوب ہونا پڑا اور اُنھون نے اپنی باگین موڑین
لیکن مسیحیون اور غرناطہ والون نے ایسی سختی کے ساتھ تعاقب کیا کہ انھین اپنے شہر
مین واپس جانے کا بھی راستہ نہ ملا لہذا اُنھون نے مدینۂ اشبیلیہ مین جا کے پناہ لی
اب قلعۂ زیو والون کو شاہ غرناطہ نے یہ مشورہ دیا کہ اپنی قسمت شاہ فرونند کے ہاتھ
مین دیدین۔ اور اپنی جانب سے وعدہ کیا کہ مین امکانی کوشش کرونگا کہ وہ
بادشاہ تمھین کسی قسم کا مزید نقصان پہونچائے بغیر اپنی پناہ مین لے لے۔ قلعۂ زیو والون نے
فوراً اس مشورے پر عمل کیا۔ اور اپنی جانون کی سلامتی کے وعدے پر قلعہ مسیحیون کے حوالے کر دیا۔

چھٹا باب

اشبیلیہ کا محاصرہ اور اٹھارہ مہینے کے بعد شاہ فرونند کا اُس پر قبضہ مسیحی بادشاہ
کی موت اور اُن شہرون کا بیان جو اُس کے جانشین شاہ الفانسو نے فتح کیے۔

سنہ ۶۴۴ھ کے آغاز مین شاہ فرونند نے اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا اور خشکی اور تری دونون طرف

سے شہر کا راستہ بند کر دیا۔ شہر کے اندر بہترین رسالے موجود تھے لہذا انھون نے محاصرہ کرنے والون پر جو ندی کے دونون جانب پڑے ہوے تھے بار بار نکل کے اچانک حملے کیے اور بہت نقصان پہونچایا۔

شاہ غرناطہ محمد بن الاحمر نے اپنی فوج کے ساتھ حصن الفرج کے قریب اور قصر اشبیلیہ کے پھاٹک کے سامنے پڑاو ڈالا۔ یہان الغرب کے رسالون نے جو والی اشبیلیہ کی ماتحتی مین تھے کئی دفعہ اُس پر حملہ کیا اور نہایت سخت لڑائیان واقع ہوئین جن مین ابن الاحمر اور اُس کے سردارون نے بہادری کے بہت سے کارہاے نمایان انجام دیے۔ مسیحی سپہ سالارون نے اُن کی بہت تعریف کی بلکہ اُن کے دلون مین اُنکی غیر معمولی شجاعت کا حسد بھی پیدا ہوا۔ خود شاہ فرڈنند نے شاہ غرناطہ اور اُس کے شریف سردارون کی اس مدد اور اعلیٰ خدمات کا شکریہ ادا کیا۔

اسلامی اور مسیحی جہازون مین بھی کئی بحری لڑائیان واقع ہوئین۔ اور دونون جانب کے بہت سے جہاز ڈوب گئے۔ لیکن جب موقع ملتا وہ ایک دوسرے پر ضرور حملہ کر دیتے۔ قلعۂ طریانہ والون نے بھی کئی دفعہ نکل کے مسیحیون پر حملہ کیا۔ غرض شہر کے چارون طرف نہایت سخت لڑائیان جاری تھین۔ مدافعت کرنے والے اُسے نہایت عمدگی کے ساتھ بچا رہے تھے اور حملہ آور اُسی استقلال سے محاصرہ کیے اور اُس کے فتح کرنے پر آمادہ تھے۔

اس حال مین اٹھارہ مہینے گذر گئے۔ اب شاہ غرناطہ محمد بن الاحمر نے مسیحی بادشاہ فرڈنند کو مشورہ دیا کہ اشبیلیہ والون کے جہازون مین آگ لگا دی جائے تا کہ محصورین کا سامان رسد بند ہو جائے۔ اُس نے یہ بھی تجویز کی کہ شہر سے قلعۂ طریانہ کا راستہ بند کر دیا جائے۔ ان تدابیر مین اگر کامیابی ہو گئی تو شہر بہت جلد مغلوب ہو جائے گا۔ شاہ فرڈنند نے فوراً اُس کے مشورے پر عمل کیا۔ اور

اس غرض کے لیے خاص قسم کی کلین بنائی گئین۔ جہازون مین آگ لگانے کے لیے رال گندھک اور دیگر آتش گیر اشیا بہم پہونچائی گئین اور چند بھاری جہاز تیز ہوا مین ندی کے بہاؤ پر چھوڑ دیے گئے۔ یہ تیزی کے ساتھ بہتے ہوے جا کے کشتیون کے اُس پل سے ٹکراے جو شہر اور قلعۂ طریانہ کے درمیان مین واقع تھا اور جس کی وجہ سے اُس قلعہ اور شہر مین آمد و رفت جاری تھی۔ وہ بھاری جہاز ایسی تیزی کے ساتھ آکے ٹکراے کہ پل کی زنجیرین جن مین کشتیان آپس مین بندھی ہوئی تھین ٹوٹ گئین۔ اس کے بعد محصورین مین وہ جوش و خروش نہین باقی رہا جو اب تک اُن مین موجود تھا۔

جس زمانے مین اشبیلیہ کا محاصرہ جاری تھا مسیحیون نے کونٹ برشلونہ کی ماتحتی مین شہر شاطبہ کو بھی محصور کر لیا۔ اور ہر قسم کی منجنیقون اور جنگی کلون سے جو اُنھین مل سکین حملے کرنے لگے۔ اُنھون نے ایسی سختی اور استقلال کے ساتھ محاصرہ کیا کہ والی یحییٰ بن احمد ابو الحسین کو باہر سے کسی مدد کی اُمید نہ رہی لہذا مجبوراً بہترین شرائط حاصل کرنے کے لیے نامہ و پیام کرنا پڑا لیکن وہ شرطین خواہ کچھ ہی ہون دغا باز برشلونہ والون سے کسی وعدہ کے ایفا کی اُمید رکھنا بالکل بیکار تھا۔ مسیحی سردار نے باشندون سے وعدہ کیا کہ سب لوگ اپنے مکانون مین امن اور اطمینان کے ساتھ رہ سکین گے۔ اُن کی املاک اُنھین کے قبضے مین رہے گی۔ مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ان شرائط پر شاطبہ کے پھاٹک کھول دیے گئے اور آخر ماہ صفر سنہ ۶۴۲ھ مین برشلونہ کا کونٹ اُس شہر کے اندر داخل ہو گیا۔ زیادہ زمانہ نہین گذرنے پایا تھا کہ اُس نے ہزارہا مسلمانون کو اُس شہر اور اُس کے نواح سے نکال دیا۔ اور اُن کے لیے سوا غربت و افلاس مین مارے مارے پھرنے کے اور کوئی چارہ نہ تھا۔ اس واقعہ عہ نگار نے والی شاطبہ یحییٰ بن احمد ابو حسام

عہ الابار القضاعی متوطن بلنشیہ (کانڈی)

اور اُس کے سپہ سالار ابوبکر کو اس مصیبت اور پریشانی کی حالت مین دیکھا ہے کہ وہ اپنے دوستون کی فیاضی اور مہمان نوازی پر زندگی بسر کر رہے تھے۔ اور جلا وطنی مین مارے مارے پھرتے تھے۔

۵۴۵ھ کے آغاز مین والی تورقہ محمد بن علی بن عبد اللہ نے اسی شہر مین انتقال کیا۔ وہ بڑا اقبال اور عقلمند سردار تھا۔ اور رعایا پر بڑی عمدگی کے ساتھ حکومت کرتا رہا تھا۔ اُس نے تورقہ کے باشندون کو بہت فائدہ پہونچایا۔ پانی کی نہرین بنوائین۔ مریضون کے لیے شفا خانے اور زائرون کے لیے سرائین تعمیر کرائین۔ غرض وہ اسی قسم کے نفع بخش کامون مین مصروف رہتا۔ مرقیہ کی لڑائیون مین محمد عبد اللہ نے جنگی مہارت کا بھی ثبوت دیا تھا۔ اور نظر آیا کہ جس قدر وہ عقلمند اور ہوشیار تھا اُسی قدر بہادر بھی واقع ہوا تھا۔

محمد عبد اللہ بن علی ابتدا سے ابو جمیل بن زیان کا طرفدار تھا لہذا اُس نے ابو جمیل کی مدد کی تاکہ وہ مدینۂ مرقیہ مین داخل ہو جائے۔ اس مقصد کے لیے اُس نے مرقیہ کے مسیحیون کو جو اُس پر قبضہ کیے ہوے تھے دھوکا دے کے لاعلمی مین رکھا۔

اس اثنا مین مدینۂ اشبیلیہ کے چارون طرف جوش و خروش کے ساتھ لڑائی جاری تھی۔ مسیحیون نے غلاس پر قبضہ کر لیا اور ابن الفوز مین آگ لگا دی۔ پھر باب مقارنہ کو منہدم کر دیا۔ یہان اُنھون نے بہت لوگون کو قتل کیا تھا۔ لیکن محصورین اب بھی اپنے شہر کو غیر معمولی شجاعت کے ساتھ بچاتے رہے۔ اس کے علاوہ اُن کے پاس بہت سی عجیب و غریب کلین تھین جن مین سے بعض کی یہ حالت تھی کہ وہ ایک دفعہ مین سو سے زیادہ پتھر پھینک دیتین۔ اور بعض کلون سے تیر ایسی قوت کے ساتھ نکلتے کہ گھوڑون کو باوجودیکہ سر سے پیر تک زرہ مین چھپے ہوتے مگر ایک طرف سے دوسری طرف تک چھید ڈالتے۔ مسیحی بھی غیر معمولی جرأت سے کام لیتے رہے۔ وہ زیادہ تر اس بات کی